

قائمہ دینی مدارس

امام شاہ احمد نورانی مدظلہ

کی تحریکِ اُکبریا اور پورے دین کے

استقرار کے لیے مقررہ اصول و مضامین

مقالات مناقبِ حسینؑ و کلمہ ستہ

کرارِ نورانی

زنگ رہے



ماہنامہ
کتابتِ الوصال قادری

انٹرنیشنل غوثیہ فاؤنڈیشن

ماہنامہ
آوارِ رضی
کتابتِ الوصال قادری

2012 کا سالِ نور

اشاعت خاص

شیعہ دہم ہدایت پیکر کھول سلام

کردار نورانی زندہ و ست

ذہنی، قلبی، اخلاقی اور فنی اقدار کا مجموعہ
سید محمد تقی قادری
2012

جلد نمبر 6 شماره نمبر 1,2

ملک محمد قمر الاسلام قمر

مفتی آصف محمود قادری

سید غفران شرف گیلانی
علامہ محمد شاہد جیل اویسی
علامہ ظہیر عباس قادری

زیر سرپرستی

☆ امیر اہل سنت حضرت پیر میاں عبدالخالق قادری (مہر دی شریف)

☆ استاذ اعلیٰ مولانا مفتی محمد عبدالحق بند یالوی ☆ علامہ سید محمد انور حسین کالپی ☆ مولانا محمد محفوظ چشتی
☆ پیر طریقت ڈاکٹر کریم محمد سرفراز محمدی سیلی ☆ پیر سید فیض الحسن شاہ بخاری (بہاری شریف)
☆ پروفیسر صاحبزادہ محبوب حسین چشتی (پیر شریف) ☆ الحاج بشیر احمد چوہدری (لاہور) ☆ محمد شرف کوثر
☆ سید ضیاء انور شاہ ☆ ڈاکٹر خالد سعید شیخ ☆ سید عبداللہ شاہ قادری ☆ علامہ اقبال احمد فاروقی

مجلس تحریر

محقق العصر مفتی محمد خان قادری - ادیب شہیر پیر سید محمد فاروق القادری
علامہ محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری - علامہ قاری محمد زوار بہادر
پروفیسر محمد ظفر الحق بند یالوی - سید و جاہت رسول قادری، عبدالجید ساجد
مفتی محمد ابراہیم قادری - مفتی محمد جیل احمد نعیمی - مفتی عبدالخلیم ہزاروی
پروفیسر قاری محمد مشتاق انور - محمد طاہر فاروق نورانی - حاجی عطا اللہ خان نیازی

مجلس مشاورت

پیر سید مرید کاکم بخاری، ملک مطلوب الرسول اعوان، ملک محمد فاروق اعوان
صوفی گلزار حسین قادری رضوی، محمد اوریس خان سواتی، الطاف چغتائی
ماہ رخ خان قادری، مولانا صوفی غلام نقی سیلی، مولانا محمد اختر نورانی
ملک الطاف عابد اعوان، ملک قاری محمد اکرم اعوان، محمد جاوید اقبال کھارا
مرزا عبدالرزاق طاہر، پیر زادہ محمد رضا قادری، صاحبزادہ محمد بلال الہاشمی
سید عارف محمود چوہدری رضوی، پیر محمد فراز چشتی، قاری محمد عامر خان
حافظ محمد خان مال ایڈووکیٹ، مولانا محمد بشیر احمد فریدی، محمد منزل مرتضیٰ

مجلس انتظامیہ

محمد نواز علی قادری

قیمت فی شمارہ

300 روپے

سالانہ رکنیت فیس

2000 روپے

0300-9429027
0321-9429027
Ph: 0454-721787

انٹرنیشنل غوثیہ فورم انوار رضا لاہوری بلاک نمبر ۳ جوہر آباد ضلع خوشاب

حسن ترتیب

صفحہ نمبر	مضامینات
5	اپنی بات ملک محبوب الرسول قادری
6	کلمات تفکر (ادارہ)
	پیغامات
9	محسن پاکستان، بین الاقوامی شہرت یافتہ سائنس دان جناب ڈاکٹر عبدالقدیر خان
10	آبروئے صحافت، محافظ نظریہ پاکستان جناب مجید نظامی
11	جگر گوشہ قائد اہل سنت حضرت صاحبزادہ شاہ محمد اولیس نورانی
12	محقق العصر معتمد کتب کثیرہ حضرت مولانا مفتی محمد خان قادری
14	زینت السادات قدم اہل سنت حضرت سید مرید کاظم شاہ بخاری (سندھ)
15	بے باک و بے لوث محب وطن سیاست دان حضرت سید اعجاز احمد ہاشمی
17	بزرگ معتمد و مترجم ماہر رضویات سید زادہ علامہ اقبال احمد قاروقی
19	سلطان الشعراء الاستاذ علامہ محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری مدظلہ
	علامہ شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ..... (شخصیت، خدمات، احوال و آثار).....
21	ملک محبوب الرسول قادری
	علامہ شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ.....
31	نامور صحافی و کالم نگار جبار مرزا کا مہمان کالم
	مسئلہ امامت کبریٰ، عورت کی عکمرانی اور نورانی سیاست.....
35	استاذ العلماء مولانا ملک عطاء محمد چشتی گولڑوی بندہ پالوی رحمہ اللہ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله رب العالمین
الرحمن الرحیم مالک یوم
الدین ایاک نعبد و ایاک
نستعین اهدنا الصراط
المستقیم صراط الذین
انعمت علیہم غیر المغضوب
علیہم و لا الضالین

برائے ارسال نواب

ماہریت حضرت مولانا
محمد عبدالستار خان
نمازی

کارہائے حضرت مولانا
شاہ احمد نورانی رضوی

قاری عالم ہندوستان
ملک عبدالرسول قادری
(نورانی)

اداکار اسلام آباد
حضرت سید محمد شاہ بخاری
(نورانی)

صفحہ نمبر	موضوعات
87	آلپ مبلغ اسلامیہ، امام انقلاب علامہ شاہ احمد نورانیؒ حمایت ملی جدہری
101	علامہ شاہ احمد نورانیؒ پر لگائے گئے الزامات کا تحقیقی جائزہ اور اہل سنت کو دعوتِ غور و فکر محمد سلیم مست قادری
115	حق و صداقت کی نشانی شاہ احمد نورانی صدیقیؒ علامہ الحاج ابو داؤد محمد صادق رضوی
136	نورانی پارس علامہ پیر زاہد اقبال احمد قاروقی
147	قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانیؒ کی سیاسی خدمات ایک انتخابی ”لیفٹ“ جو آج بھی ایک مثال ہے
157	اہمیت انقلاب منٹگو جدہری حمایت ملی ترتیب و تدوین: کنور اختر حسین
181	قادیانی فتنہ کے خلاف اہلسنت کی نورانی تاریخ چند جھلکیاں مرزا نعیم اختر نورانی
191	قائم مرزائیت حضرت قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانیؒ محمد سلیم مست قادری
211	منظور و منظور انتخابات مرتبہ: محمد طاہر قاروقی نورانی
221	جمعیت علماء پاکستان ایک نظر میں علامہ شبیر احمد ہاشمی + رشید احمد رضوی
236	جمعیت علماء پاکستان کا تعارف و جدوجہد مولانا محمد علی نقشبندی
253	مولانا شاہ احمد نورانیؒ مظلوم قوموں کی آواز محمد جہانگیر خان صدیقی

اپنی بات

امام نورانی! آپ کا مشن جاری رہے گا

۱۱ دسمبر ۲۰۰۳ء کا دن وطن عزیز پاکستان میں نفاذ نظام مصطفیٰ ﷺ اور تحفظ مقام مصطفیٰ ﷺ کے لیے جدوجہد کرنے والے مخلصین کے لیے بہت بھاری تھا کیونکہ اُس روز اُن کے قائد سالار حضرت قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانیؒ اُن سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو گئے۔ یہ قائد سالار اُس وقت بھی اپنے عظیم مشن کی جدوجہد میں مصروف تھے انہوں نے وقت کے یزید کو لٹکا رہا تھا۔ پاکستان کے وفاقی دارالحکومت اسلام آباد میں ظالم و جاہل حکمران کے سامنے کھدق بنانے کے لیے میدانِ عمل میں تھے کہ حکم اجل آیا اور وہ اپنے رب کے حکم پر اُس کے حضور لبیک کہتے ہوئے حاضر ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جانے والے چلے گئے باقی رہ جانے والوں کو بھی اُسی بارگاہ میں ضرور جانا ہے لیکن۔

جس دمج سے کوئی مثل میں گیا وہ شانِ سلامت راقی ہے

یہ جان تو آتی جانی ہے اس جان کی تو کوئی بات نہیں

ہمارا عظیم قائد اللہ کی زمین پر رسول اللہ ﷺ کے مقدس نظام کو عملی رواج دینے کے لیے جدوجہد کرتے ہوئے دنیا سے تشریف لے گیا آج اُن کی رحلت کو نو برس بیت رہے ہیں مگر ہم ایک لمحہ کے لیے بھی اُن کی جدائی کے درد کو بھلا نہ سکے ہم اپنے رب کے حضور عہد کرتے ہیں کہ پاکستان میں تحفظِ ناموس و رسالت ﷺ اور نفاذِ نظام مصطفیٰ ﷺ کے لیے اپنی جدوجہد جاری رکھیں گے۔ امام نورانی کا پرچم تھامے رہیں گے اور قائد اہل سنتؒ کی روحِ مبارکہ سے عرض کرتے ہیں ”امام نورانی! آپ کا مشن جاری رہے گا۔“

ملک محبوب الرسول قادری

..... (مدیر اعلیٰ)

کلماتِ تشکر

اللہ رب العالمین کی بارگاہ میں سجدہ شکر ادا کرتے ہوئے اُس کی بے حد حمد و ثناء کے اُس کی توفیق خاص سے ہم اُس کے ایک مقبول اور محبوب بندے حضرت قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت، تعلیمات، افکار، گراں قدر جدوجہد کے اعتراف کے حوالے سے تصنیفی، تالیفی، صحافتی اور اشاعتی میدان میں قابلِ رشک حد تک کامیاب ہوئے ہیں۔ اس وقت ”انوارِ رضا“ کی اشاعتِ خاص ”کردارِ نورانی زندہ ہے“ کے منظرِ عام پر آنے سے ہم روحانی طور پر بے پناہ خوشی و مسرت محسوس کرتے ہیں ہم اُن تمام احباب کا مہمِ قلب سے شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے اس کام کی ترغیب و تدوین اور اشاعت و ترسیل کے امور میں تعاون فرمایا۔ اپنے ریکارڈ سے گراں قدر جواہراتِ مرحمت فرمائے بالخصوص محسنِ پاکستان بین الاقوامی شہرت یافتہ ایٹمی سائنس دان جناب ڈاکٹر عبدالقدیر خان صاحب، آرموئے صحافت، محافظہ نظریہ پاکستان جناب مجید نظامی جگر گوشہ قائد اہل سنت حضرت صاحبزادہ شاہ محمد اولیس نورانی (سینئر نائب صدر: جمعیت علماء پاکستان) محققِ احصرِ معصفت کتب کثیرہ حضرت مولانا مفتی محمد خان قادری، جناب میر طریقت ڈاکٹر محمد سرفراز احمدی سیفی، حضرت میر طریقت صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ بخاری، حضرت میر سید مرید کاظم شاہ بخاری، حضرت میر اعجاز احمد ہاشمی، جناب صاحبزادہ فیض الرسول نورانی، میر زادہ علامہ اقبال احمد قاروقی، علامہ محمد عبدالقیوم طارق سلطانی، گرامی قدر صاحبزادہ سید عطاء اشرف رضوی، محمد طاہر قاروقی نورانی، جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد طفیل ذوالنور سالک، جناب میر طریقت صوفی غلام مرتضی سیلی، جناب پروفیسر قاری محمد مشتاق انور، جناب صاحبزادہ محمد عاطف چاویہ قادری، صاحبزادہ میر سید انعام الحسنین شاہ کاظمی دہلوی، میثم عباس رضوی، جناب قاری محمد اورلیس قادری سواتی، جناب محمد عثمان رضوی، جناب پروفیسر مرزا اعجاز احمد، جناب حیدر گیلانی سمیت اُن تمام احباب کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اس اشاعتِ خاص کی تکمیل تک کسی بھی مرحلے میں دستِ تعاون دراز فرمایا۔ رہنما لَا تَزِدْ لِلْكَافِرِينَ يَدًا وَلَا تَخَفْ رَيْبًا وَلَا خَوْفًا وَتَعَبًا لِّمَا فِي الْأَفْهَامِ إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ

کردارِ نورانی زندہ ہے

پیشگامات

- ☆ محسنِ پاکستان، بین الاقوامی شہرت یافتہ ایٹمی سائنس دان جناب ڈاکٹر عبدالقدیر خان
- ☆ آرموئے صحافت، محافظہ نظریہ پاکستان جناب مجید نظامی
- ☆ جگر گوشہ قائد اہل سنت حضرت صاحبزادہ شاہ محمد اولیس نورانی (سینئر نائب صدر: جمعیت علماء پاکستان)
- ☆ محققِ احصرِ معصفت کتب کثیرہ حضرت مولانا مفتی محمد خان قادری
- ☆ زینتِ المسلمات خدمتِ اہل سنت حضرت میر سید مرید کاظم شاہ بخاری (سندھ)
- ☆ بے باک و بے لوث محبتِ وطن سیاست دان حضرت میر اعجاز احمد ہاشمی (جیئرمین: جمعیت علماء پاکستان)
- ☆ بزرگِ معصفت و مترجمِ ماہرِ رضویات میر زادہ علامہ اقبال احمد قاروقی (ایڈیٹر: جہانِ رضا، لاہور)
- ☆ سلطانِ اشعراءِ الامتاز علامہ محمد عبدالقیوم طارق سلطانی پوری مدظلہ

پیغام

محسن پاکستان، بین الاقوامی شہرت یافتہ انٹیلی سائنس دان

جناب ڈاکٹر عبدالقدیر خان

زندہ و جاوید نورانی

کردار نورانی زندہ ہے، ممتاز قلم کار اور مذہبی اسکالر جناب محبوب الرسول قادری کا ادب و ملت کے راہنماؤں کو عقیدت کے پھول پیش کرنے کا یہ بہت ہی خوبصورت اعزاز ہے۔ حضرت شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کا کردار زندہ و تابندہ ہے اور رہے گا بھی، آپ کے اجداد نے وطن عزیز پاکستان کے حصول کے لیے اور دینِ حید کی سربلندی کے لئے جو قربانیاں دی ہیں تاریخ کے سینے پر سنہری حروف سے لکھی گئی ہیں۔

مالی مرحبت شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک کارنامہ ایسا ہے جو انہوں نے ۱۹۷۴ء میں غلام احمد قادیانی کے باطل نظریے کی تصحیح کی کے لیے سرانجام دیا تھا اب تک یاد کیا جاتا رہے گا۔ حضرت مولانا شاہ احمد نورانی کی نویں برسی پر ”کردار نورانی زندہ ہے“ کی صورت میں خراجِ تحسین پیش کرنے کا طریقہ دراصل عقیدت و وابستگی کا اعلیٰ و عرذہ اظہار ہے، انسان عدم سد عار بھی جائے تو اسے اس کا کردار زندہ رکھتا ہے۔ مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ آج بھی اپنے زندہ و جاوید کردار کی وجہ سے ہمارے درمیان موجود ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں ہمارے مشاہیر کے طریقے اور اسوۂ حسنہ پر چلنے اور قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

قائد نورانی

نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

دستور قرآنی

کے نفاذ کی تحریک کو کامیاب بنانا مسلمان کا اخلاقی اور دینی فریضہ ہے کیونکہ

- ہر انسان کی جان و مال اور عزت و آبرو کا سچا محافظ ہے۔
- مزدوروں، کسانوں، طلبہ اور عوام کے حقوق کا ضامن ہے۔
- میں حکومت رعایا کی معاشی ضروریات کو پورا کرنے کی ذمہ دار ہوگی۔
- معاشرے میں اخوت، محبت، عدل و مساوات کا قابل اعتماد سرچشمہ ہے۔
- جملہ معاشرتی برائیوں کے یقینی خاتمے کا ضامن ہے۔

نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

یاد رکھیں

- میں طاقت کا سرچشمہ اللہ جل شانہ کی ذات ہے۔
- میں ہمارے عشق کا محور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔

نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

جمعیت علماء پاکستان چاہتی ہے کہ : غنڈہ گردی، رشوت خوری، چور بازاری، شراب نوشی، سود خوری، عریانی، ریس، جوا، سگنگ، ٹائٹ کلب، ذخیرہ اندوزی، دفعہ 144 اور انتہائی نظربندی کے قوانین کا ناجائز استعمال، تعصب، منافرت، علیحدگی پسندی، استحصا، لادینییت اور مہنگائی کا مکمل خاتمہ ہو۔ عدل و انصاف قائم ہو، وافر سہولتیں فراہم کی جائیں۔ خواتین کو عطا کیے گئے شرعی حقوق کا تحفظ ہو۔ عدلیہ و صحافت آزاد ہو اور عوام کو بنیادی شہری حقوق حاصل ہوں۔

اگر آپ بھی یہی چاہتے ہیں تو آئیے!

جمعیت میں شامل ہو کر شرفِ خدا اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کھنے والے قائدین کی قیادت میں نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ کے لئے جدوجہد کیجئے۔

جمعیت علماء پاکستان

پیغام

آمدنی صحافت، محافظہ نظریہ پاکستان

جناب مجید نظامی

ایڈیٹر انچیف، نوائے وقت گروپ: چیئر مین، نظریہ پاکستان ٹرسٹ، چیئر مین: وقت ٹی وی چینل

کردار کی قوت انسان کو واقعی دنیا تک اہر کر دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صدیاں بیت جانے کے باوجود عظیم کردار کے لوگ آج بھی مستقل حوالہ کا حصہ رکھتے ہیں اور بڑے احترام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ ایسے ہی پاکستانیوں میں سے ایک شخصیت جس کا تعلق ہمارے ہی عہد سے ہے وہ مولانا شاہ احمد نورانی کی شخصیت ہے وہ ایک دیانت دار، محب وطن، اصول پرست، حق گو، سحر سے صاف کمرے اور سچے عاشق رسول سیاست دان اور مبلغ اسلام تھے وہ مضبوط کردار کے حامل تھے ان کا علم اور تقویٰ اس معاشرے کے لئے عمدہ مثال تھی انہوں نے ہمیشہ اصولوں کی سیاست کی اور فتنوں بھرے سیاسی ماحول کو ٹھکانے کے لئے جدوجہد کرتے رہے وہ اسلام کے بے لوث اور انگلیک چاہد تھے ہم نے انہیں بہت کڑے امتحانوں میں کامیابی سے باہر آتے دیکھا وہ ہر میدان اور محاذ کے قادی تھے وہ ہمیشہ سرخرو رہے نظریہ پاکستان کے تحفظ اور جذبہ حب الوطنی کے فروغ کے لئے مولانا شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ کی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ خدا انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے۔

سہ ماہی ”انوار رضا“ جو رہا آپ جناب ملک محبوب الرسول قادری کی زیر اہانت دینی، ملی، سماجی اور علمی خدمات سر انجام دے رہا ہے اس مادی دور میں صاف سحر پر چہ لالنا بجائے خود ایک مشکل مگر آحسن اقدام ہے جس میں ملک محبوب الرسول قادری کامیاب ہیں۔ ان کی محنت اور کوشش سے میں ذاتی طور پر متاثر ہوں اس وقت انہوں نے حضرت مولانا نورانی صاحب رحمہ اللہ کے حوالے سے..... ”کردار نورانی زندہ ہے“..... کے زیر عنوان اشاعت خاص کا اہتمام کیا ہے جتنی بے شمار قارئین کے لئے مفید محققین کے لئے حوالہ اور تاریخ کو محفوظ کرنے کی عمدہ کوشش ہے میں دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے کاموں میں دل جمعی کے ساتھ کوشش جاری رکھنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔



Jamiat Ulama-e-Pakistan
Under the Patronage of Jamiat Ulama-e-Pakistan
Pakistan Institute of Islamic Studies, Al-Farooq
Urban Extension, Wazirpur, Islamabad

پیغام

بکر کوثر قائم الدین

حضرت صاحبزادہ شاہ محمد اولیس نورانی مدظلہ

سینئر نائب صدر: جمعیت علماء پاکستان

..... کردار نورانی زندہ ہے.....

قائد اہلسنت امام الشاہ احمد نورانی صدیقی رحمہ اللہ کے وصال پر محال کو ۹ سال گزر چکے ہیں الحمد للہ ان کی امانت جمعیت علماء پاکستان نامساعد حالات کے باوجود مشن نورانی پر سختی سے عمل پیرا ہے پورے ملک میں نظام مصطفیٰ ﷺ عقیدہ ختم تحفظ نبوت ﷺ اور تحفظ ناموس رسالت ﷺ سمیت اہم قومی ایشوز پر اپنی بساط کے مطابق کام کر رہی ہے تحریر کے میدان میں ہم سب کے محبوب ملک محبوب الرسول قادری حوام اہلسنت کی روایتی عدم توجہی اور محدود وسائل کے باوجود جو روشن کام کر رہے ہیں اس پر ان کو جتنی بھی داؤد حسین دی جائے وہ کم ہے وہ حضرت رحمہ اللہ کی لویں (۹) عرس کے موقع پر گیارہ دسمبر کو ”کردار نورانی زندہ ہے“ کے عنوان سے موسوم کتاب مظر عام پر لا رہے ہیں اسکی اشاعت پر میں دل کی گہرا یوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

فقیر شاہ محمد اولیس نورانی صدیقی
۱۴ محرم الحرام..... کراچی پاکستان

پیغام

محقق العصر مفت کتب کثیرہ

حضرت مولانا مفتی محمد خان قادری

امیر کاروان اسلام بانی و شیخ الجامعہ جامعہ اسلامیہ لاہور

اللہ تعالیٰ نے انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی بعثت کا مقصد عبادات اور خوف و خشیت کے ساتھ ساتھ معاشرے کی تعمیر سیرت و کردار بھی متعین فرمایا۔ کردار کی پختگی اور اخلاص و اخلاق کی خالصت معاشرتی ترقی کا باعث ہوتی ہے اور کردار کی کمزوری ہی معاشرتی زعمی کو زوال کے گہرے ظلمت کدوں میں پھینک دیتی ہے انسان کو اعتقادی صحت اور لہجہ کی جذبہ ثبت کردار کے ساتھ مل کر قرب خدا کی منزلوں سے آشنا کرتا ہے اور اس کی تائید میں ایک آدھ مثال نہیں پوری امت کی ساڑھے چودہ سو سالہ روشن تاریخ بول بول کر گواہیاں دے رہی ہے صلحائے ملت اور اولیائے امت کی زعمگیاں سیرت رسول ﷺ کے نور سے مستعیر تھیں اور انہی مخطوط پر عمل درآمد نے انہیں عزت و وقار کا استعارہ بنا دیا۔ ہمارے عہد کے عظیم دینی و ملی سیاسی، روحانی اور سماجی شخصیت حضرت قائد ملت اسلامیہ مولانا شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ بھی اسی خوش بخت اور پاکہا ز قافلے کے رکن رکین تھے۔ ہم نے مولانا شاہ احمد نورانی کی بصیرت، ملی قابلیت، شریعت کی بالادستی کے لئے انشک اور مسلسل جدوجہد، دین بزار قوتوں کے ساتھ حکمت و دانائی کے ساتھ معاملہ کرنے، زہد و تقویٰ، دیانت داری، تبلیغ و اشاعت دین، شجاعت، اصول پسندی اور دانش مندی کے بیسوں واقعات دیکھے اور سنے۔ پھر نتیجہ یہ اخذ کیا کہ گھر کی تربیت، ملی ثقافت اور محنت و غلوص سے جو شخصیت تعمیر ہوتی ہے وہ گفتار کی نہیں بلکہ کردار کی غازی شخصیت بنتی ہے مولانا شاہ احمد

نورانی واقعی کردار کے غازی تھے ہمارے دیرینہ ساتھی محبوب المل سنت ملک محبوب الرسول قادری نے پہلے بھی حضرت نورانی صاحب قبلہ رحمہ اللہ کی شخصیت پر بہت کام کیا ہے اب کی بار وہ ”کردار نورانی، زندہ ہے“ کے عنوان سے ”انوار رضا“ کی اشاعت خاص کا اہتمام کرنے جا رہے ہیں یہ کام وقت کی اہم ضرورت ہے اگر اہل سنت کے مختلف ادارے اور باصلاحیت شخصیات اسی طرح علمی دیانت اور سہائی کے ساتھ تاریخ کو مرتب و مدون کر دیں تو یہ ملت و امت کے ماضی و حال کو مستقبل تک محفوظ طریقے سے نقل کرنے کی کامیاب کوشش ہوگی۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ملک محبوب الرسول قادری کو ان تمام پروگراموں کی تکمیل کی توفیق ارزانی فرمائے جو انہوں نے شروع کر رکھے ہیں۔ آمین

خود احتسابی..... پیغام بیداری

”یہاں غیروں کا تو گھٹہ شکوہ ہی بے کار ہے کہ ان کا جو طریقہ ہے اس پر وہ عمل کرتے ہی رہیں گے البتہ احتساب خود اپنا کرنا چاہئے کہ اپنی خدمات اور کثرت تعداد کے باوجود ہم سے بے توجہی اور ہماری یہ ناقدری کیوں ہے؟ عند اللہ ہمیں اپنے کاموں کا جو اجر ملے گا اس کا ہمیں جو کچھ کرنا چاہئے اس پر نہایت سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے ورنہ حالات جوں کے توں باقی رہیں گے اور مخالفین کی ظاہری بالادستی ہمارے اوپر اسی طرح قائم رہے گی ہمیں اپنی اصلاح کے لیے بالکل اس حقیقت کا اعتراف کر لینا چاہئے کہ ہمارے اندر جماعتی شعور اور تنظیمی صلاحیت کا افسوس ناک حد تک فقدان ہے اور اس ایک کمی نے ہمارے وزن اور قدر کو داؤ پر لگا رکھا ہے۔“

(مولانا یحیٰی اختر مصباحی — ماہنامہ چار دہلی، ص ۳۳، اپریل ۱۹۹۰ء)

پیغام

زینت السادات مخدوم اہل سنت

حضرت پیر سید مرید کاظم شاہ بخاری

آستانہ سادات..... سومرا کالونی میرپور ماٹیلیو (سندھ)

پیغام

محبت وطن، صاف گو اور اصول پسند سیاست دان، قائد اہل سنت کے رفیق خاص

جناب پیر اعجاز احمد ہاشمی

چیمبرمین: جمعیت علماء پاکستان

قائد اہل سنت حضرت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کا نام ملکی سیاست میں ایک روشن آفتاب و ماہتاب کی حیثیت سے ہمیشہ جگمگاتا رہے گا کہ انہوں نے ساری زندگی اصولوں کی پاسداری کرتے ہوئے غافل نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم احکام پاکستان، فکری گودی اور دہشت گردی کے خاتمے، عوام کے طرز حیات کے معاشی و معاشرتی معیار کو بلند کرنے اور دینی اقدار کی بالادستی کے لئے وقف کئے رکھی اور کسی تساہل کے بغیر مسلسل مصروف جہد رہے۔ ہمارے اجداد کے زمانے سے ان کے ساتھ خانمانی طور پر بہت اچھے روابط ہیں اور میری ان سے رفاقت بہت قدیم ہے یہی بات یہ ہے کہ میں نے ان جتنی پختہ کردار کی حامل کوئی دوسری شخصیت نہیں دیکھی۔ مولانا نورانی رحمۃ اللہ علیہ مضبوط کردار کے حامل قومی سیاست دان تھے ان کی رحلت نے انہوں کو تو بہت زیادہ دکھ دیا ہی ہے مگر دوسرے بھی ان کی جدائی کو شدت سے محسوس کرتے ہیں مولانا نورانی ملت بلکہ پوری امت کا بہت قیمتی اثاثہ تھے ان کے پاس کردار کی بڑی قوت تھی جس کی طاقت سے وہ جہاں جاتے، چھا جاتے تھے۔ ان کی وفات کے بعد ہمارے تنظیمی اور جماعتی ساتھی مولانا ملک محبوب الرسول قادری نے جس تسلسل کے ساتھ حضرت مولانا نورانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے اپنے رسالے کے پے درپے کئی خصوصی نمبر شائع کئے ہر سال مسلسل نورانی ڈائری شائع کرنا اپنا معمول بنایا اور ہمیشہ اخبارات میں اس عنوان سے

اللہ تبارک و تعالیٰ نے دنیا میں مسلمانوں کی اصلاح کے لئے ایسی برگزیدہ ہستیوں کو پیدا فرمایا جنہوں نے عالم اسلام اور تمام مسلمانوں کے دلوں میں سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے دیپ جلائے اور ساری دنیا کو نورِ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے روشن کر دیا۔ انکی بہت سے شخصیات میں سے ایک ہستی موجودہ صدی کے مجدد اور عالم اسلام کے روحانی پیشوا حضرت علامہ قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے جنہوں نے ملک کے آئین میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلویا۔ ان کی زندگی حلق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عبارت تھی۔ وہ اسلام کے مجاہد کبیر اور ملت کے قائد سالار تھے ان کی نظرِ عالمی افق پر بڑی گہری تھی اور ان کا ویژن بہت کھلا تھا۔ ہم نے انہیں کراچی، لاہور، ملتان، خاٹواں قادریہ بھرچوڑی شریف، سکس اور سکون شریف میں بار بار دیکھا، سنا، ملے اور ان سے راہنمائی لی۔ ہر مرتبہ ان سے ملنے پر ان کی بہت سی نئی خوبیوں، خصوصیات اور لیاقت و قابلیت سے شناسائی ہوئی۔ وہ پوری قوم کے لئے اللہ تعالیٰ کا انعام تھے۔ عزیز گرامی مولانا ملک محبوب الرسول قادری نے ان کی شخصیت پر جس قدر طبعی کام کیا ہے وہ قابلِ رشک ہے بلاشبہ انہوں نے اپنے قائد کے ساتھ محبت و تعلق داری کا حق ادا کر دیا ہے پوری قوم کو ان کا شکر گزار ہونا چاہیے۔ میرا یقین ہے کہ ملک صاحب مستقبل میں حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے کام کرنے والوں کے لئے مرجع اور ماخذ قرار پائیں گے۔ ”کردارِ نورانی، دعوہ ہے“ اسی سلسلہ محبت و محنت کی ایک کڑی ہے اللہ تعالیٰ ان کو اس کا رخصی بہترین جزا عطا فرمائے۔ آمین



قائد اہل سنت امام الشاہ احمد نورانی رحمہ اللہ (م: ۱۱ دسمبر ۲۰۰۳ء)

مولانا کی مختلف جہتوں پر مضامین لکھے اور ان کی اشاعت کا اہتمام کیا۔ وہ قادری صاحب کی حضرت قائد اہل سنت کے ساتھ قلبی وابستگی، دینی ہم آہنگی اور نظریاتی تعلق کا مضبوط اور پائیدار حوالہ ہے اس وقت ”کردار نورانی زندہ ہے“ کے عنوان سے ان کا خصوصی نمبر شائع ہو رہا ہے جو خوش آمد بھی ہے اور مستقبل کے لیے ایک عمدہ تحفہ بھی۔ میں محترم ملک محبوب الرسول قادری کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دارین میں ان کے لئے اجر عظیم کی دعا کرتا ہوں۔

قائد اہل سنت نے فرمایا

باشعور سنیوں کے دلوں پر امام نورانی کی دستک

آپ کے متعلق ہمیں شکایت ہے وہ یہ کہ آپ نے بے یوپی کا پیغام عام کرنے کے لیے توجہ نہیں دی۔ آپ نے اپنی قیادت کی طرح جان توڑ کر محنت نہیں کی۔ آپ ابھی تک دعوت و تحریک کے حوالے سے سنجیدہ نہیں ہوئے۔ تحریک نظامِ مصطفیٰ ﷺ میں شامل ہو کر بھی آپ کے شب و روز میں کوئی نمایاں فرق محسوس نہیں ہوتا۔ آپ نے خود کو ملک میں انقلابِ نظامِ مصطفیٰ ﷺ کے لیے پوری طرح وقف نہیں کیا۔ آپ ابھی تک تحریک نظامِ مصطفیٰ ﷺ کی خاطر قربانی دینے کے لیے دینی طور پر تیار نہیں ہوئے۔ یہ حال تو اپنا ہے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے مخالفین لوگوں کو گھروں سے نکالنے کے لیے ہر دروازے پر دستک رہے ہیں میں آپ سے کہوں گا کہ ذرا یہاں ٹھہر کر تھوڑا سا اپنا احتساب کر لیجئے اور ذرا غور کیجئے! پھر تھوڑی دیر کے لئے سوچئے کہ ہم کیا کر رہے ہیں؟ آپ سوچیں تو سہی! آخر وہ کیا ہے کہ آپ اتنے غیر منظم ہیں؟

(اقتباس خطاب امام نورانی اپریل ۱۹۸۷ء بمقام قلم کھنڈ قاسم باغ، ملتان)

اشاعت خاص
کوہ نورانی زندہ

کوہ نورانی زندہ



قائد اہل سنت علامہ الشاہ احمد نورانی، جنرل کے ایف اے، ابو الہدیاء علامہ سعید احمد مجددی
تاریخہ رسول، مولانا خادم حسین شریکوئی، حمایت علی چودھری شہید، محمد طاہر فاروقی اور دیگر

اشاعت خاص
کوہ نورانی زندہ

کوہ نورانی زندہ

سیاسی منظر نامے پر علامہ خیال کی نشست



قائد ملت اسلامیہ مولانا شاہ احمد نورانی اور نواب زادہ نصر اللہ خان



علامہ الشاہ احمد نورانی اور سابق وزیراعظم ملک معراج خالد کی ملاقات
جنرل کے ایف اے، ابو الہدیاء علامہ سعید احمد مجددی

پیغام

بزرگ معتمد و مترجم، ناشر و ضوابط

پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی

ایڈیٹر "جہانِ رضا" لاہور

قائد اہل سنت الشاہ احمد نورانی رحمہ اللہ

.....ایک زندہ کردار.....

الشاہ احمد نورانی صدیقی رحمہ اللہ موجودہ صدی کے عظیم قائد اور سنی راہنما تھے آپ کی ساری زندگی نظامِ معطلی کے نفاذ کے لئے گزری آپ کی کوششوں سے پاکستان کے سنیوں کی اکثریت ایک سیاسی اور دینی قوت بن کر سامنے آئی۔ آپ کی قیادت ایک نورانی کردار کی روشنیاں پھیلاتی ہوئی آئی اور حقیقت ہے کہ آپ کے نورانی کردار کی راہنمائی نے طالب علموں سے لے کر اساتذہ تک، درویشوں سے لے کر مشائخ تک، عام و درکروں سے لے کر بلند قد سیاست دانوں تک، ہر ایک کو متاثر کیا۔

الشاہ احمد نورانی صدیقی رحمہ اللہ کے "قائد نظامِ شریعت" کے ایک سپاہی مولانا ملک محبوب الرسول قادری نے کردارِ نورانی پر ایک خوبصورت کتاب لکھنے کا اعلان کیا ہے اور آپ نے کوشش کی ہے کہ نئی نسل کو اپنے قائد کے سیاسی اور ملی کردار سے روشناس کرائیں اور بھولے نکلے نوجوانوں کو بتائیں کہ ایک زندہ کردار اور نورانی کردار کبھر سے

اشاعت خاص
کردارِ نورانی زندہ ہے

انوارِ رضا
سہ ماہی انوارِ رضا لاہور



سید شہید احمد حضرت امام حسین علیہ السلام کا نقش (15 جولائی 1994ء) نورانی مسد جوہر آپ کے منتخب قائد اہل سنت و جماعت اور نورانی شریعت فرما چکے۔ ملک محبوب الرسول قادری اپنے عظیم قائد کے لیے سوچ



قائد اہل سنت علامہ الشاہ احمد نورانی۔ انوارِ رضا لاہور میں (16 جولائی 1994ء) (ملک محبوب الرسول قادری اور ملک عبدالعزیز اعوان مصراہ ہیں)

ہوئے کارواں کو منزل مقصود تک پہنچانے کے لئے کتنا اہم کام کرتا ہے اور ذروں کو افکار کیسے ایک بلند مقام دلاتا ہے۔

ستارہ می ہلکھ آتھ می یاد

مجھے قائدِ اہلسنت الشاہ احمد نورانی صدیقی رحمہ اللہ کے زیرِ قیادت زندگی کے چند سال گزارنے کا موقع ملا ہے۔ میں آپ کے قائدانہ کردار پر روشنی ڈالنا چاہوں تو ایک دفتر چاہیئے میں نے دیکھا کہ آپ ایک عالمِ دین، ایک سیاسی رہنما اور ایک روحانی پیشوا کی حیثیت سے اپنے کردار کی روشنیوں میں ہر ایک کو متاثر کرتے ہیں۔ طالب علموں کے ساتھ گفتگو منوں پر بیٹھ کر ملی باتیں کر رہے ہیں ملائے کرام کی مجالس میں ملی مباحث پر ملی گفتگو کر رہے ہیں۔ سیاست دانوں کے مجمع میں سیاسی گھبراہٹیں سلجھا رہے ہیں اربابِ اقتدار کے سامنے ایک جرأت مند لیڈر کی حیثیت سے کلی مسائل اور عالمی حالات پر گفتگو کر رہے ہیں۔ آج ہم سیاسی راہنماؤں کو دیکھتے ہیں تو وہ دولت کے بکھیروں میں الجھے ہوئے ہیں۔ دینی علماء کو دیکھتے ہیں تو وہ فردوسی اختلافات کی راہوں میں پھنسے ہوئے ہیں مشارع کی خانقاہوں میں جائیں تو وہاں بذر و نیاز پر جھگڑے ہیں۔ اقتدار کے ایوان کو دیکھیں تو وہاں اقتدار کی کرسیوں پر باتیں ہو رہی ہیں اور سودے بازی جاری ہے۔

ملک و ملت کے جس کردار کی ضرورت ہے وہ ناپید ہے ہم نے حضرت مولانا شاہ احمد نورانی کو دیکھا تھا وہ کردار کی شرحِ فروزاں تھے زیرِ مطالعہ کتاب میں آپ کو الشاہ احمد نورانی کے کردار کی مثالیں ملیں گی اور آپ کردارِ نورانی کی روشنیوں میں اپنے اخلاق اور کردار کو روشن کریں گے۔

ہم جناب ملک محبوب الرسول قادری صاحب کی اس مسامی پر مدیہِ تحریک پیش کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس کوشش کو نوجوانوں کے کردار کے لئے مشعلِ راہ بنائے۔

شاعری کی نوا

سلطان الشعراء

الاستاذ حضرت علامہ محمد عبدالقیوم

طارق سلطانپوری مدظلہ

کتاب مستطاب موسوم بہ

..... کردارِ نورانی زندہ ہے

اثر خاصہ: ادیب شہیرہ محبوب جہانِ ادب و صحافت

ملک محبوب الرسول قادری مدیدہ

مدیر ماہنامہ ”سوئے حجاز“ لاہور: مدیر اعلیٰ سہ ماہی ”انوارِ رضا“ جوہر آباد

سال اشاعت ۱۴۳۳ھ ۲۰۱۲ء

ٹکالے خوب ”انوارِ رضا“ کے پے پے نمبر ملک صاحب کی رفتارِ قلم ہے وجہِ حمدانی رواں ہے ادبِ ملت کے لئے ملکِ منیران کا فردِ حق کی خاطر وقف ہے ان کی ہم رانی عطا کی حق تعالیٰ مصلیٰ و وہابِ مطلق نے اُسے جلالی فکر اور جذبے کی فراوانی وہ بھی شامل ہے ان پر جوش و باغلاں بندوں میں جنہوں نے کی سدا اقدارِ ملت کی تمہانی ہے جی زندگی، صرف مہمہ تر کاموں میں کرنی ہے سربا جہد و حرکتِ مروح نے دل میں ہے خدائی

علامہ شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ

(شخصیت، خدمات، احوال و آثار)

حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی ۱۷ رمضان ۱۳۳۳ھ / اپریل ۱۹۱۸ء کو میرٹھ (ہندوستان) میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب خلیفہ اول حضرت صدیقی اکبر رحمہ اللہ سے جاملتا ہے اسی نسبت سے آپ صدیقی کہلاتے تھے۔ انہوں نے آٹھ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا تھا۔ حفظ قرآن کے بعد ثانوی تعلیم کے لئے ایسے سکول میں داخلہ لیا جہاں ذریعہ تعلیم عربی تھا۔ عربک کالج میرٹھ (یوپی ہندوستان) سے بھی ڈگریاں حاصل کیں۔ درس نظامی کی کتب حدودالہ مدرسہ اسلامیہ قومیہ میرٹھ میں استاذ العلماء علامہ غلام جیلانی میرٹھی سے پڑھیں۔

دستار بندی کے موقع پر ایک پُر وقار تقریب کا انعقاد ہوا جس میں آپ کے استاذ محترم مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی آپ کے والد ماجد مولانا شاہ عبد العظیم صدیقی اور صدر الافاضل مولانا سید فہیم الدین مراد آبادی کے علاوہ شاہزادہ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خان مفتی اعظم ہند بھی مسند افروز تھے۔ آپ کئی عالمی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ عربی، فارسی، اردو، انگریزی (امریکن اور برٹش لہجہ میں)، سواحلی (افریقی)، فرانسیسی کے علاوہ بنگالی، سمبھاتی سبھی زبانیں بڑی روانی سے بول سکتے تھے۔ علامہ نورانی تحریک پاکستان کے دور میں طالب علم تھے۔ آپ نے نہ صرف تحریک پاکستان میں حصہ لیا بلکہ میرٹھ کی سطح پر نوجوانوں کو ہندوؤں کا مقابلہ کرنے کے لئے فکری اعزاز میں منظم بھی کیا۔ مسلم لیگ کی حمایت میں خلیج بن پوری (یوپی) بھارت) میں سنی کانفرنس منعقد ہوئی تو آپ نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ۱۹۵۲ء

کئی پروردگار پہلو اس نے دکھائے زمانے کو اُسے محبوب ہے ذات و حیات شاہ نورانی میاں کی اس کتابِ خوب سے اس نے زمانے پر بہ اعزازِ حمیں، کردارِ نورانی کی تابانی پر خوبی اس کتاب اور الفاظ سے نمایاں ہے خیا اس کے عمل کی اس کی سیرت کی درخشانی ہمارے پاس آج، السوس سے یہ کہنا پڑتا ہے عظیم الشان اس انسان کا کوئی نہیں جانی ملک محبوب کی یہ سہی نورانی قیمت ہے جو حق تھا ہوگی ہم سے نہ اس کی مرجہ دانی کتاب حق کی تاریخِ علمات مل گئی طارق ”سچائی، آگہی“ سے جب کہا چہ بار ”نورانی“ ۱۱۰ ۳۶۷

بڑے اعلا سے تاریخِ بھری سال میں طارق رقم کی میں نے ”زین و خوبی کردارِ نورانی“ ۱۳۳۳ھ
”دوئے“ ”دیہ دور“ اک اور بھی تاریخِ طارق نے کہی ہے ”ناستانِ رستہ کردارِ نورانی“ ۳۰۱۲+۲۰۰۸+۳

قرض دینے کی فضیلت و ثواب

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ کے ہاں جب کوئی سائل آتا تو آپ اس کی ضرورت کے مطابق اُسے قرض دیتے اور اس سے واپس کا تقاضا نہ فرماتے تاکہ آپ کو قرض کے برابر رقم روزانہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا ثواب ملتا رہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں سائل کو دیے خیرات کے طور پر دینے کی بجائے اس کی ضرورت کے مطابق اسے اس لیے قرض دیتا ہوں کہ ایک تو اسے کسی اور سے مانگنا اور دہر دہر پھرنا نہ پڑے اور دوسرے یہ کہ مجھے اسی قدر رقم روزانہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا ثواب ملتا رہے ورنہ اس قدر رقم روزانہ خرچ کرنا میری استطاعت میں نہیں۔

میں مرزا نیوں کے خلاف کراچی میں آل پاکستان مسلم پارٹیز کانفرنس کا انعقاد ہوا تو آپ اس بورڈ کے اہم رکن مقرر ہوئے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں کراچی میں مولانا عبدالحمید بدایونی علیہ الرحمہ (م ۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۰ء) اور دیگر علماء کے ساتھ تحریک میں شریک ہوئے۔ آرام باغ میں جمعہ کے دن تحریک کا آغاز ہوا تو علامہ نورانی پیش پیش تھے۔ گرفتاری کے لئے رضا کاروں کی تیاری کے علاوہ دیگر ضروری انتظامات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ۱۹۵۳ء میں علامہ شاہ احمد نورانی نے اپنے والد ماجد علامہ شاہ عبدالعظیم صدیقی علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد ان کے مشن کو نہایت حسن و خوبی کے ساتھ سرانجام دینے کا عزم کر لیا۔ ۱۹۵۵ء میں آپ جامعہ ازہر (مصر) کے علماء کی دعوت پر قاہرہ تشریف لے گئے اور علماء کے عظیم اجتماعات سے خطاب کیا۔ ۱۹۵۸ء میں علامہ نورانی نے حضرت مفتی ضیاء الدین بابا خانوف مفتی اعظم روس کی خصوصی دعوت پر روس کا تبلیغی دورہ کیا اور سوشلسٹ معاشرے کا گہری نظر سے مطالعہ کیا۔ ازبکستان، تاشقند، سرقتہ بخارا کے مسلمانوں میں دینی جذبہ پیدا کرنے میں آپ نے اہم کردار ادا کیا اور روسی حکومت کے پروگرام کے برعکس سوشلسٹ رہنما لینن کی قبر پر پھول چڑھانے سے انکار کر دیا۔ جس کے سبب اس موقع پر ایک طرف تو پھل بچ گئی مگر دوسری طرف اسلامی موقف کھل کر سامنے آیا۔

علامہ نورانی، مشہور مولانا روم اسنے دکن انداز میں پڑھتے تھے کہ روس کے تبلیغی دورہ کے دوران ازبکستان، تاجکستان، سرقتہ بخارا اور دوسرے مقبوضہ علاقوں کے مسلمانوں نے ہار ہار آپ سے مشہور مولانا روم سنانے کی فرمائش کی۔ سرقتہ میں آپ نے مصحف عثمانی کے اصل نسخہ کی زیارت کی۔ ۱۹۵۹ء میں علامہ شاہ احمد نورانی نے مشرق وسطیٰ کا خیر سگالی دور کیا۔ ۱۹۶۰ء سے ۱۹۷۰ء تک علامہ شاہ احمد نورانی نے مشرقی افریقہ، مدغاسکر، سیلون (سری لنکا) اور شمالی افریقہ، صومالیہ، کینیا، ٹانزانیہ، یوگنڈا اور ماریشس کے دورے کیے نیز تانجیریا کے وزیر اعلیٰ جناب احمد بیلو شہید کی دعوت پر وہاں تشریف لے گئے اور ان کے ذاتی مہمان کی حیثیت سے چار ماہ کا تبلیغی

دورہ کیا۔ ۱۹۶۲ء میں آپ کی شادی مدینہ منورہ میں ہوئی۔ اسی دورے میں آپ نے ترکی، فرانس، مغربی جرمنی، برطانیہ، تانجیریا، اسکینڈینیویا ممالک، جاپان، امریکہ، جنوبی امریکہ، کینیڈا، جزائریہ، یوگنڈا، مالاگوسی اور سرینام (ڈچ گیانا، جنوبی امریکہ) کا تبلیغی دورہ کیا۔ دورہ افریقہ سے واپسی پر کراچی میں مولانا عبدالحمید بدایونی علیہ الرحمہ (م ۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۰ء) کی طرف سے دیئے گئے استقبالہ میں اپنے دورہ کے تاثرات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

”افریقائی مسلمانوں نے پاکستان کے خلاف بھارتی جارحیت کی شدید مذمت کی ہے۔ میں گیارہ ماہ قیام کے دوران جہاں بھی گیا میں نے محسوس کیا کہ افریقی مسلمان اسلام کو اسی طرح پسند کرتے ہیں جس طرح قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے پسند کیا تھا۔ سینگال، جزائریہ، یوگنڈا، سوڈان، صومالیہ، مالی، تانجیریا، مدغاسکر، کانگو، چاڈ، داہومی، آئیوری کوسٹ کے لوگ اچھی عادات کے حامل ہیں اور اپنی عادات کی وجہ سے وہ روز بروز اسلام کے قریب ہوتے جا رہے ہیں“ اسی سال سرینام (جنوبی امریکہ) میں بھی سات ماہ قیام کر کے حقہ مرزائیت کو پکلا اور ایک مناظرے میں مرزائیوں کو شکست فاش دی کہ اب وہاں مرزائی کسی سنی عالم دین کے مقابلے میں آنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ مولانا شاہ احمد نورانی کے مزاج میں مزاح کا عنصر بھی تھا جب قومی اسمبلی میں غلام غوث ہزاروی نے ذوالفقار علی بھٹو کی خوشامد کرتے ہوئے کہا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا سہرا مسٹر بھٹو کے سر بٹتا ہے تو مولانا نے فوراً ہی الہدیہ جملہ کسا کہ سبحان اللہ! جو لوگ کل تک سہرے کو بدعت قرار دے رہے تھے آج وہ خود بھٹو کے سر پر سہرے باندھ رہے ہیں۔

۱۹۶۵ء میں آپ نے جمعیت تبلیغ الاسلام کی دعوت پر شمالی انگلینڈ اور اس کے علاوہ امریکہ، جنوبی امریکہ کا تبلیغی دورہ کیا۔ ۱۹۶۸ء میں علامہ شاہ احمد نورانی نے ٹرینیڈاڈ میں ایک قادیانی (جو کہ اسلامک ریپوبلکین (برطانیہ) کا ایڈیٹر تھا) سے ساڑھے پانچ گھنٹے مناظرہ کیا، بالآخر وہ کتابیں چھوڑ کر بھاگ گیا۔ ۱۹۶۹ء میں آپ نے پاکستان آنے

خصوصی کٹل اور رہبر کٹل کا ممبر بھی منتخب کیا گیا۔ آپ نے پوری ذمہ داری کے ساتھ دونوں کمیٹیوں کے اجلاس میں شرکت کی۔ آپ نے قادیانیت سے متعلقہ ہر قسم کا لٹریچر اسلی کے ممبروں میں تقسیم کرنے کے علاوہ ممبروں سے ذاتی رابطہ بھی قائم کیا اور ختم نبوت کے مسئلہ سے انہیں آگاہ کیا۔ اس تحریک میں تین ماہ کے دوران آپ نے صرف پنجاب کے علاقے میں تقریباً چالیس ہزار میل کا دورہ کیا۔ ڈیڑھ سو شہروں، قصبوں اور دیہاتوں میں عام جلسوں سے خطاب کرنے کے علاوہ سینکڑوں کتابوں کا مطالعہ کیا۔ ان کی ذہانت و قابلیت اور حاضر جوابی بھی مدیم الطیر تھی جب ذوالفقار علی بھٹو سے قائد حزب اختلاف کی حیثیت سے آپ کا پہلا تعارف ہوا تو مسٹر بھٹو نے کوثر نیازی سے کہا کہ اچھا ایہ مولانا نورانی ہیں جو حکومت کے کاموں میں کیڑے نکالتے رہتے ہیں؟ اس پر آپ نے فی البدیہہ جواب دیا کہ حکومت اپنے کاموں میں کیڑے کیوں پڑنے دیتی ہے جو ہمیں نکالتے پڑتے ہیں اس پر مسٹر بھٹو خاموش ہو گئے ۱۹۷۵ء میں علامہ نورانی نے ورلڈ اسلامک مشن کے تحت مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی، پروفیسر شاہ فرید الحق اور علامہ ارشد القادری کی رفاقت میں امریکہ، افریقہ اور یورپ کا تبلیغی دورہ کیا۔ مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کی حاضری اور حج و زیارت کی سعادت سے بہرہ ور ہونے کے بعد یہ وفد ۱۲ جنوری ۱۹۷۵ء کو حیدرہ سے نیروبی (کینیا، افریقہ) پہنچا۔ نیروبی کی جامع مسجد کھمرا میں علامہ نورانی نے عربی میں خطاب کیا۔ بعد میں تقریر کا سوڈانی زبان میں ترجمہ پیش کیا گیا۔ نیروبی ٹی وی اسٹیشن پر آپ کا انٹرویو ریکارڈ ہوا جس میں آپ نے فرمایا: ”افریقی ممالک میں قادیانی اسلام کا نام لے کر مصروف کار ہیں مگر درحقیقت وہ ان ملکوں کے اتحاد کو کمزور کر رہے ہیں۔“

۲۳ مارچ ۱۹۷۷ء کو لاہور سے آپ کو حراست میں لے لیا گیا گڑھی خیرہ (سندھ) میں جو گرم ترین علاقہ ہے بجلی اور پچھے کی سہولت کے بغیر رکھا گیا بلکہ پانی کی بنیادی سہولت تک سے محروم کیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد عرب ممالک کی کوششوں سے رہائی ہوئی مگر ۵ جولائی ۱۹۷۷ء کو ملک میں مارشل لا کے نفاذ پر آپ کو قومی اتحاد کے

دوسرے رہنماؤں کے ساتھ مری میں زیر حراست رکھا گیا۔ جنوری ۱۹۸۱ء میں علامہ نورانی کینیا کے مسلمانوں کی دعوت پر تبلیغی دورہ کے لئے کراچی سے روانہ ہوئے۔ آپ پہلے مکہ مکرمہ (سعودی عرب) حاضر ہوئے۔ وہاں عمرہ ادا کرنے کے بعد مدینہ منورہ کی حاضری۔ پھر عید میلاد النبی ﷺ کی ایک عظیم الشان تقریب سے خطاب کرنے کے لئے نیروبی (کینیا، افریقہ) تشریف لے گئے۔ بعد ازاں آپ نے مارٹنس، جنوبی افریقہ، دہانے، ملاوی، جزائر فجی، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، ہانگ کانگ اور سنگاپور کے کامیاب تبلیغی دورے کئے۔ اس چھ ماہ کے تبلیغی دورہ میں نوے افراد آپ کے ہاتھ پر شرف بہ اسلام ہوئے۔ تبلیغی دورہ سے واپسی پر کراچی میں حاجیانی حور ہائی ہال میں عظیم اہل سنت و جمود لائن و رحمانیہ کوآرڈر کی جانب سے دی جانے والی افطار پارٹی میں تقریر کرتے ہوئے علامہ نورانی نے کہا کہ ”اہم بات یہ ہے کہ یورپ، مشرق بعید اور افریقہ والے اسلام قبول کر رہے ہیں لیکن ان ممالک میں موجود بعض لوگوں نے تبلیغ کے نام پر گروہ بندیاں قائم کر رکھی ہیں۔ ان لوگوں نے اپنی من گھڑت تاویلات سے دین کو نقصان پہنچایا ہے اور اپنی بے راہ روی سے نو مسلموں کو اسلام سے بھڑک کر رہے ہیں۔ علامہ نورانی نے کہا کہ ہم نے اسلام ورشہ میں پایا ہے جبکہ یورپ اور دیگر ممالک کے نو مسلموں نے اسلام کی حقانیت کو دیکھ اور پرکھ کر اسے قبول کیا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اسلام قبول کر لینے کے بعد ان کی زندگی میں انقلاب آ جانا چاہئے لیکن ختم ملاؤں کے قول و فعل میں تضاد اور ان کی تفرقہ بازوں کے سبب انقلاب تو درکنار وہ مبادیات سے بھی بے بہرہ رہ جاتے ہیں۔ انہوں نے کہا امریکہ، برطانیہ اور دیگر ممالک میں اسلام کی تبلیغ کے لئے ماحول سازگار ہے۔ بلاشبہ عیسائی اور ہندو بھی مقابلے پر آ چکے ہیں اور بڑے منظم طریقہ پر اپنے مذاہب کا پرچار کر رہے ہیں لیکن یاد رکھیے کہ اسلام کی طاقت سے انہیں شکست دی جاسکتی ہے۔ مختلف مکاتیب فکر کے ایک اجتماعی پلیٹ فارم کے زیر اہتمام منعقدہ ”ختم نبوت کانفرنس“ سے خطاب کے دوران جب انقلابی اور عوام نے جوش و خروش کا مظاہرہ کرتے ہوئے نعرہ ہائے تعمیر و رسالت کے

بعد "تختِ دتاج ختم نبوت زندہ باد" کا نعرہ لگایا تو مولانا نورانی نے بڑی متانت سے تقریر کا رخ پھیرتے ہوئے فرمایا شاہاں تختِ دتاج ختم نبوت زندہ باد واقعی تخت بھی زندہ باد ہے اور تاج بھی زندہ باد ہے اور غیب یاد رکھو کہ تختِ دتاج ختم نبوت اس لیے زندہ باد ہے کہ صاحبِ تختِ دتاج ختم نبوت خود زندہ ہے۔

۱۸ دسمبر ۱۹۸۲ء کو علامہ شاہ احمد نورانی مارشس (افریقہ) کے تبلیغی دورے پر تشریف لے گئے۔ اس دورہ میں بہت سے قادیانی آپ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ یہاں آپ نے تقریباً ۴۵ مذہبی اجتماعات سے خطاب کیا۔ یہ تمام پروگرام ریڈیو مارشس سے نشر ہوئے۔ آپ نے علمیہ مشنری کالج مارشس کا محاسبہ بھی کیا۔ مولانا نورانی کے دستِ مبارک پر دنیا بھر میں تبلیغی دوروں کے دوران ہزاروں غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا آپ نے دسمبر ۱۹۷۸ء اور ۱۹۸۶ء میں ہائی پاس آپریشن کرایا ہالینڈ میں بین الاقوامی شہرت کا حامل ہارٹ سپیشلسٹ جو آپ کا ذاتی معالج تھا آپریشن میں مشاہدات اور آپ کی دین پر استقامت دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔

اپنی وفات سے ٹھیک ۲۰ سال قبل ایمسٹرڈیم (ہالینڈ) میں آپ نے ۱۱ دسمبر ۱۹۸۳ء کو جامع مسجد طیبہ کا باقاعدہ افتتاح اور ایک عظیم اجتماع سے خطاب فرمایا۔ افتتاحی اجلاس میں شرکت کے لئے برطانیہ، ہندوستان، انڈونیشیا، مراکش اور مغربی جرمنی سے کثیر تعداد میں علماء ڈاکٹر دانشور حضرات ہالینڈ پہنچے۔ بیک (ہالینڈ) میں مدرسۃ الاسلام یونیورسٹی کے قیام کے بعد وہاں کے مسلمانوں نے ایک بڑی جامع مسجد کی ضرورت محسوس کی تھی تاکہ وہاں کے مسلمان ایک ہی جگہ عیدین اور جمعہ کی نماز ادا کر سکیں۔ اس سلسلے میں انہوں نے لاکھوں روپے کی مالیت سے چار ہزار گز زمین خرید کر جامع مسجد طیبہ کے لئے وقف کر دی۔ اس مسجد میں تقریباً ہزار آدمی بیک وقت نماز ادا کر سکیں گے۔ جامع مسجد طیبہ کی افتتاحی تقریب کے بعد علامہ نورانی نے قادیانیوں اور عیسائیوں کو بھی مسلمان کیا جو جرمنی، برطانیہ، مارشس، نیروبی (کینیا) اور یورپ کے مختلف شہروں سے ہالینڈ پہنچے تھے۔ ابراہن عراق جنگ بندی کے لیے

مولانا نورانی نے کلیدی کردار ادا کیا اور عراقی صدر صدام حسین سے ملاقات کر کے مصالحتی کھلی کے اہم رکن کی حیثیت کے علاوہ ذاتی رسوخ استمال جس کے نتیجہ میں گیارہ سالہ جنگ کا خاتمہ ہوا۔ جب پاکستان کو فرقہ وارانہ کشیدگی کی آگ میں جھونک دیا گیا تو قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی نے پہلے ملی بیجی کونسل اور پھر متحدہ مجلس عمل قائم کی اور تمام مکاتب فکر کو ایک چھتری کے سائے تلے بٹھا کر ملکی سالمیت کو برقرار رکھا۔ ۷ جولائی ۲۰۰۱ء کو ملک عزیز کی ۶ بڑی سیاسی و دینی جماعتوں نے ملی وحدت اور اقامتِ دین کے لیے آپ کی جدوجہد سے ملی بیجی کونسل کا پلیٹ فارم تشکیل دیا۔ ۷ جولائی ۲۰۰۲ء کو جمعیتِ علمائے پاکستان، جماعت اسلامی پاکستان، تحریک جمہوریہ پاکستان، جمعیت اہل حدیث اور بے یو آئی کے دونوں گروپوں نے مل کر اسلام آباد میں متحدہ مجلس عمل تشکیل دی اور مختلف طور پر مولانا شاہ احمد نورانی کو اس کا سربراہ بنایا گیا آپ ہی کی سربراہی اور سیاسی حکمت عملی کی برکت سے اکتوبر ۲۰۰۲ء کے قومی اسمبلی و صوبائی اسمبلیوں اور فروری ۲۰۰۳ء کے سینٹ کے انتخابات میں ایم ایم اے کو شاندار کامیابی حاصل ہوئی۔ یہ ان کا بہت بڑا کارنامہ تھا اور ان کی جدوجہد بے عالمی طاغوت کے سامنے امت مسلمہ کی وحدت و اخوت کے اس عملی مظاہرہ نے من حیث القوم مسلمانوں اک سرخرو سے بلند کر دیا اور دوسری طرف فرقہ واریت کی وہاں کو کنٹرول کر لیا گیا۔

۱۶ اشوال المکرم ۱۴۲۳ھ (۱۱ دسمبر ۲۰۰۳ء) کو ساڑھے بارہ بجے دن اسلام آباد میں اسلام کا یہ بے لوث مجاہد داعی حق کے پیغام پر لبیک کہتے ہوئے واصل حق ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ علامہ شاہ احمد نورانی ریسرچ سنٹر پاکستان حضرت قائد اہل سنت کے وصال کے بعد ان کے مشن کی ترویج و اشاعت کے لیے مصروف عمل ہے جس نے اب تک متعدد کتب شائع کی ہیں اور علمی تحقیقی میدان میں خوش بنیادوں پر کام جاری رکھنے کے منصوبے زیرِ تکمیل ہیں اس سلسلہ میں ملت و امت کے درخیز ذہنوں اور اہل خیر کو مل بیٹھنا چاہیے۔ مولانا شاہ احمد نورانی تمام مکاتب فکر کے سرکردہ اور جدید قائدین، علماء اور

راہنماؤں نے مسلمہ طور پر ”قائد ملت اسلامیہ“ تسلیم کیا وہ ایک سچے عاشق رسول اور راسخ اعلم شخصیت تھے اللہ تعالیٰ نے ان کے وجود سے امت، ملت، ملک اور قوم کو خوب فیض یاب فرمایا۔ آج بھی ان کے افکار کی روشنی میں قوم عصری مسائل کو کنٹرول کر سکتی ہے اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند تر فرمائے اور ہمیں ان کا فیضان نصیب کرے۔

ملک محمد محبوب الرسول قادری

چیزیں: علامہ شاہ احمد نورانی ریسرچ سنٹر پاکستان

زاویہ قادریہ (سیدنا غوث اعظم سرحد، نزد چوکی نمبر ۱۸ سرحد عارواں جہر آباد (41200)

Mob: 0300/0321/0313-9429027

E-mail: mahboobqadri787@gmail.com

آل انڈیائی سنی کانفرنس سے جمعیت علماء پاکستان تک

جمعیت علماء پاکستان کا سارا سفر ”آل انڈیائی سنی کانفرنس“ کے نام سے ہوا۔ قیام پاکستان کے بعد تحفظ پاکستان و ترویج نظریہ پاکستان ایک الگ ضرورت تھی جس کے پورا کرنے کے لئے ۱۹۴۸ء میں ملتان میں تحریک پاکستان کے انہی مجاہدوں نے آل انڈیائی سنی کانفرنس کا نام بدل کر جمعیت علماء پاکستان رکھ دیا جس کے پہلے صدر مجاہد کشمیر مولانا ابوالحسنات سید احمد قادری اور ناظم اعلیٰ مولانا سید احمد سعید کاظمی مقرر کیے۔ بعد ازاں حضرت مولانا عبدالخالق بدایونی، حضرت شیخ الاسلام حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی، حضرت شیخ القرآن محمد عبدالغفور ہزاروی، خلیفہ اسلام مولانا عیسیٰ فیض الحسن آلومہار شریف، حضرت پیر سید محمود شاہ کھراتی، حضرت قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی، حضرت علامہ پروفیسر شاہ فرید الحق، حضرت صاحبزادہ شاہ محمد انس نورانی کے بعد اس وقت حضرت صاحبزادہ ڈاکٹر ابوالخیر صاحبزادہ محمد زبیر، حضرت صاحبزادہ شاہ محمد اویس نورانی اور جناب قادری محمد زوار بہادر اس سفر کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔

علامہ شاہ احمد نورانیؒ رحمہ اللہ

مولانا نورانیؒ آج بھی زندہ ہیں کیونکہ انسان کو اس کا کردار ہمیشہ زندہ رکھتا ہے

نامور صحافی و کالم نگار جبار مرزا کا مہمان کالم

علامہ شاہ احمد نورانیؒ ایک تحریک کا نام ہے۔ آپ ملت اسلامیہ کا اناشہ ہیں، آپ کی شخصیت کے کئی حوالے ہیں، آپ ہر طریقت بھی ہیں، سیاست دان بھی، عوامی رہنما اور مذہبی پیشوا بھی، آپ کی دینی، ملی، قومی اور ملی خدمات کا احاطہ کرنا چھٹاں آساں نہیں۔ آپ کی تبلیغی خدمات سات سیندر پارک تک پہنچی ہوئی ہیں، آپ نے ہمیشہ اسلام کو ایک کائناتی دین سمجھا، پاکستان اور بیرون پاکستان، ملکوں ملکوں، دنیا بھر میں آپ اشاعت اسلام کے لئے پیچھے، آپ کی زندگی مجر و اکسار سے عبارت ہے، آپ نے خود کو کبھی شیخ الاسلام، فقیر قوم و ملت یا محدث اعظم نہیں لکھا، آپ صحیح معنوں میں خادم اسلام تھے۔

وطن سے محبت اور دین اسلام کی سر بلندی کی جدوجہد کی توفیق آپ کو ودیعت ہوئی تھی، عقیدہ ختم نبوت کی پاسداری اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے لئے آپ کی انتھک محنت آنے والی نسلوں کے لئے مشعل رہا رہے گی، ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۷ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت، آپ کے ناقابل فراموش کارنامے ہیں، آپ کی جدوجہد اسلامی اور جذبہ حب رسول ﷺ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی یاد تازہ کرتا ہے۔ ۱۹۷۵ء کی بحالی وحدت امت کے خواب کو تعبیر سے ہمکنار کرنا، اسلام کی ہلاکتی آپ کے کردار کے ایمان افروز حوالے ہیں۔ آپ ہی کی کلاشوں کا ثمر ہے کہ ۷ ستمبر ۱۹۷۷ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی نے آئین کی دفعہ ۱۰۶ اور ۲۶۰ میں ترمیم کر کے قادیانوں کو غیر مسلم اقلیت اور رند (چناب نگر) کو کھلا شہر قرار دے کر برسوں کا پیچیدہ مسئلہ حل کیا۔

علامہ مولانا شاہ احمد نورانیؒ کا شمار باہل علمائے کرام میں سرفہرست ہے، آپ نے ”جمعیت علمائے پاکستان“ جو صرف علماء کی جماعت ہوا کرتی تھی چہ و دستاورد جمہرے تک محدود تھی اسے عوامی جماعت بنایا، جس میں قلم کار، وکیل، استاد، تاجر اور حرور

بھی شامل ہوئے۔ آپ نے ہر شعبہ زندگی میں آسانیاں پیدا کیں۔

۱۹۷۰ء کے قومی انتخابات میں حصہ لے کر ثابت کیا کہ سیاست مذہب سے جدا نہیں ہے، ذوالفقار علی بھٹو کے مقابلے میں وزارت عظمیٰ کا امیدوار بن کر جمہوریت سے بلا مقابلہ انتخاب کی رحمت کو ختم کیا، آپ نے پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں داخل ہو کر وہی راستہ پسند فرمایا، جو آپ کے والد گرامی سفیر اسلام شاہ عبدالعظیم صدیقی میرٹھی نے علامہ کی قیادت میں قائداعظم محمد علی جناح کو بتایا تھا۔ علامہ شاہ احمد نورانی نے پوری دیانت، مثبت اور منفرد کردار، حق گوئی اور جرأت مندی کے ساتھ سب کو عظیم کی ترغیبی کی۔ آپ نے زندگی کے ہر شعبے میں اصولوں کو مقدم رکھا، جنرل ضیاء الحق کے غیر جماعتی انتخابات کا بائیکاٹ کیا۔ ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا لیکن اقتدار میں شریک ہونا پسند نہ کیا۔ ۸ اگست ۱۹۷۷ء کو لاہور میں پگھلا پانی کے جیلوں نے آپ پر قاتلانہ حملہ کیا، گاڑی کے شیشے توڑے، دستہ چمکی، آپ ننگے سر ڈنڈی حالت میں پاکستان قومی اتحاد کے اجلاس تک پہنچے، لیکن آپ آج بھی پردے قد، وجاہت، شانانہ اور عالمانہ دستار کے ساتھ کھڑے دکھائی دیتے ہیں جبکہ ”وہ لوگ“ حسب عادت آپس میں ایک دوسرے کی گتیاں اچھالنے میں لگے ہوئے ہیں۔ علامہ شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ کی زندگی بہت سی حیثیتوں کو محیط ہے۔ آپ ۱۹۵۳ء سے ۱۹۶۳ء تک ورلڈ مسلم علماء آرگنائزیشن کے سیکرٹری جنرل رہے۔ نامور عالم دین حافظ قاری، عالمی مبلغ، درس نظامی کی تکمیل کے بعد بمبئی عربک کالج میرٹھ سے گریجویشن اور والد آباد یونیورسٹی سے عربی فاضل کی ڈگری لی، ۱۹۷۴ء میں تحریک ناموس رسالت کی قیادت کی اور ۱۹۷۷ء میں نظام مصطفیٰ کے نفاذ کی جدوجہد کی رہنمائی کی، آپ جمعیت علمائے پاکستان کے سربراہ بھی رہے اور متحدہ مجلس عمل کے علاوہ اسلامی جمہوری اتحاد اور اسلامی جمہوری اتحاد کے راجما بھی رہے۔ آپ ۱۹۷۷ء کی قومی اسمبلی کے رکن بھی رہے اور ۲۰۰۳ء میں پاکستان پیٹ کے ممبر بھی۔

آپ کے اجداد افغانستان کے شمال میں واقع ایشیاء کے ایک قدیم ملک، دیانے آمو کے آس پار (بادشاہ) تاجان یا توران کے شہر خجندہ سے ہندوستان آئے تھے، حضرت صوفی حمید الدین صدیقی خجندی جو مثل شہنشاہ ظہیر الدین بابر کے اتالیق بھی تھے، ہندوستان پر

حملے کے وقت ظہیر الدین بابر کی دعوت پر یہاں تشریف لائے تھے جن کی وجہ سے اس خطے میں صدیقی خاندان کی آمد کا آغاز ہوا۔ صوفی حمید الدین صدیقی خجندی کی اولاد سے میرٹھ میں انیسویں صدی عیسوی میں دو بھائیوں علامہ عبدالعظیم جوش میرٹھی اور مولوی اسماعیل میرٹھی نے بہت شہرت پائی۔ علامہ عبدالعظیم جوش میرٹھی جو ممتاز شاعر، نامور عالم دین اور میرٹھ کی شاہی مسجد کے خطیب بھی تھے علامہ مولانا شاہ احمد نورانی کے دادا حضور تھے جبکہ آپ کے والد مولانا عبدالعظیم صدیقی جنہیں سفیر اسلام اور قائداعظم محمد علی جناح کے قابل بھروسہ ساتھی ہونے کا اعزاز حاصل رہا جو تحریک پاکستان میں اور قرارداد پاکستان کے موقع پر قائداعظم کی ہدایت پر برصغیر کے مسلمانوں میں بیداری کی لہر پیدا کرنے اور اپنے خطاب سے مسلمانان ہند میں آزادی اور خود مختاری کا شعور اجاگر کرنے کی ذمہ داری قبول کی تھی۔ فقیر قادیانیت کے ارتداد میں بھی آپ نے ملکوں ملکوں ناموس رسالت کے تحفظ اور عقیدہ ختم نبوت کا لڑچکر تقسیم کیا، مناظرے کئے، خطاب اور تقاریر فرمائیں۔ رو قادیانیت میں کتب تحریر فرمائیں۔ برناڈا شاہیے انگریز مفکر کو یہ کہنے پر آمادہ کر لیا کہ ”سوسال بعد دنیا کا مذہب اسلام ہوگا۔“

انفرض علامہ مولانا شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ کو دین اسلام کی تبلیغ، وطن سے محبت اور ارتداد فقیر قادیانیت کا جذبہ ورٹے میں ملا ہے۔ علامہ شاہ احمد نورانی نے خطابات اور تحریک ختم نبوت میں فعال کردار ادا کرنے کے علاوہ کتابی صورت میں اچھا خاصا مواد، مناظرے، مباحثے، خطابات اور تحقیق مجمع کی تھی، لیکن ورلڈ اسلامک مشن کے آفس سے وہ چیزیں باوجود تلاش بسیار کے دستیاب نہ ہو سکیں، یوں وہ اصول تحفہ تشنگان اسلام کی پہنچ سے دور رہا۔ علامہ شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ کی ولادت ۳۱ مارچ ۱۹۲۶ء میرٹھ میں اور جس دن ان کی روح نے نفس غصری سے پرواز کی اس روز وہ اسلام آباد میں تھے سینٹ کے اجلاس میں شرکت کے لئے آئے ہوئے تھے ۱۱ دسمبر ۲۰۰۳ء (مطابق ۱۷ شوال ۱۴۲۳ ہجری) آپ کی تدفین کراچی میں حضرت عبداللہ شاہ قازی رحمہ اللہ کے مزار کے احاطے میں ۱۲ دسمبر ۲۰۰۳ء بروز جمعہ المبارک کو ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ علامہ شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ کو پردہ فرمائے تو برس بیت گئے لیکن وہ آج بھی ہم میں موجود ہیں کیونکہ انسان کو اس کا کردار زندہ رکھتا ہے۔

عکس تحریر

جو قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی نے ملک محبوب الرسول قادری کی فرمائش پر عطا کیا

اهم گرامی

ولدت

تاریخ پیدائش

مقام ولادت

پسندیدہ کتاب

پسندیدہ لباس

پسندیدہ رنگ

پسندیدہ زبان

پندیرہ ملک

پند و اندرز

پسندیدہ اصل

پسندیدہ پھول

پسندیدہ شخصیت

پسندیدہ شعر

پسندیدہ شاعر

چندین بار مقرر

۱۰۰

پیشرو مشرب

۱۵ اگست ۱۹۹۹ء جمعرات گیارہ بجے شب

154

دال پور
 سبز جا
 غمر
 (کے لئے)

آوارِ رضا

☆ امام شرعی..... (مسئلہ امامت کبریٰ)

☆ عورت کی حکمرانی

☆ جمعیت کے اندرونی اختلاف پر ایک

ثالثی و تجزیاتی تحریر

الاستاذ العلماء امام المناطقه، شيخ العرب وعجم

علامہ مولانا ملک عطا محمد بندیا لوی قدس سرہ

علامہ شاہ احمد نورانی ریسرچ سنٹر پاکستان

0321/0300/0313-9429027 mahboobqadri787@gmail.com

اشاعت خاص
کودورتی زندہ



عمران پاکستان میں نظام شرعی نافذ کر دیتے تو یہ اس طرح ہوتا جیسا امریکہ، فرانس اور ماسکو کے عمران اپنے اپنے ملکوں میں نظام شرعی نافذ کر دیں۔ تو یہ عمران ان کے ملکوں میں بسنے والے مسلمانوں کے شرعی امام ہرگز نہ ہوں گے۔ اسی طرح پاکستان کے مذکورہ بالا حکام اگر پاکستان میں نظام شرعی نافذ کر دیتے تو یہ لوگ پاکستانی مسلمانوں کے شرعی امام ہرگز نہ ہوتے۔ اب یہاں ایک اشکال ہوتا ہے جس کا جواب ضروری ہے۔ اشکال یہ ہے کہ بندہ نے مذکورہ بالا پاکستانی حکام کو امریکہ وغیرہ کے حکام سے تشبیہ دی ہے تو یہاں وہم ہوتا ہے کہ شاید بندہ ان کو مسلمان نہیں سمجھتا تو جواب یہ ہے کہ حلفاء و کلابندہ کا یہ مطلب نہیں ہے بندہ کے نزدیک مذکورہ بالا پاکستانی حکام بکے مسلمان ہیں تشبیہ کا مقصد یہ ہے کہ ہر مرد شرعی امام نہیں ہو سکتا۔ شرعی امام کے لیے متعدد شرائط ہیں۔ بعض شرائط امریکی حکام میں ملوث ہیں اور بعض اور شرائط پاکستانی حکام میں ناپید ہیں، بندہ جب شرعی امام کے شرائط کا ذکر کرے گا تو اس اشکال کے جواب کی طرف اشارہ کرے گا۔ اخبار نوائے وقت جو کہ نہایت سنجیدہ اخبار ہے اس سے بھی اس قسم کی ایک کوتاہی ہوئی ہے۔ ملاحظہ ہوا اخبار مذکور نے اپنی ایک اشاعت میں ضیاء الحق مرحوم پر یہ تنقید کی تھی کہ ”اس نے گیارہ سال بلا شرکت غیرے پاکستان پر حکومت کی ہے وہ نظام اسلامی نافذ کر سکتا تھا اگر وہ نافذ کر دیتا تو قیام پاکستان کا مقصد پورا ہو جاتا، حالانکہ صدر مرحوم کا اوڑھنا بچھونا اسلام تھا۔“ نوائے وقت سے یہاں کوتاہی یہ ہوئی ہے کہ اگر صدر مرحوم اسلامی نظام نافذ کر دیتا تو قیام پاکستان کا مقصد ہرگز ہرگز پورا نہ ہوتا کیونکہ شرع شریف نے صدر مرحوم کو اسلامی نظام نافذ کرنے کا اختیار ہی نہیں دیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلامی نظام نافذ کرنے کا اختیار صرف اور صرف شرعی امام کو ہے اور صدر رحمہ ضیاء الحق شرعی امام نہ تھے اور اس کو بندہ آگے چل کر دلائل سے ثابت کرے گا۔ اور قیام پاکستان کا مقصد اس نظام اسلامی کا نفاذ ہے جس کو شرعی امام نافذ کرے تو اگر صدر مرحوم اسلامی نظام نافذ کر دیتے تو مقصد پاکستان پورا نہ ہوتا۔ خلاصہ کام یہ ہے کہ کوئی عورت شرعی امام اور سربراہ مملکت نہیں ہو سکتی اگرچہ وہ صحابیہ ہی کیوں نہ ہو باقی رہا مرد تو ہر مرد بھی شرعی امام نہیں ہو سکتا بلکہ وہ مرد شرعی

امام ہو سکتا ہے جو ان شرائط کا حامل ہو جو اللہ تعالیٰ جل شانہ اور اس کے حبیب ﷺ نے بیان کیں اور جن پر اجماع امت ہے۔ بعض لوگ عورت کی عمرانی پر جنگِ حمل سے دلیل لاتے ہیں کہ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا اس کی سربراہ تھیں تو یہ دلیل قلط ہے کیونکہ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ عورت سربراہ مملکت نہیں ہو سکتی نہ کہ مطلق سربراہ نہیں ہو سکتی اور جنگِ حمل کے موقع پر سربراہ مملکت یا تو علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم تھے اور یا حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سربراہ مملکت اور شرعی امام نہ تھیں زیادہ سے زیادہ عسکر ضرور تھیں اور یہ عہدہ مرد کے ساتھ مختص نہیں ہے بلکہ عورت بھی اس عہدہ پر فائز ہو سکتی ہے جیسا کہ کتب مذہب میں مصرح ہے کہ عورت چیف جسٹس ہو سکتی ہے بندہ نے یہاں تک جو ذکر کیا ہے بعض جدید ذہنوں کو ان پر اعتراض ہوگا لیکن بندہ ان تمام امور پر ایسے دلائل ذکر کرے گا کہ کسی مسلمان کو اس میں کوئی شک نہ ہوگا اور بندہ کے اس مضمون کا قاطب صرف مسلمان ہے جس کو اللہ تعالیٰ جل شانہ اور اس کے محبوب ﷺ کے ساتھ ایمان ہے اس مضمون کا قاطب مطلق جدید ذہن نہیں ہے جس کے نزدیک حق خدا اور رسول سے بھی مقدم ہے یہاں تک بندہ نے مرد اور عورت کی عمرانی کی تمہید ذکر کی ہے اور اب بندہ چند مقاصد ذکر کرتا ہے۔

مقصد اول

شرح عقائد علم عقائد کی مستند اور مشہور کتاب ہے جو کہ درس نظامی کا حصہ ہے اور اس کا مصنف علامہ نسلی ہے جو کہ حنفی اور صاحبِ ہدایہ کا استاد ہے اور علامہ زحشری کا ہم عصر ہے اور شارحِ علامہ تھنائانی ہے جو کہ تعارف کا محتاج نہیں یہاں بندہ امامت شرعی کے مسئلہ پر متن اور شرح ہر دو کی مہارت نقل کرتا ہے۔ عقائد نسلی میں ہے۔

وہو الاجماع علی ان نصب الاعلم
خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے مکاتب فکر کو اس امر پر اجماع اور اتفاق ہے کہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اپنا امام منتخب کرے۔

اب اس مہارت سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ تمام مکاتب فکر اسلامیہ کا نصب نام پر اجماع ہے یا کہ بعض مکاتب فکر کا۔ صاحبِ نمبر اس نے اس ابہام کی وضاحت اس طرح کی ہے۔

اراد اجماع اہل سنت والجمہ غلامہ مہارت یہ ہے کہ امام کے انتخاب والمعزلة لاهل سنت فقط والفرق کے وجہ پر جو اجماع ہے تو اس اجماع سے نہ تو فقط اہل سنت کا اجماع مراد ہے اور نہ تمام مکاتب فکر اسلامیہ کا اجماع۔ بلکہ اس اجماع سے اہل سنت اور شیعہ اور معتزلہ کا اجماع مراد ہے۔

غلامہ یہ کہ اہل سنت، شیعہ اور معتزلہ یہ تینوں اس پر متفق ہیں کہ امام کا مقرر کرنا واجب ہے اور جتنے اسلامی فرقے ہیں ان سے صرف خارج اس وجہ کے منکر ہیں اب اہل سنت، شیعہ اور معتزلہ کے درمیان ملکہ الاشعراک تو یہ ہوا کہ تینوں گروہ اس پر متفق ہیں کہ امام کا مقرر کرنا واجب ہے۔ اس کے بعد ماتن نے تینوں کے درمیان ماہ الامتیاز ہاں الفاظ ذکر کیا ہے۔

والما الخلاف فی انہ یجب علی اللہ لو علی الخلق بدلیل مسمیٰ اور بدلیل عقلی غلامہ مہارت یہ ہے کہ تینوں گروہ اس امر پر تو متفق ہیں کہ امام کا مقرر واجب ہے لیکن ان کے درمیان اختلاف اس میں ہے کہ امام کا مقرر اللہ تعالیٰ پر واجب ہے یا کہ مخلوق پر واجب ہے۔ شیعہ کا مذہب یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ پر واجب ہے اور اہل سنت اور معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ مخلوق پر واجب ہے اب ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ اہل سنت کے نزدیک دلیل نقلی یعنی کتاب و سنت اور اجماع سے ثابت ہے اور معتزلہ کے نزدیک یہ وجہ عقل سے ثابت ہے کیونکہ معتزلہ عقل کو بھی حاکم مانتے ہیں۔ بخلاف اہل سنت کے کہ یہ حکام صرف اللہ تعالیٰ جل شانہ اور اس کے محبوب علیہ السلام کو مانتے ہیں نہ کہ عقل کو۔ کسی نے اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

عقل قربان کن بہ عیثی مصطفیٰ

اس کے بعد علامہ نسفی نے اہل سنت کے مذہب پر تین دلائل نقل کیے ہیں۔

دلیل اول

لقولہ علیہ السلام من مات ولم یعرف غلامہ مہارت یہ ہے کہ جو بھی آدمی اس امام زمانہ کو مات ہیعة جہلیہ حالت میں مرا کہ وہ اپنے زمانہ کے امام کو نہیں پہچانتا تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔

غلامہ نمبر اس نے اپنے زمانہ کا امام نہ پہچاننے کی دو صورتیں ذکر کی ہیں ملاحظہ ہو۔

سواء کان فی زمانہ امام ولم یعرفہ اولہ یکن فی زمانہ امام اصلاً یعنی امام زمانہ پہچاننے کی دو صورتیں ہیں۔ اول یہ کہ اس کے زمانہ میں امام تو ہے لیکن وہ اسے جانتا نہیں ہے۔ دوم یہ کہ اس کے زمانہ میں امام بالکل ہے ہی نہیں۔ نمبر اس کے حاشیہ میں جاہلیت کی موت کی یہ تفسیر کی گئی ہے۔

والجہلیہ ہی الحالة التي كان الناس علیها قبل الاسلام علی ضلال یعنی جاہلیہ سے مراد وہ گمراہی ہے کہ اسلام سے قبل لوگ اس پر تھے۔ نمبر اس میں ہے۔

ولہ تشہید عظیم یعنی

اس حدیث شریف میں بڑا سخت حکم ہے کہ ایک مسلمان نے شرع شریف کے تمام احکام کی پوری پابندی کی ہے لیکن امام کے انتخاب میں کوتاہی کی اور امام منتخب نہ کیا تو اس کی موت گمراہی پر ہے اب اس وحید میں مسلمانوں کے تمام طبقات داخل ہیں۔ عوام مسلمان اور علماء اور مشائخ جو بھی اپنے زمانہ کے امام کو نہیں پہچانتا اس کی موت گمراہی کی موت ہے اب اس میں تشہید اور نعتی واضح ہے۔

دلیل دوم

ولان الامة قد جعلوا لهم المهومات بعد وفات النبي صلى الله عليه وآله وسلم نصب الامم حتى تدعوه على الدفن وكذا بعد موت كل امام من الخلفاء الراشدين

ومن بعدهم وهذا اجماع علی کون النصب من الایمان (معاذِ علی ویراس)

خلاصہ دلیل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد صحابہ کرام کے نزدیک سب سے بڑا مقصد امام کا تقرر تھا تا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے امام کے تقرر کو آنحضرت ﷺ کے دُفن پر مقدم کیا اور اسی طرح خلفاء راشدین اور ان کے جوامع گزرے ہیں ہر ایک کے دُفن سے قبل مسلمانوں نے تقرر امام کیا اب ساری امت کا اس پر اجماع ہو گیا کہ امام کا تقرر بڑے مقاصد سے ہے اب قارئین غور کریں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تقرر امام کو دُفن پر اس لیے مقدم کیا کہ وہ تھوڑی دیر کے لیے بھی بغیر امام کے ہونا گناہ سمجھتے تھے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر صحابہ کرام امام کے حلقہ جلدی نہ کرتے تو اس دوران جو مسلمان فوت ہو جاتا اس کی موت جاہلیہ اور گمراہی کی موت ہوتی اور واجب ترک کر کے مرتا۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے امام کے حلقہ جلدی سے کام کیا بعض اہل بدعت یہاں صحابہ کرام پر اعتراض کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی وفات ایک بڑا الیہ تھا لیکن صحابہ نے اس کی پروا نہ کی اور خلافت اور سلطنت میں مشغول ہو گئے تو اس کے دو جواب ہیں۔

جواب اول

اس دور کی خلافت اور حکومت پھلوں کی بیج نہیں تھی بلکہ کانٹوں کا پھوٹا تھا۔ صحابہ کرام نے جو تقرر امام میں جلدی کی تو اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ ان کو حکومت اور سلطنت کے ساتھ کوئی دل چاہی تھی بلکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ اس دوران مرنے والوں کی موت اسلامی موت ہو اور وہ جاہلیت کے موت سے محفوظ رہیں۔

جواب دوم

جب کسی مسلمان کی وفات واقع ہو تو جنازہ پڑھانے کا حق بسا اوقات امام کو ہوتا ہے اور امام کے بعد کوئی دوسرا جنازہ پڑھانے کا مستحق نہیں ہوتا تو صحابہ کرام نے امامت اور خلافت میں جلدی اس لیے کی کہ آنحضرت ﷺ کا آخری جنازہ امام اور خلیفہ پڑھائے آنحضرت ﷺ کے بہت جنازے پڑھے گئے لیکن آخری جنازہ نماز سیدنا ابو بکر

صدیق رضی اللہ عنہ نے پڑھا اور اس کے بعد کوئی جنازہ نہیں پڑھا گیا۔ اب بندہ ایک نہایت مشکل چیز یہاں ذکر کرتا ہے اگرچہ بندہ کو علم ہے کہ بعض احباب کو اس پر شدید اعتراض ہو گا لیکن بندہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ جل شانہ اور آنحضرت ﷺ کا حکم ہر ایک پر مقدم ہے۔ وہ مشکل چیز یہ ہے کہ اس وقت پاکستان کے مسلمان اور ان کے آباؤ اجداد مشائخ اکابرین قریباً پانچ صد سال ماضی میں بغیر امام گزرے ہیں اور نظر بظاہر ان کی موت جاہلیت کی موت ہے لیکن موجودہ دور کے مسلمانوں نے کبھی کوئی سمجیدہ کوشش نہیں کی کہ ہم اس واجب کو ادا کریں جو کہ ہمارے اکابرین سے متروک چلا آ رہا ہے بندہ نے قبل ازیں جو اسلاف اور اکابرین کے حلقہ جلدی یہ کہا ہے کہ نظر بظاہر ان کی جاہلیت کی موت ہے تو اس کا جواب آئندہ ذکر کرے گا کہ اسلاف اور اکابرین تقرر امام میں مطہر تھے لیکن یہ جواب موجودہ دور کے، عوام مسلمان اور علماء اور مشائخ کی طرف سے نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ لوگ تقرر امام میں کامل غفلت ہیں اور یہ چیز بندہ آئندہ دلیل سے ذکر کرے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اب یہاں تک تقرر امام کے وجود پر دو دلیل ذکر کی گئی ہیں۔ اول حدیث شریف اور دوم اجماع صحابہ کرام اور ان کے بعد اجماع دوسرے مسلمانوں کا۔

دلیل سوم:

ولان ککبرا من الواجبات الشرعیہ یعوقف علیہ ای علی نصب الامام
وقد تقرر فی اصول الفقہ ان ما یعوقف علیہ الواجب فهو واجب

خلاصہ دلیل سوم یہ ہے کہ بہت واجبات شرعی ہیں کہ وہ نصب امام پر موقوف ہیں مثلاً جہاد اور حدود اور ان ائمہ اشعار کو اسلام مثل عید اور جمعہ کی یہ سب واجب ہیں اور تقرر امام پر موقوف ہیں اور تقرر امام موقوف علیہ ہے اور اصول فقہ کا قاعدہ ہے کہ واجب جس پر موقوف ہو وہ موقوف علیہ بھی واجب ہوتا ہے تو تقرر امام واجب غمراہ جس سے تمام مسلمان غلام عام پانچ صد سال سے محروم چلے آ رہے ہیں۔ یہاں تک بندہ نے اہل سنت کے مذہب کے مطابق تین دلیل سے ثابت کیا ہے کہ مسلمان پر تقرر امام واجب ہے اور اس کے بغیر مسلمان کی موت جاہلیت اور گمراہی کی موت ہے اور یہ تقرر اتحاد اہلسنت کے بغیر مشکل

ترین ہے۔ لیکن ہمارے عوام اور مشائخ اور علماء انتشار کے درپے ہیں اور بعض لوگوں کو اس لیے برداشت نہیں کرتے کہ ان کے ساتھ ان کی ذاتی رجحان ہے اور اس رجحان کی تسکین کے لیے ہافضوں کا ساتھ دے رہے ہیں اور نظام مصطفیٰ ﷺ کی پیٹھ میں ٹھہرا گھونپ رہے ہیں حیرت یہ ہے کہ اس کے باوجود نظام مصطفیٰ ﷺ اور تحفہ شان مصطفیٰ ﷺ کا لغو ہے جو کہ ان کے عمل کے تضاد ہے درمختار اور شامی میں بھی امامت کے مسئلہ پر بحث کی گئی ہے اب بندہ ان کتابوں سے کچھ ذکر کرتا ہے۔ درمختار میں ہے۔

ہی صغریٰ و کبریٰ فاکبریٰ مستحقان خلاصہ عبارت یہ ہے کہ امامت دو قسم کی تصرف عام علی الامم و تہقیقہ فی ہے۔ اول امامت صغریٰ نماز کی امامت علم الکلام و نصبہ بعد الواجب کرنا ہے اور لوگ نماز میں اس کی اتباع کرتے ہیں۔ دوم امامت کبریٰ اور اس کی تعریف یہ ہے کہ جس کو اس امر کا حق ہو کہ اس کا تصرف لوگوں پر عام ہو۔

اور بندہ جو یہاں جس امامت پر بحث کر رہا ہے یہ امامت کبریٰ ہے اور امام کا انتخاب بڑے اعلیٰ واجبات سے ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کا وصال ہوا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آنحضرت ﷺ کے وفات سے پہلے امامت کا مسئلہ پہلے طے کیا تو نصب امام اگر اعلیٰ واجبات سے نہ ہوتا تو صحابہ کرام اس کو وفات سے مقدم نہ کرتے۔ علامہ ابن عابدین شامی نے فرمایا ہے کہ امامت کی تعریف شرح مقاصد میں اس طرح ہے۔

انہما یاسة عامة فی الدین والدنیا خلاصہ تعریف یہ ہے کہ امام اس رئیس کو خلافة عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ کہتے ہیں جو کہ دین اور دنیا ہر ایک میں رئیس ہو اور یہ اس لیے ہوا کہ وہ نبی و سلم ﷺ کا خلیفہ اور نائب ہے۔

ہر دو تعریف سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ایک سرمایہ ملکیت ہوتا ہے اور دوسرا سرمایہ حکومت شرعی امام سرمایہ ملکیت اور صدر ہوتا ہے نہ کہ سرمایہ حکومت کیونکہ سرمایہ ملکیت

اور صدر اکیلا سرمایہ حکومت کو معزول کر سکتا ہے برخلاف سرمایہ حکومت کے کہ وہ اکیلا صدر اور سرمایہ ملکیت کو معزول نہیں کر سکتا تو لوگوں پر تصرف عام صرف سرمایہ صدر اور سرمایہ ملکیت کو معزول نہیں کر سکتا تو لوگوں پر تصرف عام صرف سرمایہ ملکیت کو ہے۔ ان ہر دو میں فرق کرنا لازم ہے۔ ورنہ بہت سی خرابیاں لازم آئیں گی جیسا کہ آگے چل کر بندہ ان خرابیوں کا ذکر کرے گا یہاں تک مقصود اول ختم ہوا۔ اب اس مقصد سے چند امور واضح ہوتے ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

امراول

امام کا انتخاب واضح ہے کہ یہ سیاسی مسئلہ ہے اور مسلمانوں پر واجب بھی ہے اور واجب ہے شرعی مسئلہ ہے تو معلوم ہوا کہ اسلام میں سیاست اور شریعت ایک ہے اب جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ شرعی جماعت ہے اس کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں ہے یا یہ کہ یہ سیاسی جماعت ہے شرعی نہیں ہے یہ فرق شرع شریف سے ناواہمی پر مبنی ہے اور یہ فرق دراصل نصاریٰ کے نزدیک ہے کہ ان کے نزدیک مذہب اور سیاست باہم مغائر ہیں۔

امردوم

قبل ازیں بندہ ذکر کر چکا ہے کہ کوئی عورت شرع شریف میں سرمایہ ملکیت نہیں ہو سکتی باقی رہا مرد تو ہر مرد بھی سرمایہ ملکیت نہیں بن سکتا البتہ بعض مرد سرمایہ ملکیت ہو سکتے ہیں اور بعض مرد سرمایہ ملکیت نہیں ہو سکتے۔ اب یہاں دو پہلو ہیں حنفی اور شیعہ۔ حنفی پہلو تو یہ ہے کہ کوئی عورت سرمایہ ملکیت نہیں ہو سکتی اور شیعہ پہلو یہ ہے کہ اگرچہ ہر مرد سرمایہ ملکیت ہو سکتا لیکن بعض مرد سرمایہ ملکیت ہو سکتے ہیں جن میں شرائط پائے جائیں۔

اب بندہ یہاں ایک المیہ ذکر کرتا ہے وہ یہ کہ جمیعت علماء پاکستان جس کو بے یو پی کہا جاتا ہے بدقسمتی سے دو دھڑوں میں بٹ گئی ہے ایک دھڑے کا اجلاس ۲۲ مارچ کو لاہور میں ہوا اور اخباری اطلاع کے مطابق اس اجلاس میں پانچ ہزار علماء اور مشائخ نے شرکت کی اس اجلاس میں جو علماء اور مشائخ اہلسنت شریک ہوئے سب کا تعلق ہے بے یو پی

یعنی جمعیت علماء پاکستان سے نہیں تھا بلکہ بعض کی مذہبی اور سیاسی جماعتیں ہے یونہی کے سوا ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر ان مختلف الخیال علماء مشائخ کا اجتماع اور اتحاد کس نکتہ پر ہوا تو بندہ نے جہاں تک غور کیا ہے تو معلوم ہوا کہ دراصل ان علماء مشائخ کا علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کے ساتھ ذاتی رنجش اور عداوت ہے اور یہ لوگ اس تاک میں تھے کہ کوئی موقع ملے تو علامہ نورانی سے اپنے عداوت کا بدلہ لیں اب جب علامہ نورانی کے بعض پرانے رفیقوں نے علامہ نورانی کے خلاف بغاوت کی تو ان لوگوں نے موقع کو قیمت خیال کیا اور جب علی بنض معاویہ کا رول ادا کرتے ہوئے بغاوت کی تائید میں مجتمع ہو گئے اور اس عداوت ہائلی کو یہ رنگ دیا کہ علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی عورت کی سربراہی کو جائز مانتے ہیں حالانکہ یہ محض بہتان ہے۔ علامہ نورانی بارہا اعلان کر چکے ہیں کہ عورت کی سربراہی خلاف شرع اور ناجائز اور حرام ہے لیکن اس اعلان سے یہ لوگ اس لیے مطمئن نہیں ہوتے کہ ان کا مقصد احقاق حق تو نہیں ہے صرف علامہ نورانی پر کچھ اچھالنا ہے خواہ اس کا سبب بہتان ہی کیوں نہ ہو۔ اب ۲۲ مارچ کے اجلاس کا الیہ یہ ہے کہ اس اجلاس میں سارا زور اس پر دیا گیا کہ عورت سربراہ مملکت نہیں ہو سکتی یعنی سارا زور خطابت حتی پہلو پر دیا گیا اور مثبت پہلو کو نظر انداز کر دیا گیا کہ پھر سربراہ مملکت کون ہونا چاہئے حالانکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ سربراہ کون ہونا چاہئے کیونکہ قبل ازیں حدیث شریف سے ثابت کیا گیا ہے کہ تقرر امام واجب ہے اور جس کو اپنے زمانہ کے امام کی معرفت نہیں ہے اس کی موت جاہلیت اور ضلالت کی موت ہے اب بندہ ان پانچ ہزار علماء اور مشائخ سے دو ٹوک دو سوال کرتا ہے۔

سوال اول

ان پانچ ہزار علماء و مشائخ نے کوئی اپنا امام منتخب کیا ہے یا منتخب کرنے کی کوشش کی ہے یا نہیں بر تقدیر اول وہ کون ہے جس کو منتخب کیا یا انتخاب کی کوشش کی نام بتلائے اور بر تقدیر ثانی ان پانچ ہزار نے واجب کو ترک کیا ہے کیونکہ دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ تقرر امام واجب ہے۔

سوال دوم

ان پانچ ہزار کو اپنے امام زمانہ کی معرفت ہے یا کہ نہیں۔ بر تقدیر اول یعنی اگر معرفت ہے وہ کون ہے ذرا ہم کو بھی بتلائے اور بر تقدیر ثانی ان پانچ ہزار کی موت جاہلیت اور ضلالت کی موت ہوگی۔ اب الیہ یہ ہے کہ ان پانچ ہزار کو اپنی موت کی کوئی فکر نہیں ہے کہ ان کی موت اسلامی ہو یا جاہلیت کی اگر ان پانچ ہزار کو اس امر سے دل چسپی ہوتی کہ ان کی موت اسلامی موت ہو نہ کہ جاہلیت کی تو ۲۲ مارچ کے اجلاس میں یہ لوگ مثبت پہلو کو نظر انداز نہ کرتے۔ اب بندہ قارئین کو یہ بتلانا چاہتا ہے کہ باوجود پانچ ہزار کے جم غفیر کے مثبت پہلو کو کیوں نظر انداز کیا گیا تو جواب یہ ہے کہ اس جم غفیر کو ان ہر دو مسئلہ کا علم ہی نہیں ہے کہ تقرر امام واجب ہے یا نہ اور نیز اس کا بھی علم نہیں کہ معرفت امام سے مسلمان کی موت اسلامی ہوتی ہے اور عدم معرفت سے مسلمان کی موت جاہلیت کی موت ہوتی ہے جب ان کو ان ہر دو مسئلہ کا علم ہی نہیں تو پھر مثبت پہلو پر بحث کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اب یہ پانچ ہزار کا جم غفیر اس فقیر اور اس کے ہم سیاست اہل سنت پر یہ ہر دو سوال نہیں کر سکتا کیونکہ ہمارے پاس دعوان حسن جواب ہے ملاحظہ ہو۔ پاکستان میں اہل سنت و جماعت کی آبادی تقریباً ۸۵ فیصد ہے اگر یہ ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے ہو جائیں تو محضوں کی بجائے دلوں میں شرعی امام کا تقرر اور انتخاب ہو سکتا ہے اور اہل سنت جاہلیت کی موت سے بچ سکتے ہیں اور ان کی موت اسلامی موت بن سکتی ہے یہ منظور لے کر جمعیت علماء پاکستان نے پہلے شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں اور اس کے بعد علامہ الشاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں یہ کوشش کی کہ تمام اہل سنت جمعیت علماء پاکستان کے جھنڈے کے نیچے اکٹھے ہو جائیں۔ تاکہ الیکشن کے موقع پر جمعیت علماء پاکستان اتنی بھاری اکثریت سے کامیاب ہو کہ وہ بغیر کسی اور سیاسی پارٹی کی امداد کے خود مرکزی حکومت تشکیل دے سکے۔ اور چونکہ یہ قاعدہ ہے کہ مرکز میں جو پارٹی الیکشن میں بھاری اکثریت سے کامیاب ہوتی ہے حکومت کی تشکیل اسی کا حق ہوتا ہے تو اب جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ علامہ نورانی تمام شرائط کے جامع ہیں لہذا الیکشن میں کامیابی کے

بعد جمعیت اپنے سربراہ اور قائد کو شرعی امام منتخب اور مقرر کر سکتی ہے جمعیت کو شرعی امام کے لیے کسی اور آدمی کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ وہ ہے کہ جمعیت نے اپنا سربراہ علامہ نورانی کو منتخب کیا ہے تاکہ سربراہ مملکت کے انتخاب کے وقت کوئی اختلاف پیدا نہ ہو اور اگر سربراہ جماعت میں سربراہ مملکت کے شرائط موجود نہیں ہیں تو پھر کامیابی کے بعد سربراہ مملکت اور تلاش کرنا ہوگا اور پھر اس میں اختلاف پیدا ہو سکتا ہے اب خود جمعیت کے اندر ایسے حضرات ہیں جن کو جمعیت کا یہ منشور پسند نہیں تھا کہ پاکستان میں شرعی امام منتخب کیا جائے جس کی وجہ یہ تھی کہ یہ حضرات خود شرعی امام بننے کے اہل نہ تھے تو انہوں نے علامہ نورانی کے خلاف بغاوت کر کے ڈیڑھ اینٹ کی طیغہ مسجد تعمیر کرنی شروع کر دی اور جمعیت کے منشور کی پیٹھ میں چھرا گھونپ دیا۔ اور پھر المیہ یہ ہوا کہ پانچ ہزار علماء و مشائخ میں اگر ذرا سمجھ بوجھ ہوتی تو وہ یہ سوچتے کہ معمولی بات پر اہل سنت میں انتشار پیدا ہو رہا ہے ہر دو فریق کے درمیان مصالحت کی کوشش ہونی چاہیے جیسا کہ فرمان خداوندی ہے اور پھر ان علماء و مشائخ کا دعویٰ بھی نظام مصطفیٰ ﷺ کا نفاذ ہے اور یہ اہل سنت کے اتحاد کے سوا مشکل ترین ہے لیکن ان علماء و مشائخ کا علامہ نورانی کے ساتھ ذاتی عداوت تھا لہذا شیطان نے صحیح راستہ مصالحت کا ان کی نظروں سے اوجھل کر دیا اور انہوں نے ہافی شرذمہ قلیلہ کی تائید کر کے اہل سنت میں انتشار اور افتراق کو ہوا دی مناسب یہ تھا کہ ہافی فریق کی حوصلہ شکنی کی جاتی اور ان کے اجلاس اور کنوینشن کا بائیکاٹ کیا جاتا تاکہ ان کو اپنی قدر و قیمت معلوم ہو جاتی۔ خلاصہ یہ کہ ان پانچ ہزار علماء و مشائخ نے افتراق اور انتشار پیدا کر کے نظام مصطفیٰ کے نفاذ کا راستہ مسدود کر دیا ہے یا اس کو پیچھے دھکیل دیا ہے جس پر جتنا افسوس کیا جائے وہ کم ہے۔ شاید کسی نے ایسے موقع پر ہی کہا ہے۔

چوں کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی

یہاں تک بندہ نے مقصد اول میں تین دلائل سے ثابت کیا ہے کہ امام کا تقرر تمام مکاتب فکر کے نزدیک واجب ہے صرف خارجی فرقہ نے اس وجوب کا انکار کیا ہے اب اس دور میں اگر کوئی مسلمان وجوب امامت کا انکار کرے تو وہ خارجی ہی ہوگا۔

مقصد دوم

میں یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ اس شرعی امام کا تقرر کیوں واجب ہے اور اس کے فرائض کیا ہوں گے۔ مختصر نمونی میں ہے۔

و المسلمون لا بد لهم من امام يقوم بتنفيذ احكامهم واتامة حدودهم وسد ثغورهم وتجهيز جيو شهر واعل صدقاتهم وقهر المتغلبة والمتلصبة وقطاع الطريق واتامة الجمع والاعياد وقطم المديعات الواقعة بين العباد وقبول الشهادات القائمة على الحقوق وتزويج الصغار والصفائر الذين لا اولياء لهم وقسمة الغنائم ونحو ذلك من الامور التي لا يتولاها احد الا لامة

اس طویل عبارت میں دو چیزوں کا ذکر ہے اول یہ کہ تقریر امام کیوں واجب ہے دوم یہ کہ امام کے ذمہ کیا فرائض ہوں گے۔ امر اول کی تفصیل یہ ہے کہ تقریر یا حیرہ واجب ایسے ہیں جو کہ امام پر موقوف ہیں اور امام ان واجبات کا موقوف علیہ ہے اور قل ازیں گزر چکا ہے کہ واجب کا موقوف علیہ بھی واجب ہوتا ہے تو چونکہ تقرر امام واجب ہے لہذا مسلمانوں پر ضروری ہوا کہ تقرر امام سے اپنا واجب ادا کریں۔ امر دوم کی تفصیل یہ ہے کہ مذکورہ بالا واجبات امام کے فرائض میں داخل ہیں اور بغیر امام کے دوسرا آدمی ان فرائض کو ادا نہیں کر سکتا اب ان حیرہ امور کی تفصیل ملاحظہ ہو جو کہ امام کے فرائض میں داخل ہیں اور تقرر امام پر موقوف ہیں۔

اول

امام کا کام یہ ہوگا کہ وہ مسلمانوں کے احکام نافذ کرے گا۔

دوم

شرعی حدود قائم کرے گا مثلاً چوری اور زنا اور شراب کی حدیں۔

سوم

اسلامی ملک کی سرحدوں کی حفاظت کرے گا۔

چہارم

اسلامی فوج کے لیے اسلحہ اور دوسری ضروریات کا انتظام کرے گا۔

پنجم

ذکوٰۃ اور عشر اور خراج وصول کرے گا۔ باغیوں، چوروں اور ڈاکوؤں کی سرکوبی کرے گا۔

ششم

جمعہ اور عید قائم کرے گا۔

دہم

لوگوں میں جو جھگڑے ہیں ان کا قلعی اور حل پیش کرے گا

یازدہم

حقوق پر شہادتیں قبول کرے گا۔

دوازدہم

جن ناخالص لڑکوں اور لڑکیوں کے ولی نہیں ہیں ان کے نکاح کرے گا۔

بیزدہم

مال قیمت کی تقسیم کرے گا اور اس کے بغیر کسی اور امور بھی ہیں جن کو ہر آدمی سرانجام نہیں دے سکتا اور امام سرانجام دے سکتا ہے۔ چونکہ تاحال پاکستان میں شرعی اور باشرائط امام نہیں ہے لہذا اس کو ذکوٰۃ اور عشر اور خراج اور دوسرے مواجب ادا کرنے مسلمانوں پر ضروری نہیں البتہ اگر ادا کر دیے جائیں تو جائز ہے۔ اس مقصد دوم سے ثابت ہوا کہ اسلامی قانون اور نظام مصطفیٰ ﷺ کو ہر آدمی نافذ نہیں کر سکتا بلکہ یہ کام منتخب امام کا ہے تو گویا اسلامی آئین کی بنیاد اور پہلی ایمنٹ تقرر امام ہے اور اگر بغیر تقرر امام کے نظام مصطفیٰ ﷺ نافذ کیا جائے تو اس کی مثال یہ ہے جیسے بغیر بنیاد کے دیوار تعمیر کی جائے

اور ہر آدمی شرعی امام اور سربراہ مملکت نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے لیے شرائط ہیں جن کا بعد میں ذکر کیا جائے گا۔ اب یہاں عقائد نسبی پر ایک اعتراض ہوتا ہے کہ عقائد نسبی یہ متن ہے اور متون میں اختصار ہوتا ہے لیکن امامت کے مسئلہ کو طوالت سے کیوں ذکر کیا گیا ہے تو شارح تیسرے اس نے اس کا جواب ان الفاظ میں دیا ہے۔

وقد اطلب المصنف اطفا بالانسانب خلاصہ یہ کہ متون مختصر ہوتے ہیں اور المختصر تنصیحا علی الاعتماد بنصب مصنف ﷺ نے امامت کے مسئلہ کو الامام و لرشاد الامة الی مايجب طوالت سے بیان فرمایا ہے اس کی کیا وجہ علیہم ہے تو جواب یہ ہے کہ اس طوالت کے دو فائدے ہیں۔

اولیٰ

تمام مسلمانوں کو متنبہ کرنا ہے کہ امام کا تقرر بڑا مقصودی امر ہے اور تم پر واجب ہے لہذا اس سے قائل نہ ہونا۔

دوم

انہ کو رہنمائی کرنی ہے کہ تم پر جو حیرہ چیزیں واجب ہیں ان کو کا حق ادا کرنا۔ عقائد نسبیہ کے مصنف نے جو امامت کا مسئلہ طویل عبارت میں ذکر کر کے اس کی اہمیت کی طرف اشارہ کیا ہے انہوں نے اس صدی کے پانچ ہزار علماء و مشائخ نے ۲۲ مارچ کے اجلاس میں اس کو محسوس نہیں کیا اور سارا وقت حلقی سیاست میں ضائع کر کے عورت سربراہ مملکت نہیں ہو سکتی۔ صرف اہلسنت میں انتشار کو ہوا دے کر کاربے خیر کا ارتکاب کیا۔ پرانے علماء و مشائخ کا طریقہ وصل اور باہمی محبت تھا لیکن اس صدی کے علماء و مشائخ کا طرۃ امتیاز فصل اور باہمی افتراق اور انتشار ہے گویا کہ اس صدی کا تصوف بھی تبدیل ہو گیا ہے پرانا تصوف تو یہ تھا۔

بنس الفقہ علی باب الامیر عہد الامیر یعنی برا شیخ وہ ہے جو امراء کے دروازوں کا پکڑ لگاتا ہے اور اچھا امیر وہ ہے جو کہ مشائخ کے دروازوں پر حاضری دیتا ہے۔

یہ تو پرانا تصوف تھا اب نیا تصوف اور اس کا زرین مسئلہ ملاحظہ ہو۔

غیر الفقیر علی باب الامیر بنس الامیر یعنی بڑا اور نامی گرامی شیخ وہ ہے جو کہ
امراء کے دروازوں پر حاضری دیتا ہے
اور برا امیر وہ ہے جو کہ مشائخ کے در کی

حاضری دے۔

حضرت خواجہ ثانی سیالوی قدس سرہ کے پرانے تصوف کے متعلق چند غلطیہ پنجابی
منقولے ہیں چونکہ جدید ذہنوں پر عقل ہیں لہذا ان کو یہاں نقل نہیں کیا جاتا۔ خلاصہ یہ کہ
جس مسلمان کو اپنے امام زمانہ کی معرفت ہے اس کی موت اسلامی اور ہدایت کی موت
ہے اور جس کو یہ معرفت حاصل نہیں ہے اس کی موت جاہلیت کی موت اور ضلالت کی
موت ہے یہ حکم تو ایک عام مسلمان کا ہے اور پھر علماء اور مشائخ کو تو یہ معرفت بطریق
اولیٰ حاصل ہونی چاہیے۔ حیرت ہے کہ ۲۲ مارچ کے علماء و مشائخ نے اس امر پر تو اتفاق
کیا عورت سربراہ مملکت نہیں ہو سکتی لیکن شیطان نے یہ امر ان کے ذہن سے نکال دیا
ہے کہ آخر سربراہ مملکت کون ہونا چاہیے تاکہ اس کی معرفت حاصل کر کے مسلمان جاہلیت
اور ضلالت کی موت سے بچ جائے اور اسلامی موت سے سرفراز ہو تو جو علماء و مشائخ حنفی
پہلو پر بحث کرتے ہیں اور ثبت پہلو کو نظر انداز کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ ان کو اس سے
کوئی دل چسپی نہیں کہ ان کی موت اسلامی ہو یا جاہلیت کی موت ان کو پریم صرف ایک
عورت سے ہے کہ وہ سربراہ اور حکمران نہیں ہو سکتی۔ ایسے جم غفیر کو جن کو اپنی موت کی
پردہ نہیں کہ اسلامی ہو یا کہ جاہلیت کی اور وہ اہل سنت میں انتشار پھیلا رہے ہیں ان کو
علماء و مشائخ کہنا علماء و مشائخ کی توہین ہے۔ غور فرمائیں کہ امامت کا مسئلہ بغیر اتحاد اہل
سنت کے حل نہیں ہو سکتا اب جو علماء و مشائخ ۲۲ مارچ کو اجلاس لاہور میں جمع ہوئے بندہ
باادب ان سے دریافت کرتا ہے کہ وہ اتفاق اور اتحاد اہل سنت کے لئے مجتمع ہوئے یا کہ
افتراق و انتشار اہل سنت کے لیے۔ حق اول بدیہی المہملان ہے کیونکہ ان مشائخ کا جو
سربراہ ہے اور جس کی کوشش سے اجلاس لاہور منعقد ہوا اخباری اطلاع کے مطابق اس

نے برملا کہا ہے کہ علامہ نورانی کے ساتھ ہمارا اتحاد نہیں ہو سکتا۔ مزید برآں اجلاس لاہور
میں جو علماء و مشائخ مجتمع ہوئے ان کے درمیان نقطہ اتحاد صرف اور صرف بغض علامہ
نورانی تھا، پھر ان سے اصلاح اور اتفاق کا تصور ہی نہیں ہو سکتا تو اب حق ثانی حقیق ہوئی
کہ یہ اجتماع لاہور صرف اور صرف افتراق اور انتشار کے لئے تھا اور فرقہ باطنیہ کی پیٹھ
ٹھونکنے کے لیے تھا کہ بعض نورانی پر ڈسے رہنا ہم تمہارے ساتھ ہیں اگر یہ جم غفیر علماء و
مشائخ اجلاس لاہور میں شامل نہ ہوتا تو فرقہ باطنیہ ایک دن میں اپنی موت آپ مر جاتا
ان علماء و مشائخ کی شمولیت سے اس بیماری کو چند دن کی حیات ضرور مل گئی ہے اب
انتظار ہے کہ اس کا جنازہ کب نکلا ہے۔ بندہ کی شرعی رائے یہ ہے کہ فرقہ باطنیہ یا تو
ندامت کے ساتھ حق کی طرف رجوع کرے گا اور بصورت دیگر ان شاء اللہ تعالیٰ ختم ہو
جائے گا غور فرمادیں کہ جو علماء و مشائخ ۲۲ مارچ کے اجلاس لاہور میں شریک ہوئے ہیں
سب کی زبان پر نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کا دعویٰ ہے اور اس نظام مقدس کو صرف اور
صرف شرعی امام جامع شرائط ہی نافذ کر سکتا ہے اور تقرر امام اتحاد اہل سنت پر موقوف
ہے تو نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ نظام مصطفیٰ اتحاد اہل سنت پر موقوف ہے اور انتشار اہل سنت
نظام مصطفیٰ کا دشمن ہے تو چونکہ یہ علماء و مشائخ انتشار اہل سنت کا سبب بنے ہیں لہذا
یہ لوگ اس نظام مقدس کے دشمن ہیں لہذا ان کو یہ امر زیب نہیں دیتا کہ وہ نظام مصطفیٰ کا
دعویٰ کریں۔ علامہ شاہ احمد نورانی نے نہ تو کبھی امراء اور حکام کے دروازوں کا چکر لگایا
ہے اور نہ ہی انہوں نے اہل سنت میں انتشار پیدا کرنے کی کوشش کی، البتہ انہوں نے
اصولوں پر کبھی سودے بازی نہیں کی جس نے اصولوں کی خلاف ورزی کی اس کو سزا
دینے میں انہوں نے کبھی تامل نہیں کیا۔ اگرچہ وہ بڑا عہد دیدار کیوں نہ ہوں اور اس کا
نام انتشار نہیں ہے بلکہ نظام عدل ہے تقریباً ہر سیاسی پارٹی اختلاف کی وجہ سے متعدد
پارٹیوں میں تبدیل ہوئی ہے اور جمیعت بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے لیکن جمیعت کا باطنی
قولہ نہایت قلیل ہے اور اہل سنت کا سواد اعظم اب بھی علامہ شاہ احمد نورانی کے ساتھ
ہے۔ بندہ کو اعتراف ہے کہ میرے مضمون میں بظاہر علماء و مشائخ کی گستاخی کی گئی ہے
اور بعض معاندین اس فقیر کے خلاف پروپیگنڈہ بھی کریں گے اس کا ایک جواب تو بعد

میں مضمون کے آخر میں آئے گا چند جملات یہاں ملاحظہ ہوں۔

جواب اول

علماء و مشائخ خطاء سے مصوم نہیں ہیں ان سے خطا سرزد ہو سکتی ہے بلکہ ہوتی ہے تو ان کو ادب کے ساتھ خطا پر متنبہ کرنا یہ گستاخی نہیں ہے بلکہ یہ حقیقی احترام ہے کیونکہ جس آدمی پر تنقید نہ ہو تو وہ سمجھتا ہے کہ میری ہر بات درست ہوتی ہے اور تنقید سے بالاتر ہے تو وہ احتیاط سے کام نہیں لیتا لہذا خطاء کا احتمال زیادہ ہوتا ہے اور اگر اس کو علم ہو کہ میری بات پر تنقید ہوگی تو وہ ہر بات سوچ کر اور احتیاط سے کرے گا اور یہی اس کے حق میں بہتر ہے تو جو علماء و مشائخ ۲۳ مارچ کے اجلاس میں شریک ہوئے اور اس سے اہل سنت میں افتراق پیدا ہوا۔ یہ ایک خطائی تو بندہ نے پورے احترام کے باوجود اس خطا پر ان علماء و مشائخ کو متنبہ کیا ہے اور خطا کی سنگینی کی وجہ سے اس پر حصیہ کرنا ضروری تھی اور اس کو گستاخی کہنا اس صدی کا قصوف ہے جو قصوف قدیم کے الٹ ہے۔

جواب دوم

بندہ کا نظریہ یہی ہے کہ علماء و مشائخ کا احترام لازم ہے لیکن اللہ تعالیٰ جل شانہ اور اس کے حبیب ﷺ کا احترام علماء و مشائخ کے احترام سے بہت زیادہ ہے لہذا فقیر کے نزدیک اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام بیان کرنے میں اگر بظاہر علماء و مشائخ کی گستاخی لازم آتی ہو تو کوئی قہاحت نہیں ہے۔ اور کسی کا احترام احکام شرعیہ بیان کرنے میں مانع نہ ہونا چاہیے۔

مقصد سوم

اس مقصد میں اب امام کے شرائط بیان کئے جاتے ہیں تاکہ یہ معلوم ہو کہ ہر آدمی نہ تو امام شرعی ہو سکتا ہے اور نہ ہی اسلامی آئین نافذ کر سکتا ہے۔ عقائد نسبی میں ہے۔ فقہ ونبی ان یکون الاعمام ظاہراً یدرجہ الیہ لامعظمتہا ولا معتظراً ویکون من قریش ولا یکون من غیرہم ولا یختص بہمی ہاشم واولاد علی رضی اللہ عنہم خلاصہ عبادت یہ ہے کہ امام ظاہر ہونا چاہیے تاکہ لوگ اپنے مسائل میں اس کی

طرف رجوع کریں اور امام لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ نہ ہو مگر بھی نہ ہو یعنی اس وقت تو لوگوں کے سامنے نہ ہو لیکن مستقبل میں اس کے نکلنے کا انتظار ہو اور وہ قریش سے ہوگا اور غیر قریشی نہیں ہوگا اور امام کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ بنی ہاشم سے ہو یا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہو۔ یہ جو ذکر کیا گیا ہے یہ اہل سنت کا مذہب ہے اور اہل شیعہ اس امر پر تو متفق ہیں کہ امام کا قریشی ہونا ضروری ہے اس کے بعد اہل شیعہ کے دو مذہب ہیں۔ اول یہ کہ امام کے لئے ضروری ہے کہ بنی ہاشم سے ہو غیر ہاشمی امام نہیں ہو سکتا۔

مذہب دوم یہ کہ امام کے لئے ضروری ہے کہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی اولاد سے ہو چونکہ اہل سنت کے نزدیک یہ دونوں مذہب باطل ہیں اس لئے متن میں دونوں مذہبوں کے رد کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ شرح عقائد میں ہے۔ یعنی لا یشرط ان یکون الاعمام قرشیاً لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام الاتمة من قریش وهذا وان کان عبداً واحداً لکن لعلمنا انہو یکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ محصلہ علی الانصار ولم یفکر احد لعنار مبعیاً علیہ ولم یخالف لیہ الا خوارج وبعض المعتزلہ ولا یشرط ان یکون ہاشمیاً او علویاً لما ثبت بالدلیل من خلافتہ ابی بکر و عمر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم مع انہم لم یکونوا من بنی ہاشم وان کانوا من قریش

متن عقائد نسبی میں تین دعوتیں تھے شارح عقائد علامہ تھکڑانی نے ہر ایک پر دلیل ذکر کی ہے۔ دعویٰ اول کہ امام کے لئے یہ ضروری ہے کہ قریش سے ہو اور غیر قریش سے نہ ہو اس کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہر ایک امام قریش سے ہوگا اس دلیل کی عدا اس امر پر ہے کہ الائمہ پر جو ال ہے وہ استغراق کے لئے ہے اور اس وقت امام کا ہر فرد قریشی ہوگا اور غیر قریشی امام نہیں ہو سکے گا۔ اب اس دلیل پر اعتراض ہوتا ہے اور شارح تھکڑانی نے اس کا جواب دیا اعتراض یہ ہے کہ مسئلہ امامت اہل سنت کے نزدیک اگرچہ فروعات سے ہے اور حدیث الائمہ من قریش۔ یہ خبر واحد ہے اور متن کی مفید ہے اور جو مسائل فروعات سے ہیں وہ دلیل عقلی سے ثابت ہو جاتے ہیں تو امام کا قریشی ہونا اہل سنت کے نزدیک تو خبر واحد سے ثابت ہو جائے گا لیکن اہل شیعہ کے

نزدیک یہ مسئلہ اصولِ اعتقاد سے ہے اور اس کے لئے دلیل قطعی کا ہونا ضروری ہے تو امام کے قریشی ہونے کا مسئلہ اہل شیعہ کے نزدیک اس خبر واحد قطعی سے کیسے ثابت ہوگا تو شارح تفتازانی نے اس کا یہ جواب دیا کہ آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد انصار نے مہاجرین کو کہا کہ (معاہدہ و معکم العہد) یعنی اب ایک امیر نہیں ہوگا بلکہ دو امیر ہوں گے ایک ہم سے یعنی انصار سے اور ایک دوسرا امیر تم سے ہوگا یعنی مہاجرین سے تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انصار کے خلاف حدیثِ ائمہ من قریش سے استدلال کیا جس کا مطلب یہ تھا کہ مہاجرین سے ہی امام ہوگا کیونکہ وہی قریش ہیں اور امام انصار سے نہیں ہو سکتا کیونکہ انصار قریش نہیں تھے تو اس حدیث کا کسی نے انکار نہ کیا تو اس حدیث پر اجماع صحابہ ہوا تو اب یہ حدیث قطعی ہوگی اور یقین کا فائدہ دے گی تو اب اہل شیعہ کے نزدیک بھی اس حدیث شریف سے استدلال درست ہوگا خلاصہ جواب یہ ہوگا کہ یہ حدیث اگرچہ باہتمام اصل کے خبر واحد اور مفید عن ہے لیکن جب اس پر صحابہ کا اجماع ہو گیا تو اب یہ خبر یقین کا فائدہ دے گی الہتہ خوارج اور بعض مقلد قریش والی شرط کے منکر ہیں اب اس تصریح سے معلوم ہو گیا کہ اس دور میں اگر کوئی آدمی قریش کی شرط کا انکار کرے تو وہ خارجی ہوگا یا معتزلی اہل سنت ہرگز نہیں ہو سکتا علامہ تفتازانی نے جو جواب دیا ہے صاحبِ نمبر اس نے اس کو ان الفاظ سے رد کیا ملاحظہ ہو۔

وہما بحث وهو ان جعلہ عبر الاحاد من قللہ تعہد الاحادیث کما هو عائدہ المتکلمین فانہ حدیث متواتر رواہ نحواریہین صلیہما کما فی الصواعق خلاصہ اعتراض یہ ہے کہ علامہ تفتازانی کا اس حدیث کو اصل سے خبر واحد کہنا درست نہیں ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تفتازانی متکلمین سے ہے اور متکلمین متبع حدیث میں کمزور ہوتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ ابن حجر نے صواعقِ عرقہ میں فرمایا کہ یہ حدیث متواتر ہے اور اس کو تقریباً چالیس صحابہ نے روایت کیا ہے اور خبر متواتر باہتمام اصل کے یقین کا فائدہ دیتی ہے خلاصہ اعتراض یہ کہ علامہ تفتازانی نے حدیثِ ائمہ من قریش کو اصل کے لحاظ سے قطعی اور خبر واحد قرار دیا اور اجماع صحابہ کے لحاظ سے قطعی قرار دیا یعنی یہ

حدیث صرف ایک وجہ سے قطعی ہے اور صاحبِ نمبر اس نے بحوالہ ابن حجر اس حدیث کو دو وجہ سے قطعی قرار دیا۔ یہاں یہ جاننا ضروری ہے کہ حدیث متواتر بمولہ آیت قرآنی ہے اور اس کے انکار سے کفر کا خطرہ ہے اور اس کے علاوہ اس پر اجماع صحابہ بھی ہے اور اس اجماع کا انکار بھی کفر کے خطرہ سے خالی نہیں ہے تو صاحبِ نمبر اس کی تحقیق کے مطابق اس حدیث کا انکار دو وجہ سے کفر کا سبب ہے اور علامہ تفتازانی کی تحقیق کے مطابق اس حدیث کا انکار صرف ایک وجہ سے کفر کا سبب ہے یہاں یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر صرف اجماع صحابہ ہے کوئی خبر متواتر نہیں ہے اس کے باوجود اس خلافت کا انکار کفر ہے اور امام کا قریش سے ہونا اجماع صحابہ سے بھی ثابت ہے اور خبر متواتر سے بھی تو نتیجہ یہ ہوا کہ امام کے قریش سے ہونے کی قطعیت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی قطعیت سے زیادہ ہوگی تو اس کے منکر کو بطریقِ اولیٰ کفر کا خطرہ ہے۔ مقصد سوم میں تین دعوے تھے علامہ تفتازانی نے ہر ایک پر دلیل دی دہوی اول یہ تھا کہ امام کے لئے قریشی ہونا ضروری ہے اور غیر قریشی امام نہیں ہو سکتا اس دہوی پر دلیل حدیثِ ائمہ من قریش اور لفظِ ائمہ پر ال استغراق کا ہے اس دلیل پر ایک اعتراض تھا اور اس کے دو جواب دیئے گئے جواب اول علامہ تفتازانی نے دیا اور جواب دوم ابن حجر اور صاحبِ نمبر اس نے دیا اب دلیل اور اعتراض و جواب سے چند امور واضح ہوئے غور فرمادیں۔

امر اول جب انصار نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حدیثِ سماعت کی تو اس پر کوئی اعتراض نہ کیا کہ قریش میں کون سی خصوصیت ہے جو کہ غیر قریش میں نہیں ہے جس کی وجہ سے قریش امامت کے مستحق ہیں اور غیر قریش مستحق نہیں ہیں۔ بلکہ انصار نے بغیر چوں چا اس حدیث کو تسلیم کر لیا اور اپنے مطالبہ امامت سے دستبردار ہو گئے ان کا ایمان تھا کہ چونکہ آنحضرت ﷺ نے قریش کو مستحق امامت ظہر لیا تو لازمی طور پر قریش میں کوئی خصوصیت ہے جو کہ غیروں میں نہیں ہے اگرچہ ہم کو وہ خصوصیت معلوم نہیں ہے برخلاف آج کل کے جدید ذہن کے کہ یہ ذہن اس فرمان نبوی کو آسانی سے تسلیم نہیں کرے گا بلکہ یہ کہے گا کہ سب مسلمان برابر ہیں لیکن بندہ اس جدید ذہن کو کہتا ہے کہ اس فرمان نبوی

میں حکم سے تمہارے ایمان کو خطرہ لاحق ہو جائے گا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ہمارے ایمان میں بھی فرق ہے اور وہ یہ درست ہے کہ عورت امام نہیں ہو سکتی لیکن یہ خبر واحد سے ثابت ہے اس پر کوئی خبر متواتر نہیں ہے اور ہاشمی کا امام ہونا اور غیر ہاشمی کا امام نہ ہونا یہ خبر متواتر سے ثابت ہے پاکستان میں آج کل جتنے سربراہان ہوئے بندہ کے خیال میں کوئی بھی ہاشمی نہیں تھا بلکہ سب غیر ہاشمی تھے اس کے باوجود جو علماء اور مشائخ ۳۲ مارچ کو اجلاس لاہور میں شریک ہوئے انہوں نے اور ان کے آباء اجداد اور مشائخ نے ان تمام غیر ہاشمی سربراہان مملکت کی سربراہی کو تسلیم کیا اور کسی کے خلاف کوئی فتویٰ نہ دیا لیکن آج یہ لوگ عورت کی سربراہی کے خلاف شور مچا رہے ہیں بندہ ان علماء و مشائخ کو چیلنج کرتا ہے کہ وہ فرق بتائیں کہ انہوں نے اور ان کے آباء و مشائخ نے غیر ہاشمی کی سربراہی کو تو تسلیم کر لیا حالانکہ یہ خبر متواتر کے اور اجماع اصحاب کے خلاف ہے جس کا انکار کفر ہے اور عورت کی سربراہی کے خلاف شور مچایا ہوا ہے حالانکہ یہ خبر واحد کے خلاف ہے جس کا انکار کفر نہیں ہے خلاصہ یہ کہ تم نے اور تمہارے اکابرین نے حدیث متواتر کو تو نظر انداز کر دیا اور خبر واحد کو اچھالا تو یہ یا تو جہالت پر مبنی ہے کہ تم کو اس حدیث کا علم تک نہیں اور یا یہ حناد پر مبنی ہے یعنی اس عورت کے ساتھ حناد اور ذاتی خاصیت ہے جن علماء و مشائخ میں کوئی کمیّت ہے وہ بندہ کے اس چیلنج کا جواب دیں۔

امر سوم آج کل سربراہ دو قسم کے ہیں اول سربراہ مملکت جس کو صدر کہا جاتا ہے دوم سربراہ حکومت جس کو وزیراعظم کہا جاتا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ مسلمانوں پر جو تقرر امام واجب ہے اور وہ عورت نہیں ہو سکتی اور اس امام کا قریشی ہونا ضروری ہے کیا اس سے مراد ہر ایک سربراہ ہے یعنی صدر اور وزیراعظم ہر دو کا شرعی امام ہونا لازمی ہے یا ان سے صرف ایک کا شرعی امام ہونا ضروری ہے تو پھر وہ کون ہوگا صدر یا وزیراعظم اور تیسری صورت یہ ہے کہ ہر ایک مستقل امام نہ ہو بلکہ ہر دو کا مجموعہ امام ہو اب بندہ اس پر بحث کرتا ہے گزارش یہ ہے کہ ایک یہ ایک مسئلہ حقیقت ہے جس سے انکار کوئی جاہل ہی کر سکتا ہے کہ ہر شے کی پہچان اس کی تعریف سے ہوتی ہے اب دیکھنا ہے کہ امام کی تعریف کیا ہے اگر وہ

تعریف ہر ایک پر صادق آئے تو دونوں مستقل طور پر امام ہوں گے اور اگر تعریف صرف ایک پر صادق آتی ہے نہ دوسرے پر تو وہی امام ہوگا۔

یہاں یہ جاننا ضروری ہے کہ نصب امام کا مسئلہ دراصل علم فقہ کا مسئلہ ہے کیونکہ نصب امام افعال مکلفین سے ہے اور افعال مکلفین کی بحث علم فقہ میں ہوتی ہے لیکن چونکہ اس مسئلہ میں اختلاف بہت ہے اور اس میں اعتقاد کے خراب ہونے کا خطرہ ہے اس لئے مسئلہ امامت کی تفصیل علم کلام میں ہے اور علم فقہ میں اس کا ذکر اجمال کے طور پر آئے گا۔ اب ائمہ کی تعریفیں ملاحظہ ہوں۔ تعریف اول در مختار میں ہے۔

الائمة صغرى وكبرى فالكبرى المستحق تصريف عام على الانام اي

على الغلق

شامی میں ہے:

وهو متعلق بتصريف لا المستحق لان المستحق عليهم طاعته الامام

لا تصبره ولا يعامر الا المستعار ان يعال عام بكذا اعلا عليه

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ امامت میں مخلوق پر تصرف عام کا استحقاق ہوتا ہے اور لفظ علی الانام یہ تصرف کے متعلق ہے نہ کہ استحقاق اور عام کے متعلق کیونکہ اگر استحقاق کے متعلق ہوتا تو یہ معنی ہوگا مخلوق پر استحقاق تصرف عام ہے حالانکہ یہ درست نہیں ہے کیونکہ لوگوں پر طاعت امام ضروری ہے نہ کہ امام کا تصرف اور اگر اعلیٰ الانام متعلق استحقاق کے ہوتا تو یہ معنی ہوگا کہ لوگوں پر مستحق تصرف امام ہے اور لفظ عام کے متعلق بھی نہیں ہے کیونکہ عام کا صلہ ہر آتا ہے نہ کہ علی چنانچہ محاورہ عام بکذا الاطیہ خلاصہ تعریف یہ ہوا کہ ائمہ میں لوگوں پر تصرف عام کا استحقاق ہوتا ہے جس کو لوگوں پر تصرف خاص کا استحقاق ہو وہ امام نہیں ہے۔ شامی میں تعریف کے جنس اور فصل کو اس طرح بیان کیا۔ (وخرج بقيد الموم حش القضاء والامارة) یعنی عموم کی قید اس لئے لگائی تاکہ قاضی اور امیر خارج ہو جائے کیونکہ ان ہر دو کو تصرف عام کا استحقاق نہیں ہوتا بلکہ تصرف خاص کا استحقاق حاصل ہوتا ہے کیونکہ جس علاقہ کا قاضی اور حاکم مقرر کیا گیا ہے اس کا حکم صرف انہی لوگوں پر ہوتا ہے

ہوگا جو اس طلاق کے رہنے والے ہیں نہ کہ سارے ملک پر اب عورت اور غیر قریشی امام تو نہیں ہو سکتے۔ لیکن کسی خاص طلاق کے قاضی اور حاکم ہو سکتے ہیں تو جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ عورت بالکل حاکم نہیں ہو سکتی ان کا یہ قول دین سے بے خبری پر مبنی ہے اور وہ نام نہاد علامہ ہیں۔ تعریف دوم مواقف اور شرح مواقف میں ہے۔

الامامة رياسته عامته في امور الدين والدنيا لشخص من الاشخاص فلهذا العموم احتراز عن القاضي والرئيس وغيرهما والتمسك بالامير احتراز عن كل الامة اذا عزلوا الامام عند فسقه فان الكل ليس شخصاً واحداً

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ امامت یہ ہے کہ ایک شخص کے لئے دین اور دنیاوی امور میں ریاست اور سرداری عام حاصل ہو کوئی دینی اور دنیاوی شعبہ اس کی ریاست سے خارج نہ ہو اس کے بعد تعریف کے جن اور فصل بیان کرتا ہے کہ عموم کی قید سے قاضی اور رئیس اور ہر وہ آدمی خارج ہو گیا جس کو بادشاہ نے کسی خاص طلاق پر سردار مقرر کیا ہو اب اس تعریف سے بھی معلوم ہوا کہ جو لوگ امام نہیں ہو سکتے جیسے عورت اور غیر قریشی یہ لوگ قاضی اور کسی خاص طلاق کے رئیس اور حاکم ہو سکتے ہیں اور جو آخری قید ہے شخص من الاشخاص اس سے مجموعہ امت خارج ہوگی کیونکہ ساری امت مجموعی طور پر امام نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ ایک شخص نہیں ہے بلکہ متعدد اشخاص کا مجموعہ ہے اس تعریف سے یہ امر واضح ہو گیا کہ امام صرف ایک ہوگا متعدد امام نہیں ہو سکتے نہ ہر ایک مستقل امام ہو سکتا ہے اور نہ مجموعہ من حدیث مجموعہ۔ یہ تعریف دوم اور تعریف اول تقریباً ایک جیسی ہیں۔ اب ان ہر دو تعریف پر اعتراض کرتا ہے اس مجموعہ کی صورت یہ ہے کہ امام فاسق ہو گیا اور اہل حل و عقد جنہوں نے اس امام کا تقرر کیا تھا انہوں نے عقد مجموعی طور پر امام نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ ایک شخص نہیں ہیں اس تعریف سے یہ امر واضح ہو گیا کہ شرعی امام صرف ایک ہوتا ہے امام متعدد نہیں ہو سکتے نہ ہر ایک مستقل اور نہ مجموعہ من حدیث مجموعہ تعریف اول اور دوم ہر دو تقریباً ایک جیسی ہیں اب ان ہر دو تعریف پر صاحب مواقف اعتراض کرتا ہے ملاحظہ ہو:

خلاصہ اعتراض یہ ہے کہ نبوت اور امامت ایک چیز نہیں بلکہ متعارف ہیں اور یہ تعریف نبوت پر بھی صادق آتی ہے کیونکہ تمام لوگوں پر تصرف عام کا نبی مستحق ہوتا ہے اور نبی کی بھی امور دینی اور دنیاوی میں ریاست اور سرداری عام ہوتی ہے تو تعریف مانع نہ ہوگی اس کے بعد تعریف سوم کرتا ہے اور یہ تعریف جامع مانع ہے۔

تعریف سوم

الامامة خلافته الرسول في اقامة الدين وحفظ حوزة المملعة بحيث يجب اتباعه على كافة الامة وبهذا التمسك بالامير يخرج من منصبه الامام في ناحية كالتقاضى مطلقاً ويخرج المجتهد لئلا يلجأ اتباعه على الامة كافة بل على من قلده خاصته

خلاصہ تعریف سوم یہ ہے کہ امامت رسول اللہ ﷺ کی خلافت کا نام ہے اور یہ خلافت اقامت دین میں ہے اور ملت کے مجموعہ کی حفاظت میں ہے اور اس کی اتباع تمام امت پر واجب ہوتی ہے اس آخری قید سے قاضی اور مجتہد خارج ہو گئے کیونکہ قاضی اور مجتہد کی اتباع ساری امت پر واجب نہیں ہے بلکہ قاضی کی اتباع صرف اس حلقہ کے لوگوں پر ہے جس حلقہ کا وہ قاضی ہے یا ان لوگوں پر ہے جن کا مقدمہ اور کیس قاضی کے پاس ہے اسی طرح مجتہد کی اتباع صرف اس کے مقلدین پر واجب ہے اب اس تیسری تعریف پر وہ اعتراض نہیں کرتا جو کہ تعریف اول اور دوم پر ہوتا ہے کہ ہر دو تعریف نبوت پر بھی صادق آتی ہیں حالانکہ امامت اور نبوت دو متعارف چیزیں ہیں تیسری تعریف پر اعتراض اس لئے نہیں ہوتا کہ نبوت کسی رسول کی خلافت نہیں ہے بلکہ نبوت شریعت مطہرہ کی بھٹ ہے بندہ دو بار یہاں ذکر کرتا ہے کہ یہ جو شرع شریف کا مسئلہ ہے کہ عورت امام اور حاکم نہیں ہو سکتی اس سے مراد وہ حکومت اور امامت ہے جس کی تین تعریف ذکر کی گئی ہیں اس کے سوا بعض صورتوں میں عورت حاکم ہو سکتی ہے جیسا قاضی یا ملک کے کسی خاص حصہ کی حکومت الہیہ عورت جیسا کہ امامت کبریٰ کی اہل نہیں ہے امامت صغریٰ کی بھی اہل نہیں ہے یعنی نماز کی امامت کی بھی اہل نہیں ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ امامت کی جو تین تعریف ذکر کی گئی ہیں یہ صرف صدر پر صادق آتی ہیں یا کہ صرف وزیراعظم پر یا ہر ایک پر یا ہر دو کے مجموعہ من حیث

مجموعہ پر تو بندہ عرض کرتا ہے کہ یہ تعزینیں صرف اور صرف صدر پر صادق آتی ہیں کیونکہ تعزینوں تعریف کا خلاصہ یہ ہے کہ امام کے لئے ضروری ہے کہ تمام لوگوں پر اس کا تصرف عام ہو اور تمام لوگوں پر اس کی اجازت واجب ہو اور یہ امر صرف صدر مملکت پر صادق آتا ہے اور یہ صفت صرف صدر مملکت میں پائی جاتی ہے نہ کہ وزیراعظم پر اور اس کی چند وجوہ ہیں۔

وجہ اول

صدر مملکت اکیلا وزیراعظم اور وزراء اعلیٰ کو معزول کر سکتا ہے جیسا کہ صدر ضیاء الحق نے کیا تھا اگرچہ اس کے لئے بعض شرطیں ہیں لیکن وزیراعظم اکیلا نہ تو صدر مملکت کو معزول کر سکتا ہے اور نہ ہی وزراء اعلیٰ کو اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس وقت وزیراعظم پاکستان اور پنجاب اور بلوچستان کے وزراء اعلیٰ کے درمیان شدید جھگڑا اور محاذ آرائی انتہا کو پہنچ چکی ہے لیکن وزیراعظم بے بس ہے اگر اس کو صوبوں کے وزراء اعلیٰ کو معزول کرنے کا اختیار ہوتا تو وزیراعظم اپنے اس اختیار کا ضرور استعمال کر لیتا البتہ مرکزی اسمبلی کو صدر اور وزیراعظم کو معزول کرنے کا اختیار ضرور ہے اور اسی طرح صوبائی اسمبلیوں کو وزراء اعلیٰ کو معزول کرنے کا اختیار ہے اور یہی وجہ ہے کہ مرکزی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں کے اراکین کی خرید و فروخت ہو رہی ہے۔ تاکہ اس کے ذریعے وزیراعظم اور وزراء اعلیٰ کو ان کے عہدہ سے معزول کیا جاسکے۔ وجہ دوم پاکستان میں انتظامیہ دو قسم کی ہے ایک انتظامیہ وزیراعظم کے ماتحت اور دوسری وزراء اعلیٰ کے ماتحت، صوبوں کی انتظامیہ پر وزیراعظم کا کنٹرول نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ صوبوں کی انتظامیہ وفاقی اور مرکزی وزراء کو تنگ کرتی رہتی ہے اور وزیراعظم اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی تو مظلوم ہوا کہ وزیراعظم کا ملک کے تمام لوگوں پر تصرف عام نہیں ہے تو ثابت ہوا کہ شرعی امام صرف صدر مملکت ہے نہ کہ وزیراعظم تو نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ عورت اور غیر قریش صرف صدر مملکت نہیں ہو سکتے وزیراعظم اور وزیر اعلیٰ ہو سکتے ہیں اور اس میں کوئی شرعی قہر نہیں ہے کیونکہ عورت اور غیر قریش صرف امامت کبریٰ کے اہل نہیں ہیں قضاء اور ملک کے کسی حصہ کے حاکم ہو سکتے ہیں اگرچہ عورت امامت صغریٰ کی بھی اہل نہیں ہے اور غیر قریشی اس کا اہل ہے یہاں تک بندہ نے

دلیل سے ثابت کیا ہے کہ جو سربراہ شریعت مطہرہ میں عورت اور غیر قریش نہیں ہو سکتا وہ صدر مملکت ہے نہ کہ وزیراعظم کیونکہ امام کی جو تعین تعزینیں کی گئی ہیں وہ صدر مملکت پر صادق آتی ہیں اور وزیراعظم پر صادق نہیں آتی اب بندہ یہ ذکر کرتا ہے کہ اگر تسلیم کر لیا جائے کہ وزیراعظم پر بھی امام کی تعین تعزینیں صادق آتی ہیں اور جس طرح عورت اور غیر قریشی، شرع شریف میں صدر مملکت نہیں ہو سکتے اسی طرح وزیراعظم بھی نہیں ہو سکتے تو یہاں ایک اور قہر لازم آئے گی اور وہ یہ کہ امر فوشس اور اس سے زیادہ واضح ہے کہ صدر مملکت تو یقیناً سربراہ مملکت اور امام ہے جس کی نقل ازیں تعین تعزینیں ذکر کی جا چکی ہیں اور اس کا انکار نری جہالت ہے اور اگر وزیراعظم بھی سربراہ مملکت تسلیم کر لیا جائے تو ایک چھوٹے سے ملک کے دو امام اور دو سربراہ مملکت ہو جائیں گے اور یہ شرع شریف میں ناجائز ہے اب بندہ اس پر دلائل پیش کرتا ہے۔ دلیل اول مسلم شریف میں ہے:

بروایۃ مشکوٰۃ عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما بولیعہ علیہما فاعطاهما الآخر منہما (رواہ مسلم)

خلاصہ حدیث شریف یہ ہے کہ اگر دو غلیفہ کے ساتھ لوگ بیعت کریں تو پہلے کی اطاعت کرو اور دوسرے کے ساتھ لڑائی کرو حدیث شریف میں جو بیعت کا ذکر ہے اس سے مراد غلیفہ اور امام کا انتخاب ہے خواہ ہاتھ میں ہاتھ دے کر ہو یا زبان کے ساتھ یا کسی اور وجہ سے ہو اس حدیث شریف سے واضح ہو گیا کہ ایک زمانہ میں مسلمانوں کے دو غلیفہ اور امام نہیں ہو سکتے۔ اور اگر بالفرض دو امام ہوں تو دوسرے کے ساتھ مقابلہ اور لڑائی ضروری ہے۔ مسلم شریف کی اور حدیث شریف میں ہے:

عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من ہائم اماماً فاعطاه مقلۃ یردہ وثمرۃ قبلہ فلیطمع ان استطاع فان جاء آخر یردہ فاضربوا عنقه (رواہ مسلم)

خلاصہ حدیث شریف یہ ہے کہ جس آدمی نے ایک امام کے ساتھ بیعت کی اور اسے منتخب کیا اور دل سے اس کی امامت کو تسلیم کیا تو حتی الامکان اس امامت کی اطاعت کرے اور

اگر کوئی اور امامت اور خلافت میں اس کے ساتھ جھگڑا کرے تو اس کی گردن اڑا دو۔

اس حدیث شریف سے بھی یہی معلوم ہوا کہ ایک ملک میں مسلمانوں کے دو امام اور سربراہ مملکت ہرگز نہیں ہو سکتے اور اگر ایسا ہو تو پہلے کی اطاعت لازم اور دوسرے کی گردن اڑانے کا حکم ہے۔ بخاری اور مسلم دونوں میں ایک اور حدیث بھی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے تعدد امام شرح شریف میں منسوخ ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ ہو۔

وہن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال کذبت بنو اسرائیل تسو سہم الانبیاء کلہا ہلک لہن علفہ لہن ہاتھ لانی بعدی سیکون خلفاء فیکفرون قالوا فما تأمرنا قال فوالیہ الاول فالاول اعطوہم حقہم الحدیث متفق علیہ

خلاصہ ترجمہ حدیث شریف یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے انبیاء ان کی اصلاح کرتے تھے۔ جب ایک نبی کا وصال ہوتا تھا تو ایک اور نبی اس کا خلیفہ ہو جاتا اور میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا البتہ خلفاء کثرت سے ہوں گے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ ان خلفاء کے حلق آپ کا کیا حکم ہے تو آپ نے فرمایا کہ خلیفۃ الاول کی اطاعت کرو اور اس کے وصال کے بعد پھر اول کی اطاعت کرو اور ان کو ان کا حق ادا کرو چونکہ بظاہر حدیث سے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ شاید خلفاء ایک زمانہ میں ہوں گے اور یہ شرعاً منسوخ ہے اس لئے حاشیہ مشکوٰۃ میں اس وہم کو رفع کیا۔

قال الطیسی الغاء للعقب والکتب والاعتماد ولم یردہ فی زمان واحد بل الحکمہ ہذا عند تعدد کل زمان وتجدد دہیعتہ

خلاصہ حاشیہ یہ ہے کہ خلفاء کثیرہ جن کا ذکر حدیث شریف میں ہے اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ یہ خلفاء ایک زمانہ میں ہوں گے بلکہ مراد یہ ہے کہ یکے بعد دیگرے ہوں گے اور مختلف زمانوں میں لوگ ان کی بیعت کریں گے جب ایک فوت ہوگا تو دوسرا اس کا خلیفہ ہوگا۔

یہاں تک بندہ نے تین احادیث سے ثابت کیا کہ ایک چھوٹے ملک کے دو

امام اور دو سربراہ مملکت نہیں ہو سکتے۔ اب اس پر بندہ دلیل دوم نقل کرتا ہے۔ شرح مواقف میں ہے۔

ثم اذا اتفق التعدد فی بلدناو بلادنا تقصص المتقدم فامضى ولو اصرا لآخر فهو من البغایا فوجب ان یقاتل حتی یقی الی امر اللہ فان لم یکن ہذا متقدما او کان ولم یعلم بعینہ وجب البطلان الجدید واستیفاء العقد لمن وقم علیہ الاعتیار ولا یجوز العقد لامامین فی صقع اسی جانب متضایق الاقطار لامامین فی صقع متصم الاقطار بحیث لا یسم الواحد تدبیرہ فهو محل الاجتہاد

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ ایک چھوٹے سے ملک میں دو اماموں کا تقرر جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے ملک میں فتنہ پیدا ہوگا اور نظام حکومت درہم برہم ہو جائے گا اور اگر اتفاق سے اس چھوٹے ملک میں متعدد اماموں کا تقرر ہو جائے تو اس کی صورتیں ہیں اول یہ کہ ہم کو طم ہے کہ فلاں کا تقرر پہلے ہے اور فلاں کا پیچھے تو جس کا تقرر پہلے ہے وہی امام ہوگا نہ کہ دوسرا اور اگر دوسرا اپنی امامت پر پختہ ہو اور اڑ جائے تو وہ ہائی ہے اور اس کے ساتھ اس وقت تک لڑائی کی جائے گی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف لوٹ آئے اور اپنی خلافت سے دستبردار ہو جائے البتہ اگر ملک وسیع اور عریض ہو کہ ایک امام اس کا انتظام نہیں چلا سکتا تو پھر اگر امام متعدد ہوں تو اس کی مجتہدیت ہے مثلاً جس طرح آج کل اسلامی ممالک کافی تعداد میں ہیں اور ایک امام تمام ممالک اسلامیہ کا انتظام نہیں چلا سکتا تو متعدد اماموں کا تقرر شرع شریف میں جائز ہے۔ یہاں ایک صبیحہ ضروری ہے وہ یہ کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان رحمہ اللہ نے خلافت عریضہ پر ایک رسالہ ”دوام احیاء“ تحریر فرمایا ہے اور اس میں خلیفہ اور سلطان کے درمیان سات فرق بیان فرمائے فرق چہارم بیان فرماتے ہیں (خلیفہ ایک وقت میں تمام جہان میں ایک ہی ہو سکتا ہے اور سلاطین دس ملکوں میں دس) یہ عبارت شرح مواقف کی عبارت مذکورہ بالا کے بظاہر تضادم ہے جس میں تصریح ہے کہ وسیع و عریض ملک میں متعدد امام ہو سکتے ہیں لہذا اعلیٰ حضرت کی عبارت کی توجیہ لازم۔

صورۃ دوم

اور اگر ہر دو اماموں سے کوئی مقدم نہیں ہے یا واقع میں ایک مقدم اور دوسرا مؤخر ہے لیکن ہم کو علم نہیں ہے کہ کون مقدم اور کون مؤخر ہے تو سب کی امامت باطل ہے اور بے سرے سے مسلمان صرف ایک امام کا تقرر کریں جس کو وہ پسند کرتے ہیں۔

دلیل سوم

امیر عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے امامت اور خلافت کو چھ آدمیوں کے درمیان شورشی مقرر فرمایا تھا شرح عقائد میں علامہ تھکنازانی رحمہ اللہ نے اس پر اعتراض کیا اور پھر ایک جواب میں علامہ تھکنازانی رحمہ اللہ نے خود دیا اور دوسرا جواب علامہ خیالی رحمہ اللہ نے دیا اب سوال اور اس کے دونوں جواب ملاحظہ ہوں۔

فان قيل كيف صم جعل الملاماة شورى بين ستة مع انه لا يجوز نصب امامين في زمان واحد

خلاصہ سوال یہ ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جو امامت کو چھ آدمیوں کے درمیان شورشی قرار دیا یہ کس طرح درست ہے حالانکہ ایک زمانہ میں دو امام بھی نہیں ہو سکتے چہ جائیکہ چھ امام ایک زمانہ میں ہوں۔ اس کے بعد علامہ تھکنازانی رحمہ اللہ نے اپنے سوال کا یہ جواب دیا ملاحظہ ہو۔

قلنا غير الجائز هو نصب امامين مستقلين بعب طاعة كل منها على الانضواء لما يلزم في ذلك من اعتغال احكام متضادة ولما في الشورى فالكمل بمنزلة امام واحد

خلاصہ جواب یہ ہے کہ متعدد اماموں کا تقرر جو صحیح ہے تو یہ اس صورت میں ہے کہ ہر امام مستقل ہو اور ہر ایک کی مستقل طاعت واجب ہو اور یہ قبیح ہے کیونکہ اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ ہر ایک کا حکم دوسرے کی ضد ہو اور دو ضدوں پر عمل محال ہے اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جو چھ آدمیوں پر مشتمل شورشی قائم کی تو یہ ہر ایک مستقل امام نہیں تھا بلکہ

مجموع من حیث مجموع ہنول ایک امام کے تھے تھکنازانی رحمہ اللہ کا یہ جواب درست نہیں ہے کیونکہ قبل ازیں شرح مواقف کی عبارت میں تصریح گزر چکی ہے کہ امام کے لئے شخص واحد ہونا ضروری ہے اور اہل حل و عقد جب امام کو فسق کی وجہ سے معزول کر دیں تو یہ امام نہیں ہو سکتے کیونکہ اہل حل و عقد کل من حیث کل شخص واحد نہیں ہیں۔ چونکہ یہ جواب درست نہیں تھا اس لئے علامہ خیالی نے اور جواب دیا ہے جس پر یہ اعتراض ہے اب علامہ خیالی کا جواب ملاحظہ ہو۔

وقد يجاب ايضا بان معنى جعل الامامة شورى ان يتشاوروا ويصبروا واحدا منهم ولا يجاوزهم الامامة ولا النصب ولا التعيين وحفظ الاشكال اصلا

چھ آدمیوں پر جو شورشی مشتمل تھی نہ تو ہر ایک امام مستقل تھا تا کہ متعدد امام لازم آئے اور احکام متضادہ پر عمل لازم آئے اور نہ مجموع من حیث مجموع امام تھا تا کہ شخص واحد کے متناہی ہو بلکہ شورشی کا مطلب یہ تھا کہ یہ چھ آدمی ہائیم مشورہ کر کے ان چھ سے ایک آدمی امام مقرر کریں اور امامت ان چھ سے تجاوز نہ کرے یعنی ان چھ کے علاوہ کسی کو امام مقرر نہ کریں اور ان چھ کے علاوہ کوئی آدمی بھی ان چھ سے کسی ایک کو امام مقرر نہیں کر سکتا اور اس وقت کوئی اشکال نہیں ہے۔ علامہ خیالی رحمہ اللہ نے جو آخر میں فرمایا کہ لا اشکال اصلا اس عبارت سے دو چیزوں کی طرف اشارہ ہے اول یہ کہ علامہ خیالی کے جواب پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ دوم یہ کہ تھکنازانی کے جواب پر اعتراض ہے بہر حال شرح عقائد اور خیال کی عبارت سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ امام متعدد نہیں ہو سکتے اب بندہ ان علماء و مشائخ سے جو ۲۲ مارج کے اجلاس لاہور میں شریک ہوئے یہ سوال کرتا ہے کہ آپ کے نزدیک جب عورت وزیراعظم نہیں ہو سکتی کیونکہ وزیراعظم بھی سربراہ ہے اور سربراہ عورت نہیں ہو سکتی تو آپ کی منطق کے مطابق وزیراعظم کا عہدہ بھی غیر شرعی ہے کیونکہ اگر یہ عہدہ تسلیم کیا جائے تو ایک ملک کے دو امام لازم آئیں گے صدر اور وزیراعظم اور یہ شرعاً ممنوع ہے اب سوال یہ ہے کہ قیام پاکستان سے لے کر آج تک صدر اور وزیراعظم دونوں عہدے آرہے ہیں اور مذکورہ بالا علماء و مشائخ اور ان کے آباء و مشائخ نے دونوں عہدوں کو تسلیم کیا

ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا یہ علماء و مشائخ اس کا جواب دیں چونکہ یہ دور جہالت ہے اور مذکورہ بالا علماء و مشائخ اس کی زد میں ہیں اور ان کو اس کا علم تو کیا کہ عورت سربراہ نہیں ہو سکتی اور عورت کے خلاف ایک طوفان کھڑا کر دیا اور ان کو اس امر کا علم ہی نہیں ہے کہ جس طرح عورت سربراہ نہیں ہو سکتی اسی طرح غیر قریشی اور ایک ملک کے دو امام بھی نہیں ہو سکتے دین سے ناواہی کی یہ انتہا ہے کہ مذکورہ علماء و مشائخ نے غیر قریشی اور ملک کے دو اماموں کو تو تسلیم کر لیا ہے اور عورت کی عسکرانی کے خلاف ہے حالانکہ شرع شریف میں سب کا حکم ایک ہے مذکورہ بالا علماء و مشائخ کا ان میں فرق کرنا جہالت پر مبنی ہے یا عورت کے ساتھ ان کو کوئی ذاتی رنجش ہے بندہ مکر عرض کرتا ہے کہ اس فقیر کے نزدیک بھی عورت کا سربراہ ہونا خلاف شرع ہے بندہ کی تحقیق یہ ہے کہ عورت سربراہ مملکت اور صدر نہیں ہو سکتی اور سربراہ حکومت اور وزیراعظم ہو سکتی ہے اس کے خلاف کوئی دلیل شرعی نہیں ہے کیونکہ بندہ دلیل سے ثابت کر چکا ہے کہ وہ سربراہ جو عورت نہیں ہو سکتی اس کی تعریف صرف صدر مملکت پر صادق آتی ہے نہ کہ وزیراعظم پر جن علماء و مشائخ کا یہ خیال ہے کہ عورت مطلقاً سربراہ اور عسکران نہیں ہو سکتی یہ خیال خالص جہالت پر مبنی ہے بندہ نے قبل ازیں امامت کی تین تعریضیں ذکر کی ہیں اور ثابت کیا کہ یہ تعریضیں صرف صدر مملکت پر صادق آتی ہیں نہ کہ وزیراعظم پر کیونکہ امامت میں یہ ضروری ہے کہ امام کا تمام لوگوں پر تصرف عام ہو اور یہ امر صرف صدر مملکت میں پایا جاتا ہے نہ کہ وزیراعظم میں اب ایک صورت یہ ہے کہ امام صدر اور وزیراعظم دونوں کا مجموعہ ہو نہ کہ ہر ایک اور اس مجموعہ پر اگرچہ امامت کی تعریف صادق آتی ہے لیکن اس میں دو خرابیاں ہیں۔ خرابی اول یہ کہ قبل ازیں گزر چکا ہے کہ اہل حل و عقد یہ امام نہیں ہو سکتے کیونکہ امام کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ ایک شخص ہو اور مجموعہ ایک شخص نہیں ہے بلکہ دو شخص ہیں خرابی دوم جب تعریف مجموعہ پر صادق آتی ہے نہ کہ ہر ایک پر تو پھر عورت عسکران ہو سکتی ہے کیونکہ عورت وہ عسکران نہیں ہو سکتی جس پر امامت کی تعریف صادق آتی ہے اور چونکہ عورت پر تعریف صادق نہیں آتی تو عورت مطلق عسکران ہو سکتی ہے اور یہ امر ان لوگوں کے منافی ہے جو کہ عورت کی مطلق

عسکرانی کے خلاف اور منکر ہیں۔ بندہ کو اعتراف ہے کہ میری تحریر اور تقریر میں تکرار ہے اس لئے معذرت کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ تکرار کی وجہ یہ ہے کہ مسئلہ امامت بڑا دقیق اور پیچیدہ ہے اور بندہ کے مخاطب نام نہاد مذکورہ بالا علماء و مشائخ ہیں جن کو علماء و مشائخ سے اس لئے شمار نہیں کیا جاتا کہ وہ خود اور بذاتہ عالم اور شیخ ہیں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ حضرات علماء و مشائخ کی اولاد سے ہیں پدرم من سلطان بود۔ تو مضمون میں تکرار اس لئے ہے کہ مذکورہ بالا علماء و مشائخ کی سمجھ میں یہ مسئلہ آجائے۔

امر چہارم

یہاں بندہ اس پر بحث کرتا ہے کہ جمعیت علماء پاکستان میں جو اختلاف پیدا ہوا اور جمعیت دو دھڑوں میں بٹ گئی ہے تو کتاب و سنت کس دھڑے کی تائید و حمایت اور کس دھڑے کی مخالفت اور مذمت کرتا ہے۔ آیت قرآنی ملاحظہ ہو (وان طاعتان من المؤمنین اتعتلوا فاصلحوا بيهما فان بعث احداهما على الاخرى فقاتلوا التي تبغى حتى تطعوا الى امر الله الا ان ياتوا بقرينة) خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کا فرمان ہے کہ اگر مسلمانوں کے دو

دھڑوں میں اختلاف اور لڑائی جھگڑا پیدا ہو جائے تو دوسرے مسلمانوں کا فرض ہے کہ محتراب گروہوں میں صلح صفائی کرائیں اب اگر صلح ہو جائے تو بہت بہتر ہے اور اگر ایک فریق صلح پر آمادہ نہ ہو تو وہ باغی ہے اور مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ دوسرے فریق کے ساتھ مل کر باغی کے خلاف اس وقت تک برسر پیکار رہیں کہ وہ فرقہ باغیہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف رجوع کرے یعنی مصالحت پر آمادہ ہو جائے یہاں تک بندہ نے آیت شریفہ کا نفس مضمون بیان کیا ہے اب قرآن پاک کا اعجاز ملاحظہ فرمادین کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آیت مذکورہ بالا کا نزول جمعیت علماء پاکستان کے اختلاف کے متعلق ہوا ہے اور آیت کریمہ بالکل اس اختلاف پر منطبق ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ذیل کی آیت تلاوت فرمائی۔ مامعہد الرسول قد علت من قبلہ الرسول فان مات اور قل اتعللہ علی اعقابکم اللہ تعالیٰ تو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ صدیق

اکبر علیہ السلام نے جب آیۃ مذکورہ بالا تلاوت کی تو ہمیں یوں معلوم ہوا کہ یہ آیت اب نازل ہوئی ہے اسی طرح آیت مذکورہ الصدوقان طائفان من المؤمنین اتصلوا آلائہ جمیعت کے اختلاف کے متعلق نازل معلوم ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو علامہ نورانی صدیقی جمیعت کی حاملہ اور شوریٰ اور خادین کے حلقہ بلا مقابلہ منتخب صدر اور امام تھے اور ایک دوسرے گروہ نے ان کے خلاف بغاوت کی جب مسلمانوں نے مصالحت کی کوشش کی تو علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نے کبھی مصالحت سے انکار نہیں کیا بلکہ بارہا اعلان کیا کہ ہمارے دروازے بالکل کھلے ہیں ہم باغیوں کو گلے لگانے کے لئے بالکل تیار ہیں وہ واپس آکر اپنے اپنے مہدوں پر کام کریں لیکن دوسرے مخالف گروہ کا اعلان تھا کہ ہمارے اور نورانی صاحب کے راستے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئے ہیں اور مصالحت کا کوئی احتمال نہیں۔ اس اعلان پر اہل سنت غور کریں کہ اسلام اور کفر کے راستے جدا جدا ہیں تو کیا فریق مخالف کے نزدیک ایک دھڑا موئن اور دوسرا کافر ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے۔ لکنہ دینکم ولی جن غور فرمادیں یہ مخالفت اور بغاوت کی حد ہے کوئی ڈی گل باخیر مسلمان علامہ شاہ احمد نورانی کے متعلق یہ نہیں کہہ سکتا کہ انہوں نے بغاوت کی ہے کیونکہ بغاوت کا مفہوم ہی یہ ہے کہ سابق امام حق کی مخالفت کی جائے تو ظاہر ہے کہ علامہ نورانی اہل سنت کے لئے سابق امام آرہے تھے اور دوسرے فریق نے ان کی صرف مخالفت ہی نہ کی بلکہ ان کو غیر اسلامی اور غیر آئینی اور غیر اخلاقی طور پر معزول کرنے کا دھمکی کیا اب بندہ یہ عرض کرتا ہے کہ ۲۲ مارچ کو لاہور میں جو علامہ نورانی کے خلاف اجلاس ہوا اخباری اطلاع کے مطابق اس اجلاس میں پانچ صد یا پانچ ہزار علما و مشائخ شریک ہوئے اگر ان کو فرمان خداوندی کا ذرا حساس ہوتا تو وہ ہر دو فریق کے درمیان مصالحت کی کوشش کرتے تو اگر علامہ نورانی کا مخالف فریق مصالحت پر آمادہ نہ ہوتا تو یہ علما و مشائخ علامہ نورانی کے ساتھ شریک ہو کر باغی گروہ کے خلاف اس وقت تک برسر پیکار رہتے کہ باغی گروہ اپنی بغاوت سے رجوع کر کے مصالحت پر آمادہ ہو جاتا لیکن ان علما و مشائخ کو علامہ نورانی سے خدا واسطہ کا ایسا عناد تھا کہ انہوں نے فرمان خداوندی کو نظر انداز کر کے باغیوں کی حمایت اور تائید کی بندہ ان

علما و مشائخ سے مودبانہ گزارش کرتا ہے کہ ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے روبرو حساب و کتاب دینا ہے اگر اللہ تعالیٰ نے ان علما و مشائخ سے سوال کیا کہ بغض نورانی کی وجہ سے تم نے میرے فرمان کو کیوں نظر انداز کیا؟ تو ان علما و مشائخ کے پاس کیا جواب ہوگا؟ اب اسی مضمون پر حدیث شریف ملاحظہ ہو اب بھی وقت ہے کہ یہ علما و مشائخ بغاوت سے انحراف کر کے حق کی طرف رجوع کریں تو ان اکابرین کا روز قیامت یہ جواب ہوگا کہ اگرچہ ہم سے فطری سرزد ہوئی کہ باغیوں کی تائید کی لیکن جب ہم کو حکم خداوندی یاد دلایا گیا تو ہم نے بغاوت سے رجوع کر کے حق کا اقرار کیا تو امید قوی ہے کہ ان کا یہ طرد دربار خداوند میں مقبول ہوگا کیونکہ (الغائب من الذنب کمن للذنب له) اب اس موضوع پر چند احادیث نبویہ صلی صاحبہا الصلوٰۃ والتسبیحہ ملاحظہ ہوں۔

حدیث اول

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من رأى من امیرة شیئا یکرهہ فلیصبر فانہ لیس احدہما یارق الجماعة شبرا فیموت الامات مینة جاہلیة متطقی علیہ

خلاصہ حدیث شریف یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو آدمی اپنے امیر میں کوئی ایسی شے دیکھتا ہے جس کو وہ ناپسند کرتا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ اس پر صبر کرے اور بغاوت نہ کرے کیونکہ جو آدمی بھی خواہ کوئی بڑا عالم یا بڑا شیخ کیوں نہ ہو اگر ایک بالشت بھی جماعت سے دور ہو کر مر جائے تو وہ چاہیہ اور خلافت کی موت مرا اب اس حدیث پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث بھی جمیعت علما پاکستان کے اختلاف پر پوری طرح منطبق ہوتی ہے گویا کہ اسی اختلاف کے لئے فرمائی گئی ہے علامہ نورانی کے مخالف دھڑے اور اس کے حامی علما و مشائخ اگر علامہ نورانی کو اچھا نہیں جانتے تھے تو بحکم حدیث شریف علامہ نورانی کی صدارت کو برداشت کرتے اور اس منیٰ میں جمیعت کے مرکزی انتخابات ہونے والے ہیں تو یہ لوگ خادین جمیعت کے ساتھ رابطہ پیدا کرتے اور مرکزی قیادت کو تبدیل کر دیتے کہ اگر بغاوت نہ کرتے تو ان لوگوں کا پسندیدہ امیدوار بلا مقابلہ

جمعیت کا صدر منتخب کیا جاسکتا تھا۔ لیکن انہوں نے غلط کر کے بغاوت کا راستہ اختیار کیا تو اب اگر وہ اسی بغاوت پر سرگئے تو ان کی موت جاہلیت اور خلافت کی موت ہوگی تو اب ان لوگوں پر لازم ہے کہ وہ اپنی موت کو اسلامی موت بنانے کے لئے بغاوت سے انحراف کر کے حق کے راستہ صراطِ مستقیم پر گامزن ہوں۔

حدیث دوم

عن عبد الرحمن بن عوف قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يقول انه سيكون هدات وهدات فمن اراد ان يفرق امر هذا الامة وهي جميع فاضربوه بالسيف كالنار من كان (رواه مسلم) خلاصہ مفہوم حدیث شریف یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ من قریب شر اور فسادات پیدا ہوں گے اب جو آدمی اس امت کے اتفاق میں رخسہ ڈالے گا اس کی گردن تلواریں سے اڑا دو خواہ وہ رخسہ ڈالنے والا بہت بڑا علامہ اور بہت بڑا شیخ کیوں نہ ہوں۔ یہ حدیث شریف بھی جمعیت کے اختلاف پر پوری طرح منطبق ہے پاکستان کے اہل سنت علامہ نورانی کی قیادت پر مجتمع اور متفق تھے فریق مخالف نے مع نام نہاد علماء و مشائخ کے اس اتفاق کو پارہ پارہ کیا لہذا یہ سب باغی اور گردن زدنی ہیں۔

امر مجسم زمانہ ماضی میں جب صدارت کے انتخاب پر محترمہ قاطمہ جناح مرحومہ اور انیس مارشل ایوب خان مرحوم کے درمیان مقابلہ ہوا تھا تو اس وقت حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی قدس سرہ نے محترمہ قاطمہ جناح کے خلاف ایک فتویٰ تحریر کیا تھا کہ عورت سربراہ مملکت نہیں ہو سکتی یہ فتویٰ بندہ کے نزدیک بالکل حق تھا لیکن اس وقت کے علماء و مشائخ جو کہ شیخ الاسلام کے بحرِ علمی سے ناواقف اور بذاطل و غیوہ سے جاہل ہیں حضرت شیخ الاسلام کے فتویٰ سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ یہ فتویٰ موجودہ وزیراعظم جو کہ عورت ہے ☆ کے بھی خلاف ہے بندہ کے نزدیک یہ استدلال باطل ہے۔ شیخ الاسلام کا فتویٰ عورت وزیراعظم کے خلاف نہیں ہے بلکہ حضرت شیخ الاسلام پر ناہتوان ہے کیونکہ یہ بندہ نقل از میں دلائل سے ثابت کر چکا ہے کہ یہ کہنا کہ عورت مطلقاً سربراہ نہیں ہو سکتی بالکل باطل اور غلط ہے کیونکہ وہ سربراہ جو عورت نہیں ہو سکتی اس کی تین تعریف گزر چکی ہیں اور

یہ تینوں تعریفیں صرف صدر مملکت پر صادق آتی ہیں وزیراعظم پر صادق نہیں آتیں تو خلاصہ یہ ہے کہ عورت صرف صدر مملکت نہیں ہو سکتی جبکہ وزیراعظم ہو سکتی ہے چونکہ محترمہ قاطمہ جناح صدارت کی امیدوار تھیں لہذا شیخ الاسلام کا فتویٰ حق اور قاطمہ جناح کے خلاف ہے لیکن اس فتویٰ سے وزیراعظم کے خلاف استدلال کرنا حماقت ہے اور ان علماء و مشائخ مسدلتین پر یہ آیت مبارکہ صادق آتی ہے۔ فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِ خَلْفٌ (آلایہ)

اب بندہ اس امر پر چند دلائل مزید پیش کرتا ہے کہ بعض امور میں عورت سربراہ ہو سکتی ہے۔

دلیل اول:

جنگ جمل میں حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ کی سربراہی میں لڑی گئی اور اس جنگ میں عائشہ صدیقہ سربراہ لشکر تھیں اور ہزاروں فوجیوں نے اپنی ماں کے قدموں میں جانیں قربان کر دیں ان میں صحابہ بھی تھے بلکہ بعض صحابہ ہشمرہ سے تھے۔ اب اگر حضرت شیخ الاسلام کے فتویٰ کا یہ مطلب لیا جائے کہ عورت مطلقاً سربراہ نہیں ہو سکتی تو پھر حضرت شیخ الاسلام کا فتویٰ ام المؤمنین کے بھی خلاف ہوگا تو کیا ان غلوں نے حضرت شیخ الاسلام کی توہین نہیں کی اور نادان دوستوں کا کردار ادا نہیں کیا؟ لیکن اگر شیخ الاسلام کا فتویٰ صرف صدر مملکت پر محمول کیا جائے تو اب یہ فتویٰ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی سربراہی کے خلاف نہیں ہے۔

دلیل دوم

فقہ میں مصرح ہے کہ عورت قاضیہ ہو سکتی ہے اور قاضی بھی ان لوگوں کے لئے جن کا وہ قاضی ہے۔ سربراہ ہوتا ہے اور وہ لوگ اپنے امور قاضی کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ امر ششم مخالفین علامہ نورانی پر چند احمقانہ سوال کرتے ہیں۔

سوال اول:

عورت کی سربراہی کی حمایت کا یہ سوال بالکل غلط ہے علامہ شاہ احمد نورانی نے کبھی عورت کی سربراہی کی حمایت نہیں کی انہوں نے بار بار اعلان کیا ہے کہ عورت کی

سربراہی خلاف شرع اور غیر شرعی ہے لہذا یہ اعتراض بہتان محض ہے۔

سوال دوم:

عورت کے اقتدار کو طول دینے پر مشتمل بیانات یہ سوال بھی مش اول تھو ہے۔ علامہ نورانی نے کوئی بیان ایسا نہیں دیا دراصل علامہ نورانی صاحب نے یہ کہا ہے کہ یہ عورت کی سربراہی غیر شرعی اور ناجائز ہے لیکن عوام نے دوت کے ذریعہ عورت کو ہم پر مسلط کر دیا ہے اب اس عورت سے چھٹکارا حاصل کرنے کے تین طریقے ہیں۔ اول یہ کہ عورت خود بخود اس عہد سے مستعفی ہو جائے اور وہ اس پر تیار نہیں ہے۔ دوم یہ کہ اس کو پانچ سال کے لئے برداشت کر لیا جائے جیسا کہ اس کے باپ کو برداشت کیا گیا ہے۔ سوم یہ کہ اس کے خلاف بدامنی اور سول نافرمانی شروع کی جائے ملک اس وقت بدامنی کا مقصد نہیں ہے۔ دشمنانِ پاکستان تاک میں ہیں کہ ملک بدامنی کا شکار ہو اور وہ اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب ہوں۔ لہذا علامہ نورانی نے دوسرا طریقہ اختیار کیا ہے کہ اس عورت کو اپنی مدت پوری کرنے دیا جائے، اور یہ ایک معقول تجویز ہے۔ بندہ مخالفین سے دریافت کرتا ہے کہ علامہ نورانی اور تم دونوں عورت کی حکمرانی کو غیر شرعی اور ناجائز خیال کرتے ہو یہ وجہ تو عورت کی حکمرانی کو طول دینے کی نہیں ہو سکتی۔ علامہ نورانی یہ فرماتے ہیں کہ یہ ”بلا“ ہمارے گلے میں پڑ گئی ہے۔ لہذا اس کو اپنی مدت تک برداشت کرو اگر اس کو اقتدار کا طول کہا جاتا ہے تو بندہ مخالفین سے پوچھتا ہے کہ اس ”بلا“ سے چھٹکارا حاصل کرنے کا تمہارے نزدیک کیا طریقہ ہے اگر پانچ سال تک برداشت کرنا ہے تو پھر علامہ نورانی اور تمہارے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ لہذا جو اعتراض تم علامہ نورانی پر کرتے ہو، وہی تم پر حائد ہوگا اور اگر چھٹکارا کا طریقہ بدامنی اور سول نافرمانی ہے تو یہ طریقہ تم نے ابھی تک اختیار نہیں کیا تو اب تم عورت کی حکمرانی کو طول دے رہے ہو۔ تم دوسروں کو قصور وار ٹھہراتے ہو قصور اپنا کھل آیا۔

سوال سوم:

علامہ نورانی کے دورِ صدارت میں جمعیت علماء پاکستان میں افتراق اور انتشار

پیدا ہوا ہے اس سوال میں بھی کوئی معقولیت نہیں ہے علامہ نورانی نے اصولوں پر کبھی سودا بازی نہیں کی۔ جن لوگوں نے جمعیت کے اصولوں کو پامال کیا ہے اور ذاتی مفادات اور پلاٹ حاصل کرنے کے لئے حکومت کی چال بازی اور حکومت کو خوش کرنے کے لئے فتوے تحریر کئے علامہ شاہ احمد نورانی کا ملی فرض تھا کہ ایسے خود عرضوں سے جواب طلبی کرتے اور ان کو اس جرم کی سزا دیتے اس کو افتراق اور انتشار کہنا سراسر زیادتی ہے۔ علامہ شاہ احمد نورانی کی قیادت پر اہل سنت کا اتفاق تھا۔ علامہ نورانی عالمہ، شوری اور خادمین کے صرف منتخب صدر ہی نہ تھے بلکہ مختلف صدر تھے۔ علامہ نورانی کے حامدوں نے بغاوت کی اور جمعیت علماء پاکستان بلکہ اہل سنت کے اتفاق کو پارہ پارہ کیا اور آیت کریمہ اور حدیث شریف مذکورہ بالا کا مصداق بنے۔ اور بغاوت کی یہ حد کر دی کہ علامہ نورانی کو غیر آئینی اور غیر اخلاقی طور پر معزول کر کے خود غیر آئینی صدر بن بیٹھے لاہور کے جس اجلاس میں یہ غیر آئینی حرکت کی گئی اس میں عالمہ اور شوری کے زیادہ سے زیادہ ۹ یا ۱۰ اراکین تھے اور اس کے بعد راولپنڈی میں علامہ نورانی کی مگرانی میں جو اجلاس ہوا اس میں عالمہ اور شوری کے تقریباً ۹۴ اراکین شامل تھے جنہوں نے علامہ نورانی کی قیادت پر مکمل اعتماد کیا اور پھر اس کے بعد ملتان شریف میں جو خادمین کا کونفرنس ہوا اس میں دس ہزار سے زیادہ خادمین نے شرکت کی اور بڑے والہانہ اور جذباتی طور پر علامہ شاہ احمد نورانی پر اعتماد کا اظہار کیا گیا۔ ایسی حالت میں علامہ نورانی کو معزول کرنا تمام قواعد کی مٹی پلید کرنا ہے اور اس کی مثال یہ ہے کہ کسی صوبہ کا وزیر اعلیٰ اپنے صوبائی اراکین کا اجلاس طلب کر کے صدر پاکستان کو معزول کر دے اور پھر صوبائی وزیر اعلیٰ کو صوبائی اراکین صدر پاکستان منتخب کر لیں۔ علامہ نورانی کی معزولی کچھ اس قسم کی ہے۔ لہذا انتشار اور افتراق کے مجرم یہ مخالفین اور حامدین ہیں نہ کہ علامہ شاہ احمد نورانی۔

سوال چہارم:

ایک عورت کے ساتھ طیحدگی میں ملاقات۔ یہ بات درست ہے کہ علامہ نورانی نے وزیر اعظم کے ساتھ ملاقات کی ہے اور اس میں مولانا نورانی منفرد نہیں ہیں سینکڑوں

مرد اپنی ضروریات کے لئے وزیرِ اعظم سے ملاقات کرتے ہیں اور یہ معمول ہے اور پھر یہ ملاقات طبعی میں نہیں تھی بلکہ وزیرِ اعظم کے مشیر اور وزیر اور علامہ نورانی کے کئی احباب بھی اس ملاقات میں موجود تھے جیسا کہ اخبارات اس پر شاہد ہیں لہذا اس ملاقات کو انہوں نے ناگ کہنا بڑا افسوس ناک ہے۔ نیز علامہ نورانی کی یہ اجتماعی ملاقات اس لئے تھی کہ وزیرِ اعظم کو اس کی کتابوں اور غرائیوں پر مطلع کیا جائے اور یہ امر بالعموم اور فی عن المنکر کے قبیلہ سے ہے اور اس حدیث شریف پر عمل ہے جس کا معنی اس طرح ہے کہ افضل جہاد عسکرانِ جاہل کے سامنے کلمہ حق بیان کرنا ہے۔

سوال پنجم

علامہ نورانی نے بار بار صدارت چھوڑنے کی خواہش کا اظہار کیا ہے لہذا ان کو مناسب ہے کہ کسی اور صاحب کی صدارت قبول کر لیں۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ علامہ نورانی کو جس صاحب کی صدارت قبول کرنے کا مشورہ دیا گیا ہے وہ صاحب باغی اور غیر آئینی صدر ہیں اور انہوں نے امتِ مجتہدہ میں افتراق اور انتشار پیدا کیا ہے اگر علامہ نورانی اس صاحب کی غیر آئینی صدارت قبول کر لیں تو علامہ نورانی کا یہ فعل غیر آئینی ہوگا لہذا علامہ نورانی کو غیر آئینی فعل کا مشورہ دینا یہ قابلِ مذمت ہے اس کے مقابلہ میں بندہ مخالفین کو ایک آئینی مشورہ پیش کرتا ہے وہ یہ کہ جمعیت میں اختلاف سے قبل دبیر ۱۹۸۹ء میں ہر دو فریق کا لاہور میں مشترکہ اجلاس ہوا اور حنفیہ طور پر طے ہوا کہ مئی ۱۹۹۰ء میں جمعیت علماء پاکستان کے ہر سطح پر نئے انتخاب ہوں گے اور مرکزی انتخاب بھی اس میں داخل ہے چونکہ باغی گروہ بھی اس سے حلقہ تھے لہذا اس کو چاہئے کہ مئی کے انتخاب میں آئینی طور پر حصہ لے اور جمعیت کے دفتروں کے ساتھ رابطہ پیدا کر کے اکثریت کو اپنا ہم نوا بنا کر اپنا صدارت کا امیدوار کھڑا کرے اور صدارت کا انتخاب جیت کر آئینی طور پر علامہ نورانی کو اس عہدہ سے علیحدہ کر کے جمعیت کا حنفیہ صدر ہو جائے اگر فریقِ مخالف کا یہ خیال ہے کہ جمعیت کی اکثریت اس کے ساتھ ہے تو اس کو بندہ کا یہ مشورہ قبول کر لینا چاہئے اور حکمِ خداوندی قاتلوا النہی تہی حتی تلی الی امر اللہ کا مصداق بن جائے اور

اگر فریقِ مخالف نے بندہ کا یہ مشورہ قبول نہ کیا تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ فریقِ مخالف کو جمعیت کی اکثریت کا اعتماد حاصل نہیں ہے اور وہ چار دروازہ سے صدارت پر قابض ہونا چاہتا ہے۔ یہاں تک بندہ نے ان اعتراضات کا جواب دیا ہے جو فریقِ مخالف کی وجہ سے کئے گئے ہیں۔

امر ہفتم

آج کل یہ بحث زوروں پر ہے کہ عورت سربراہ نہیں ہو سکتی۔ بندہ عرض کرتا ہے کہ یہ امر بالکل درست اور حق ہے کہ عورت کا سربراہ مملکت اور صدر مملکت ہونا شرع شریف میں ناجائز ہے اس پر کتبِ مذہب میں جو دلیل دی گئی ہے وہ یہ ہے کہ شرع عقائد نسلی میں ہے والنساء نقصات عقل و دین شرع موافق میں ہے بچہ ان یکون عدلاً بالغاً عاقلًا ذکراً لئلا لنساء نقصات عقل و دین۔ خلاصہ ہر دو عہدہ کا یہ ہے کہ امام کے لئے ضروری ہے کہ وہ مذکر ہو کیونکہ عورتیں عقل اور دین ہر ایک میں ناقص ہیں تو امام ایسا نہیں ہو سکتا۔ مگر آج کل عورت کے سربراہ نہ ہونے پر یہ حدیث شریف دلیل کے طور پر پیش کی جاتی ہے۔

لن یصلح قوم ولوا علیہم امرًا رواہ البخاری خلاصہ ترجمہ حدیث شریف یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ قوم کبھی فلاح اور نجات نہیں پائے گی جس نے عورت کو اپنے اوپر مسلط کیا۔ اس استدلال پر بندہ کو اعتراض ہے وہ یہ کہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جب جنگِ جمل میں لشکر کی قیادت فرما رہی تھیں اور بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آپ کی حمایت کر رہے تھے تو اس حدیث شریف مذکورہ بالا کے راوی سے کسی نے پوچھا کہ تم ام المؤمنین کی حمایت کیوں نہیں کرتے تو اس راوی نے جواب دیا کہ میں اس حدیث مذکورہ بالا پر عمل کر کے حمایت سے قاصر ہوں تو اس جواب سے واضح ہو گیا کہ وہ راوی حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کو اس حدیث کا مصداق خیال کرتا تھا حالانکہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا علم اس راوی سے زیادہ تھا اور آپ مجتہدہ تھیں تو لازمی طور پر یہ حدیث بھی آپ کے علم میں ہوگی تو اگر حدیث شریف مذکورہ بالا کا وہی معنی تھا جو راوی نے سمجھا

تھا تو ام المومنین رضی اللہ عنہا بھی ضرور اس حدیث شریف پر عمل کرتیں اور جنگ جمل میں شریک نہ ہوتیں تو معلوم ہوا کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے نزدیک اس حدیث شریف کا وہ معنی نہیں تھا جو راوی نے سمجھا تو راوی کا اس حدیث سے استدلال درست نہ ہوا تو آج کل کے مستدللین کا اس حدیث سے استدلال کیسے درست ہوگا تو اب حدیث شریف کا صحیح مطلب یہ ہوگا کہ عورت سربراہ مملکت نہیں ہو سکتی نہ کہ مطلق سربراہ۔ اور قبل ازیں گزر چکا ہے کہ جنگ جمل کے وقت ام المومنین رضی اللہ عنہا سربراہ مملکت نہ تھیں بلکہ سربراہ مملکت حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے اور یا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نیز اگر یہ حدیث شریف حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کے خلاف ہوتی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ ضرور اس سے استدلال کرتے کیونکہ یہ حدیث شریف ان کے مدعی کے مطابق تھی جیسا کہ راوی نے استدلال کیا تھا تو معلوم ہوا کہ یہ حدیث شریف حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نزدیک بھی قابل استدلال نہ تھی بعض لوگ یہ جواب دیتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث شریف ام المومنین رضی اللہ عنہا کے ذہن سے اس وقت اتر گئی ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث مذکورہ بالا حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے تو حق میں تھی وہ اس سے استدلال فرماتے اور یہ کہنا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ذہن سے بھی اتر گئی بالکل غیر محقول ہے بلکہ یہ ہر دو تو اکابرین اور علماء اعلام سے ہیں ایسے مواقع پر عوام کو بھی حدیثیں یاد آ جاتی ہیں جیسا کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ حدیث تھی

تعلتک الفیۃ الباغیۃ یعنی تجھے ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔

تو جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے آدمیوں نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تو سب لوگوں کو یہ حدیث یاد آ گئی اور تمام لشکر میں کھرام بج گیا کہ اب حق و باطل کے درمیان فیصلہ ہو گیا اور لوگ دوڑ کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان کے خلاف اس حدیث سے استدلال کیا اور پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس حدیث کا جواب دینا پڑا جو کہ شروح احادیث میں مذکور ہے۔

امر ہفتم

اس مضمون کے ابتداء میں بندہ نے امامت کے مسئلہ پر بحث کی ہے اور اس

میں بیان کیا کہ عورت تو بالکل سربراہ نہیں ہو سکتی باقی رہا مرد تو ہر مرد سربراہ مملکت نہیں ہو سکتا البتہ بعض وہ مرد جو سربراہ مملکت ہو سکتے ہیں ان کے لئے چھٹا شرائط ہیں جو بھی مردان شرائط کا جامع ہے وہ سربراہ مملکت بن سکتا ہے اور جو جامع نہیں ہے وہ شرعی امام نہیں ہے بلکہ باغی سلطان ہے اور آج تک پاکستان میں کوئی مرد قریش اور شرعی امام نہیں ہوا اور شریعت مطہرہ سے ناواہمی کی بنا پر کسی عالم اور پیر اور شیخ نے اس پر نہ کوئی اعتراض کیا ہے اور نہ اسن و امان کا مسئلہ پیدا کیا حالانکہ امام کا قریشی ہونا حدیث متواتر سے ثابت ہے جس کا انکار ایمان کے ضیاع کا سبب ہے اور یہ خبر واحد سے ثابت ہے کہ امام اور سربراہ مملکت کوئی عورت نہیں ہو سکتی اور حیرت ہے کہ عورت کے خلاف تو پاکستان میں علماء اور مشائخ نے شور اور فحوا مچا رکھا ہے اور جو حدیث متواتر کے خلاف ہے اس کو اپنا امام حلیم کر رکھا ہے اور یہ (قومون ببعض الکتاب و تکفرون ببعض) کی ذمہ مثال ہے قبل ازیں بندہ نے جو تحقیق کی وہ علم کلام کی کتابوں سے ماخوذ ہے اور چونکہ دراصل یہ مسئلہ علم فقہ سے تعلق رکھتا ہے لہذا اب اس مسئلہ پر علم فقہ سے کچھ روشنی ڈالی جاتی ہے۔ در مختار میں ہے:

الامامۃ صفوی و کبریٰ فالکبریٰ استحقاق تصرف عام علی الانام و تحقیقہ فی علم الکلام و نصبہ امر الواجبات فلذل الذمۃ علی من صاحب المعجزات و بشرط کونه مسلماً حراً ذکراً عاقلًا بالغاً قادراً قرشاً لاهشماً علویاً معصوماً ویکره تقلید الفاسق ویمزل بہ اللفظۃ ووجب ان یدعی له بالصلاء و تصدیق سلطۃ المتطلب للضرورۃ

اس عبارت کا کچھ حصہ قبل ازیں گزر چکا ہے۔ عبارت کا مختصر ترجمہ ملاحظہ ہو۔ امامت دو قسم کی ہے چھوٹی امامت اور بڑی امامت۔ چھوٹی امامت تو نماز کی امامت ہے اور امامت کبریٰ کی تعریف یہ ہے کہ جس کو یہ حق حاصل ہو کہ اپنے ملک کے تمام لوگوں پر اس کا تصرف عام ہو اور اگرچہ یہ علم فقہ کا مسئلہ ہے لیکن اس کی تحقیق علم کلام میں ہے علامہ شامی نے اپنے حاشیہ میں حقا ئد مسلم کی عبارت مذکورہ بالا نقل کی

ہے اور تقریر امام بڑے اہم اور اعلیٰ واجبات سے ہے اسی لئے صحابہ کرام نے اس کو آنحضرت ﷺ کے دفن پر مقدم کیا حالانکہ اس سانحہ کی وجہ سے ان کے ہوش و حواس اڑ چکے تھے۔ اور امام کے لئے دس شرائط ہیں۔ سات ایمانی اور تین سلبی۔ ایمانی شرائط اول مسلمان ہو دوم آزاد ہو، سوم مذکر اور مرد ہو، چہارم عقل مند ہو، پنجم بالغ ہوں، ششم قادر ہو یعنی معہد احکام اور دارالاسلام کی حفاظت پر قادر ہو۔ ہفتم قوم قریش سے ہو۔ شرائط سلبی اول امام کا ہاشمی ہونا ضروری نہیں امام غیر ہاشمی بھی ہو سکتا ہے۔ دوم امام کے لئے یہ ضروری نہیں کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی اولاد سے ہو۔ سوم امام کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ گناہ سے پاک ہو اور اس کو گناہ کی طاقت ہی نہ ہو۔ یہ دس شرائط ہیں کہ ان کا امام میں ہونا ضروری ہے۔ اور قاسق کو امام مقرر کرنا مکروہ ہے اور اگر تقرر کے وقت تو عادل تھا لیکن بعد میں قاسق ہو گیا تو خود بخود معزول نہیں ہوگا البتہ وہ اس امر کا مستحق ہے کہ معزول کیا جائے اور اگر قاسق کے معزول کرنے میں قنہ اور فساد کا خوف ہو تو اس کے خلاف بغاوت نہ کی جائے بلکہ اللہ تعالیٰ سے دعا کی جائے کہ وہ اسے ہدایت دے اور وہ راہ راست پر آجائے یہ بات علامہ شامی نے اپنے حاشیہ میں ذکر فرمائی ہے۔ اس کے بعد علامہ شامی نے ان شرائط پر دلائل ذکر کئے کہ مسلمان ہونا اس لئے ضروری ہے کہ کافر مسلمانوں کے والی نہیں ہو سکتا اور آزاد ہونا اس لئے ضروری ہے کہ عہد اور قلام اپنی ذات کا والی نہیں ہے تو وہ فیروں کا والی کیسے ہو سکتا ہے اور عاقل اور بالغ ہونا امام کے لئے اس لئے شرط ہے کہ اگر عاقل نہیں ہے تو مجنون ہوگا اور اگر بالغ نہیں ہے تو صبی اور طفل ہوگا اور یہ ہر دو بھی اپنے نفس کے والی نہیں ہوتے تو غیر کے والی کس طرح ہوں گے اور مذکر اور مرد ہونا اس لئے شرط ہے کہ اگر عورت ہوگی تو عورت کو پردہ کا حکم ہوگا اور یہ بھی کہ وہ گھر کی چار دیواری کے اندر ہے اور امام کے فرائض میں یہ داخل ہے کہ وہ باہر ظاہر جگہ پر بیٹھے تاکہ مظلوم اور فریادی اس تک پہنچ سکے نیز امام میدان جنگ میں فوج کے سامنے ہوگا اور ان چیزوں سے عورت محذور ہے اور امام کے لئے قریشی ہونا اس لئے ضروری ہے کہ آنحضرت ﷺ

نے فرمایا کہ تمام امام قریش سے ہوں گے اور غیر قریش سے امام نہیں ہو سکتا۔ اور یہ حدیث متواتر ہے کہ جس کے انکار سے ایمان کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے اور اسی حدیث کی وجہ سے انصار رضی اللہ عنہم اپنے حق خلافت سے دستبردار ہو گئے اور عہد خلافت قریش کے سپرد کر دیا۔ علامہ شامی کے حوالہ سے جو بات بندہ نے ذکر کی ہے کہ قاسق سربراہ کے خلاف خروج اور بغاوت شرعاً منع ہے بلکہ اس قاسق کے لئے اللہ تعالیٰ جل شانہ سے دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس فتنے سے توبہ کرنے کی توفیق دے۔ اس سے ثابت ہوا کہ آج کل جو حکومت کے خلاف جلوس وغیرہ نکالتے ہیں اور بسا اوقات شدید قسم کی بد امنی پیدا ہوتی ہے یہ شرعاً ناجائز ہے اور اس کی وجہ حکومت کی چال چلی کرنا نہیں ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ کفار اور دشمنان اسلام اس تاک میں رہتے ہیں کہ مسلمانوں کے ملک دارالاسلام پر قبضہ کرنے کا ہم کو موقع ملے جب وہ یہ دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے ملک میں بد امنی ہے پھر ان کو مداخلت کا موقع ملتا ہے تو اس بد امنی اور جلوسوں کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ قاسق حاکم تو راہ راست پر آئے گا یا نہ ہم اپنا ملک گنوا دیں گے آگے چل کر درمختار میں ہے کہ جو قصب ہے اور اس کو مسلمانوں نے منتخب نہیں کیا بلکہ ڈپٹے کے دور سے مسلمانوں کے ملک پر قابض ہو گیا جیسا کہ آج کل مارشل لا ہوتا ہے تو ضرورت کے وقت اس کی سلطنت صحیح ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر اس کے خلاف بغاوت کی گئی تو قنہ برپا ہوگا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ حدیث شریف میں ہے کہ اگر تمہارا امیر عہد اور جمعی ناک سنا ہو تو اس کی بات بھی سنو اور اس کی اطاعت کرو یہاں تک شرائط ایمانی کے دلائل کا ذکر ہوا اس کے بعد علامہ شامی رحمہ اللہ نے شرائط سلبیہ کا ذکر فرمایا کہ ہاشمی کی لٹی کر کے شیعہ کا رد کیا ہے کیونکہ شیعہ کہتے ہیں کہ محض قریشی ہونا امام کے لئے کافی نہیں ہے بلکہ یہ ضروری ہے کہ امام قریشی ہاشمی ہو اور شیعہ نے جو ہاشمی کی شرط لگائی ہے تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی امامت کی لٹی کرنی ہے کیونکہ یہ تینوں حضرات ہاشمی نہیں ہیں اگرچہ قریشی ہیں تو ہاشمی کی شرط بدعا کر ان تینوں کی خلافت کی لٹی کرنی ہے اب شیعہ پر اعتراض ہوا کہ بنو عباس

قریش ہاشمی تھے لیکن تم ان کی امامت کے قائل نہیں ہو تو اس اعتراض سے بچنے کے لئے انہوں نے ایک اور شرط لگائی کہ امام کے لئے ضروری ہے کہ وہ مولاعلی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہو تو اب بنو عباس کی امامت کی نفی ہوگئی کیونکہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد سے نہیں ہیں اور اہل سنت کے نزدیک امام کے لئے صرف قریشی ہونا شرط ہے نہ کہ ہاشمی اور علوی ہونا اور شیعہ امامیہ کے نزدیک امام کا مصوم ہونا شرط اور اہل سنت کے نزدیک یہ شرط نہیں لہذا اس کی نفی کر دی۔

امر ہشتم

بندہ قتل ازیں ذکر کر چکا ہے کہ بندہ کے اس مضمون میں کچھ غلطی اور جبری ضرور ہے اور معاصرین اس پر یہ اعتراض کریں گے کہ اس فقیر نے بے ہاکی کا مظاہرہ کیا ہے اور علماء و مشائخ کی گستاخی کا ارتکاب کیا ہے اور اس کے چند جواب قتل ازیں گزر چکے ہیں اور بندہ نے قتل ازیں وعدہ کیا تھا کہ اس اعتراض کا ایک اور جواب آخر میں آئے گا اب بندہ اپنا وعدہ پورا کرنے کے لئے اس جواب کو یہاں ذکر کرتا ہے وہ یہ کہ احکام الیہ اور نافرمان حبیب اللہ کے بیان میں بے ہاکی اس فقیر نے حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی قدس سرہ العزیز سے یکسی اس کی تفصیل یہ ہے۔

یہ فقیر ساڑھے آٹھ سال دربار عالیہ سیال شریف میں خدمت تدریس علوم اسلامیہ دیتا رہا ہے اس وقت موجودہ جدید دارالعلوم کسی کے خواب و خیال میں بھی نہیں تھا بندہ اور طلباء آستان شریف کی کوششوں میں رہتے تھے اور گرمیوں میں کمروں سے باہر اٹنی چار پائیاں بچھا کر سوتے تھے کوئی بجلی نہیں تھی لائٹوں کی روشنی پر مطالعہ کرتے تھے دربار عالیہ پر بندہ صرف ایک مدرس تھا چونکہ کوئی علیحدہ ملحق نہیں تھا فتویٰ کا کام بھی بندہ کے سپرد تھا۔ حضرت شیخ الاسلام کو علوم دینیہ پر پوری دسترس تھی اور بلند پایہ فقیہ تھے بندہ اور شیخ اسلام کا کئی مسائل پر شدید اختلاف ہو جاتا تھا لیکن آپ اس اختلاف کو بڑی خندہ پیشانی سے صرف برداشت ہی نہ کرتے تھے بلکہ خوش ہو کر فرماتے کہ اس اختلاف سے مسئلہ کی پوری تحقیق ہو جاتی ہے اور موافق مخالف دلائل سب سامنے

آ جاتے ہیں اس اختلاف کے باوجود عمل بندہ کے فتویٰ پر ہی ہوتا تھا میری گستاخی کی یہ حد تھی کہ میں طالب علموں کے سامنے آپ کے خلاف دلائل دیتا تھا اور طلباء بھی اس گستاخی پر حیرت کا اظہار کرتے تھے کہ بندہ کو اس طرح نہیں کرنا چاہیے لیکن حضرت شیخ الاسلام محسوس تک نہیں فرماتے تھے حضرت شیخ الاسلام کی اس عالیٰ عقلیت سے بندہ کے اندر حق گوئی کی جرأت پیدا ہوئی اور حق بیان کرنے میں کبھی تردد نہ کیا یہاں بندہ صرف چند مثالیں پیش کرتا ہے۔

مثال اول

خلع سرگودھا کے دو بڑے زمیندار تھے اور دونوں سیال شریف کے مرید تھے ان کے درمیان جائیداد کا جھگڑا تھا جو کہ اربوں روپے مالیت کی تھی انہوں نے حضرت شیخ الاسلام سیالوی کو شرعی ثالث مقرر کیا اور اس فقیر کو فرمایا کہ تم بھولہ سرکاری وکیل کے ہوتے میری مدد کرو ان جب ان سے ایک فریق نے یہ معلوم کیا کہ حضرت شیخ الاسلام اس فقیر کی بات پر زیادہ توجہ فرماتے ہیں تو اس فریق نے بندہ کے ساتھ علیحدہ ملاقات کی اور بڑی رشوت کی پیش کش کی تو بندہ نے یہ کہہ کر پیش کش ٹھکرا دی کہ شیخ الاسلام جب کوئی بات مجھ سے پوچھتے ہیں تو پہلے کلمہ شریف پڑھواتے ہیں اب میں کلمہ پڑھ کر کیسے غلط مشورہ دے سکتا ہوں اور اگر میں بالفرض غلط مشورہ دوں تو چونکہ شیخ الاسلام مجھ سے زیادہ علم رکھتے ہیں وہ فوراً فرمادیں گے کہ تم غلط مشورہ دے رہے ہو تو پھر تم کو اس سے کیا فائدہ ہوگا؟ جب حضرت شیخ الاسلام کو اس واقعہ کا علم ہوا تو بہت خوش ہوئے اور تحسین فرمائی اس کے بعد اس فقیر پر ان کی شفقت زیادہ ہوگئی۔

مثال دوم

سیال شریف کا ایک آدمی تھا جو کہ حضرت شیخ الاسلام کی زری زمینوں کا انچارج تھا اس کے ایک لڑکے کی شادی تھی جب شادی کی تاریخ مقرر ہوئی تو عورتوں نے شیخ الاسلام کو آکر کہا کہ اس لڑکے کی جس لڑکی کے ساتھ شادی ہو رہی ہے وہوں نے فلاں عورت کا دودھ پیا ہے اور یہ وہوں رضائی بھائی بہن ہیں تو حضرت شیخ الاسلام نے اس کا تذکرہ بندہ کے

ساتھ کیا اور میری رائے دریافت کی تو بندہ نے عرض کیا چونکہ دودھ کی گواہ صرف عورتیں ہیں ان کے ساتھ کوئی مرد نہیں ہے لہذا ان کی شہادت کو قبول نہیں کیا جاسکتا تو شیخ الاسلام نے میری رائے کے خلاف دلائل دیے لیکن بندہ نے وہ دلائل ماننے سے منظوری ظاہر کر دی تو حضرت شیخ الاسلام خاموش ہو گئے جب شادی کا دن آ گیا اور شادی والوں کے گھر وصول اور باجے بجنے لگے تو حضرت شیخ الاسلام ^{رحمۃ اللہ علیہ} نے مجھے فرمایا کہ اگر اب بھی تم اپنی رائے بدل لو اور دودھ اک فتویٰ دے دو تو میں ابھی جا کر شادی بند کر دوں لیکن میں نے اپنی رائے تبدیل کرنے سے منظوری ظاہر کر دی اور وہ شادی بخیر و خوبی سرانجام پائی۔ حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ الصریح کے ان عادات و اخلاق نے بندہ کے اندر حق گوئی کی جرأت پیدا کی تو سب حضرت شیخ الاسلام کی قد آور شخصیت بندہ کے لئے بیان حق سے مانع نہ ہوئی تو آج کل کے مخصوص علماء و مشائخ کا احترام بندہ کے لئے حق گوئی سے کیسے مانع ہو سکتا ہے اس حق گوئی کے باوجود وہ علماء و مشائخ جو فرقہ پانہ کی تائید و حمایت کے لئے ۲۲ مارچ کو لاہور میں اکٹھے ہوئے بندہ ان کا پورا پورا احترام کرتا ہے اور مذکورہ بالا حق گوئی ان کے احترام کے معافی نہیں ہے بلکہ جو کچھ تحریر کیا گیا اس کی بنا خیر غمائی پر ہے۔

مثال سوم:

حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ بھی اسلامی نظریاتی کونسل کے ممبر تھے اور ہر دور کے صدور آپ کا بڑا احترام کرتے تھے بندہ نے ایک دفعہ آپ کو عرض کیا کہ آپ اعلیٰ حکام پر کیوں زور نہیں دیتے کہ وہ پاکستان میں نظام مصطفیٰ ^ﷺ نافذ کریں تو آپ نے جواب دیا کہ میں نے ہر دور کے صدروں پر پورا دباؤ ڈالا ہے لیکن وہ یہ جواب دیتے ہیں کہ ہم نظام شریعت نافذ کرنے پر تیار ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ پاکستان کے تمام مکاتب فکر ایک حلقہ اسلامی آئین ہمارے سامنے پیش کریں کیونکہ اگر حکومت ایک مکتبہ فکر کا اسلامی آئین نافذ کرے تو دوسرے مکاتب فکر بدامنی اور امن و امان کا مسئلہ پیدا کر دیں گے۔ شیخ الاسلام نے فرمایا کہ میرے پاس حکومت کی اس شرط کا کوئی جواب نہیں ہے۔ بندہ نے حضرت شیخ الاسلام کو ایک جواب عرض کیا جس کو آپ نے پسند فرمایا بندہ نے یہ جواب دیا کہ جو سیاسی

پارٹیاں ہیں ان کے اپنے اپنے منشور ہیں جو کہ مذہبی منشور نہیں ہیں بلکہ سیاسی منشور ہیں اور یہ پارٹیاں اپنے اپنے طبعہ منشور ترک کر کے ایک منشور پر متفق ہونے پر تیار نہیں ہیں تو مسلمانوں کے مکاتب فکر جن کی مدار مذہب پر ہے وہ اپنا مذہب چھوڑ کر ایک مذہب پر کیسے متفق ہو سکتے ہیں حلقہ اسلامی آئین اس وقت پیش کیا جاسکتا ہے جب ہر مکتبہ فکر اپنا مذہب اور دین چھوڑنے پر تیار ہوں۔ اور یہ عادی محال ہے دراصل حکومت کا یہ ایک بہانہ ہے کہ پاکستان میں نظام شرعی نافذ نہ ہو سکے کیونکہ مذہبی پارٹیاں اپنا اپنا مذہب ترک کریں گی اور نہ حلقہ آئین تیار ہوگا اور حکمران بڑے آرام سے حکومت کرتے رہیں گے جب ان کو کوئی اسلامی آئین کے متعلق کہے گا تو وہ مکاتب فکر کو بدنام کریں گے کہ ہم تو نفاذ اسلام کے لئے تیار ہیں مسلمانوں کے یہ مذہبی مکاتب فکر کسی ایک آئین پر متفق نہیں ہوتے اس کے بعد بندہ نے عرض کیا کہ یہ جمہوریت کا دور ہے کئی انتظامی ادارے ہیں جو کہ بنیادی جمہوریت کے انتخاب سے شروع ہوتے ہیں اور مرکزی اسمبلی کے انتخاب تک جاتے ہیں اس کے بعد صدر مملکت اور وزیراعظم اور وزراء اعلیٰ کا انتخاب ہوتا ہے اب سب کی مدار جمہوریت اکثریت پر ہے انتخاب میں وہی کامیاب قرار دیا جائے گا جس نے اکثریت سے ووٹ حاصل کئے ہوں کسی مرحلہ پر یہ شرط نہیں ہے کہ کامیاب وہ ہوگا جس کو اپنے حلقہ انتخاب میں تمام ووٹ حاصل ہوں مثلاً وزیراعظم وہ ہوگا کہ مرکزی اسمبلی کے تمام اراکین اس پر متفق ہوں تو بندہ عرض کرتا ہے کہ نظام مصطفیٰ ^ﷺ کے نفاذ میں یہ جمہوری اور اکثریت والا طریقہ کیوں اختیار نہیں کیا جاتا پاکستان میں جس مکتبہ فکر کی اکثریت ہے کتاب و سنت کا نظام اس مکتبہ فکر کی تفریح کے مطابق نافذ کیا جائے غور کریں اکثریت دو قسم ہے اول سادہ اکثریت دوم دو تہائی اکثریت پاکستان میں حنفی مذہب کے پیروکاروں کی اکثریت ہے سادہ اکثریت تو واضح ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ اس کے لیے دو تہائی اکثریت ضروری ہے تو حنفی مذہب یہ شرط پوری کرنے کے لئے تیار بھی ہے کیونکہ پاکستان میں دو بڑے کتب فکر ہیں علماء بریلوی اور علماء دیوبند یہ دونوں حنفی مذہب کے پیروکار ہیں اگر ان ہر دو کو اکٹھا کیا جائے تو دوسرے مکاتب فکر آئے میں شک کے برابر بھی نہیں ہیں صدر ضیاء الحق مرحوم نے اپنی

صدارت کے تحت کے لئے ریفرم کر لیا تھا کیا اسلامی آئین کے نفاذ کے لئے ریفرم نہیں کر لیا جاسکتا حکومت کا یہ کہنا کہ ایک کتبہ لکھ کر جو کہ اکثریت میں ہے کی تشریح کے مطابق اگر نظام اسلام نافذ کیا جائے تو اقلیتی فرقہ بدامنی پیدا کرے گا تو حکومت کا یہ طرز بھی غیر معقول اور نامعقول ہے کیونکہ اقلیتی فرقہ کو سمجھایا جاسکتا ہے کہ یہ جمہوریت کا دور ہے جب آپ لوگ اپنی اکثریت ثابت کر دیں گے تو پھر اسلامی آئین میں آپ کی تشریح کو قبول کر کے آپ کا پسندیدہ آئین نافذ کر دیا جائے گا اور پھر دوسرے مکاتب فکر کو اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا تو اس جواب سے اقلیتی فرقہ ضرور مطمئن ہو جائے گا اور بدامنی کا خطرہ پیدا نہ ہوگا اس کی مثال یہ ہے کہ وزیراعظم اور وزیر اعلیٰ وہ ہوگا جس پر ساری اسمبلی متفق ہو کیونکہ اگر اکثریت کی بنا پر وزیراعظم اور وزیر اعلیٰ کا انتخاب ہوتا جو ارکان اسمبلی اقلیت میں ہیں جس کو اپوزیشن کہا جاتا ہے یہ بدامنی پیدا کریں گے تو یہاں بھی اقلیت اور اپوزیشن کو بھی کہا جائے گا کہ تم اسمبلی میں اکثریت ثابت کرو تو وزیراعظم اور وزیر اعلیٰ بھی آپ کے فرقہ سے لئے جائیں گے خلاصہ یہ کہ اسمبلیوں اور وزیراعظم اور وزیر اعلیٰ کے انتخاب اور نظام معطلی کے نظام کا نفاذ بالکل ایک طرز پر ہیں تو جب اسمبلیوں اور وزراء کے انتخاب کی مدار اکثریت پر ہے تو نظام اسلام کے نفاذ میں اس اکثریت کو کیوں اپنایا نہیں جاتا اور حکومت کا یہ طرز کہ جب تک اقلیتی مکاتب فکر متفق نہ ہوں آئین اسلامی نافذ نہیں کیا جاسکتا تو یہ اس طرح ہے جیسا اقوام متحدہ اور سلامتی کونسل میں مستقل ارکان کو ویٹو پاور کا اختیار ہے مطلب یہ کہ سلامتی کونسل کے سیکٹروں ارکان ہیں لیکن اگر یہ سارے کسی مسئلہ پر متفق ہو جائیں تو کونسل کے مستقل ارکان سے صرف ایک مثلاً امریکہ یا روس اکثریت کی رائے کو مسترد کر کے اکثریت کی رائے کو غیر موثر اور بے اثر کر سکتا ہے جس کو ویٹو کہا جاتا ہے تو اسی طرح حکومت پاکستان اقلیتی مکاتب فکر کو ویٹو کا اختیار دے کر اکثریت کو غیر موثر کرنا چاہتی ہے جو کہ بالکل غیر معقول اور نامعقول ہے۔

حررہ المفیر عطا محمد چشتی مولودی بندہ یالوی علی حد

۲۷ شوال ۱۴۱۰ھ مطابق ۲۳ مئی ۱۹۹۰ء مطابق ۱۰ جیٹھ ۲۰۴۷ ب

آفتاب ملت اسلامیہ
امام انقلاب
علامہ شاہ احمد نورانی

اشاعت خاص
آفتاب ملت اسلامیہ



آفتاب ملت اسلامیہ
امام انقلاب
علامہ شاہ احمد نورانی

تحریر

حمایت علی چودھری شہید

علامہ شاہ احمد نورانی ریسرچ سنٹر پاکستان

زاویۃ قادریہ سیدنا نوح علیہ السلام سڑک (نورجی ٹبر) سرگودھا روڈ جوہر آباد (41200)
0321/0300/0313-9429027 mahboobqadri787@gmail.com



قائد اہل سنت صدر جمعیت علماء پاکستان چیئرمین ورلڈ اسلامک مشن علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی مدظلہ العالی ابن میلل اسلام علامہ عبدالعظیم صدیقی رحمہ اللہ ۱۷ رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ/۳۱ مارچ ۱۹۲۶ء کو میرٹھ میں پیدا ہوئے آپ کا سلسلہ نسب غلیظہ اول حضرت سیدنا صدیق اکبر رحمہ اللہ سے جاملتا ہے اسی نسب سے آپ کو صدیقی کہتے ہیں۔

تعلیم و تربیت

علامہ شاہ احمد نورانی نے قرآن مجید فرقان حیدر آٹھ سال کی عمر میں حفظ کیا آپ نے ابتدائی تعلیم ایسے سکول میں مکمل کی جہاں ذریعہ تعلیم عربی زبان تھی نیشنل عربک کالج میرٹھ سے ڈگریاں حاصل کیں درسِ نظامی کی کتب متداولہ مدرسہ اسلامیہ قومیہ میرٹھ میں استاذ العلماء حضرت مولانا غلام جیلانی میرٹھی رحمہ اللہ سے پڑھیں۔ آپ کو دنیا کی تیرہ زبانوں پر عبور حاصل ہے آپ بیک وقت مستند عالم دین، حافظ قرآن، خوش الحان قاری عالمی شہرت یافتہ مبلغ، بلند پایہ مقرر عظیم اسلامی مفکر، سیاسی لیڈر ہیں۔ ذاتی طور پر نہایت نرم مزاج، خوش گفتار اور بیک عزت و انکسار واقع ہوئے ہیں۔

آپ کی دستار بندی کے موقع پر آپ کے استاد محترم علامہ غلام جیلانی میرٹھی کے علاوہ مولانا سید فہیم الدین مراد آبادی، شاہ عبدالعظیم صدیقی، شہزادہ اعلیٰ حضرت شاہ مصطفیٰ رضا خان، مفتی اعظم ہند رحمہ اللہ تشریف فرما تھے۔

عالمی سطح پر اشاعت اسلام

آپ کی تبلیغ سے ہزاروں غیر مسلموں نے دولت اسلام سے اپنا دامن بھرا۔ جن

SKY NET

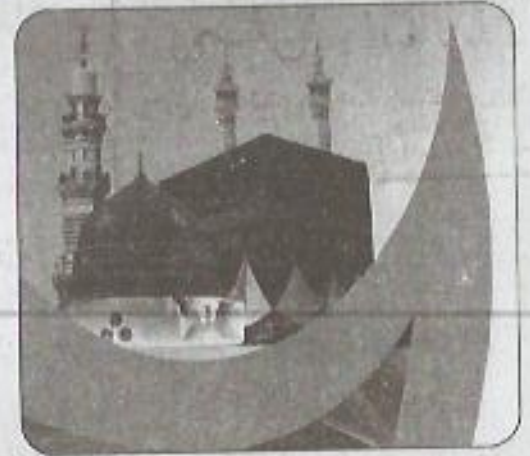
WORLDWIDE EXPRESS

International Couriers & Cargo Service

انٹرنیشنل کوریئر اینڈ کارگو سروس



حضرت مولانا ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی



انٹرنیشنل کوریئر اینڈ کارگو سروس

دنیا بھر میں اپنے قیمتی کاغذات اور گھریلو سامان بچھوانے کیلئے تشریف لائیں۔

ٹرک، ہیری کبلی 0323-5910014

شہر قذافی پری کبلی 032-5401005

جی ٹی ایس چوک ایور گرین مارکیٹ جہلم کینٹ 0544-720547

Email: jlm@skynet.pk, www.skynet.pk

میں پادری، راہب، وکلاء، انجیئرز، ڈاکٹرز اور دیگر شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے اہل علم لوگ شامل ہیں۔

☆ ۱۹۵۵ء میں آپ دنیا کی قدیم ترین اسلامی یونیورسٹی جامعہ الازہر مصر میں ان کی دعوت پر تشریف لے گئے۔ علماء کے عظیم اجتماعات سے خطاب کیا۔

☆ ۱۹۵۸ء میں روس کا دورہ کیا۔ روسی سوشلسٹ معاشرے کا گہرا مطالعہ و مشاہدہ کیا۔ وہاں پر مسلمانوں کی سرکردہ شخصیات سے مل کر ان کے مسائل سے آگاہی حاصل کی مسلمانوں کے اکثریتی علاقہ زنجبار میں سوشلسٹ غوثی انقلاب کی تباہ کاریوں کا قریب سے مطالعہ کیا۔

☆ ۱۹۵۹ء میں مشرق وسطیٰ کا دورہ کیا اور دنیا بھر کے علماء سے باہمی رابطہ قائم کر کے اسلام کی عظیم خدمت سرانجام دی۔

☆ ۱۹۶۰ء میں مشرقی افریقہ، مڈغاسکر، اور ماریشس کے تبلیغی دورے کئے۔

☆ ۱۹۶۱ء میں سیلون اور شمالی افریقہ کا دورہ کیا۔

☆ ۱۹۶۲ء میں صومالیہ، کینیا، ٹانزانیہ، یوگنڈا اور ماریشس کا دورہ کیا تاہم بحیرہ یافک کے وزیر اعلیٰ احمد دیبلو شہید کی دعوت پر تاہم بحیرہ یافک کے مہمان کی حیثیت سے چار ماہ کا تفصیلی دورہ کیا۔

☆ ۱۹۶۳ء میں ترکی، فرانس، جرمنی، برطانیہ، ماریشس اور تاہم بحیرہ یافک کے مہمان کی حیثیت سے چار ماہ کا تفصیلی دورہ کیا۔

☆ ۱۹۶۳ء میں امریکہ، جنوبی امریکہ اور کینیڈا کا دورہ کیا۔

☆ ۱۹۶۵ء میں کینیا، تنزانیہ، یوگنڈا، ملاگاسی اور ماریشس کا دورہ کیا۔

☆ ۶۸-۱۹۶۷ء میں برطانیہ، امریکہ اور جنوبی امریکہ کا دورہ کیا۔

☆ ۲۱ جنوری ۱۹۷۳ء کو دنیا کے مختلف گوشوں سے تعلق رکھنے والے علماء کرام مکہ

کرمہ میں جمع ہوئے تاکہ عالمی سطح پر ظلمت و گمراہی کا مقابلہ کرنے کے لئے کوئی لائحہ عمل مرتب کر سکیں۔ اس تاریخی اجتماع میں انگلستان، امریکہ، سعودی عرب، مصر، کویت، شام، ہندوستان اور پاکستان کے علماء کرام شریک تھے۔ اس اجلاس میں ورلڈ اسلامک مشن کا قیام عمل میں لا کر علامہ ارشد القادری کو کنوینئر مقرر کیا گیا اور پھر باضابطہ انتخاب کے ذریعہ علامہ شاہ احمد نورانی کو صدر اور علامہ ارشد القادری کو سیکرٹری منتخب کیا گیا۔

☆ ۱۹۷۴ء میں ورلڈ اسلامک مشن کی کانفرنس میں شرکت کے لئے انگلینڈ تشریف لے گئے اس کانفرنس میں آپ کو مشن کا چیئرمین منتخب کیا گیا۔

☆ ۱۹۷۵ء میں ورلڈ اسلامک مشن کے زیر اہتمام علامہ ارشد القادری عہدہ ملت مولانا عبدالستار خان یازلی اور پروفیسر شاہ مہدی کی رفاقت میں امریکہ اور افریقہ کے مختلف ممالک کا تفصیلی دورہ کیا اس دورہ میں عوامی اجتماعات کے علاوہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے ان ممالک کے عوام کو قادیانیوں کے مکر وہ گستاخانے مزامنہ سے آگاہ کیا قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے بارے میں پاکستان کی قومی اسمبلی کے فیصلے سے آگاہ کیا جس کا ان ممالک میں خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہوا اس دوران علامہ شاہ احمد نورانی نے ماریشس اور جنوبی افریقہ کے ممالک کا بھی تبلیغی دورہ کیا۔ اس دوران آپ نے ماریشس میں عالمی اسلامی کانفرنس کی صدارت کی جس میں وزیر اعظم ماریشس سمیت معززین اعلیٰ حکام، وزراء اور سفیروں کے علاوہ ماریشس کے مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد موجود تھی۔

تبلیغی و اسلامی تحقیقاتی اداروں کی سرپرستی

۱۔ پاکستان سے باہر چند اداروں کے نام درج ذیل ہیں۔
مسلم ایجوکیشن فرسٹ کالج جینیوا جارج ٹاؤن امریکہ

امریکہ میں مرزائیوں پر ضرب کاری

سرینام (جنوبی امریکہ) مرزائیوں کا مرکز ہے۔ جہاں ۱۹۳۵ء میں سب سے پہلے تبلیغ دین کے لئے حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے گئے۔ جن کی سعی جمیلہ سے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کو مرزائیت کے فریب سے نجات دلائی اہل سنت و جماعت کا مرکز قائم کیا۔ شاہ عبدالعلیم صدیقی کے بعد ان کے صاحبزادے شاہ احمد لورانی نے ۱۹۶۱ء میں سرینام میں سات ماہ قیام کر کے فقہ مرزائیت کو کچلا اور ایک مجلس میں مرزائیوں کو ایسی عالمانہ تحقیقی اعزاز میں شکست دی کہ اب مرزائی کسی سنی عالم کے مقابلے میں آنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔

علامہ شاہ احمد لورانی کے نام سے مرزائی مبلغ گھبراتے ہیں۔

محافظ ختم نبوت

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کو آپ کراچی میں مولانا عبدالحمید بدایونی اور دیگر علماء کرام کے ساتھ تحریک میں شریک ہوئے۔ کراچی میں آل پاکستان مسلم پارٹیز کے پہلے اجلاس کے بعد آئندہ اجلاس کے لئے گیارہ ممبروں پر مشتمل جوہر ڈیا گیا۔ آپ اس کے ممبر تھے۔ ۱۹۶۹ء میں تبلیغی دورے سے واپسی پر سب سے پہلا بیان قادیانیوں کے بارے میں جاری کیا تھا۔ آپ نے یحییٰ خان مارش لائی آمر کو اس وقت مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا کہ تمہارے قادیانی مشیر ایم ایم احمد نے پاکستان کی معیشت کو تباہ کر دیا ہے۔ جس کے نتیجہ میں مشرقی پاکستان ہمارے ہاتھ سے کل سکتا ہے۔ آمریت میں فرد واحد ہی ملک کا قانون ہوتا ہے۔ اس فوجی آمر کے کان پر جوں تک نہ رہتیگی۔ بالآخر مشرقی پاکستان کے عوام کے دلوں میں نفرت و کدورت نے جنم لیا۔

۱۵ اپریل ۱۹۷۲ء کو قومی اسمبلی کے پہلے اجلاس میں عبوری آئین پر تقریر کرتے ہوئے علامہ شاہ احمد لورانی نے اسلام و ختم نبوت کے تحفظ کی پہلی آواز بلند کی۔ اس طرح اسمبلی میں مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا سہرا بھی علامہ لورانی کے سر ہے۔ علامہ

- ۲۔ حلقہ قادریہ علمیہ اشاعت اسلام سلیون
- ۳۔ حلقہ قادریہ علمیہ اشاعت اسلام مارشس
- ۴۔ یک مین مسلم ایسوسی ایشن گیانا
- ۵۔ اسلامک مشنری گلاڈ سائڈ افریقہ
- ۶۔ آل ملایا مسلم مشنری سوسائٹی ملائیشیا
- ۷۔ علمیہ اسلامک مشن کالج مارشس
- ۸۔ علمیہ دارالعلوم مارشس
- ۹۔ حق مسلم سرکل پریٹن برطانیہ
- ۱۰۔ قادریہ اسلامک ورکرز گلاڈ مارشس
- ۱۱۔ سری نام مسلم ایسوسی ایشن سائڈ افریقہ

۱۹۵۳ء سے ۱۹۶۳ء تک ورلڈ مسلم علماء آرگنائزیشن کے سیکرٹری جنرل رہے۔ جبکہ آرگنائزیشن کے صدر مفتی اعظم فلسطین مولانا سید امین الحسنی تھے۔ ایک مومن مسجد میں ایسے خوش و غم رہتا ہے جیسے پانی میں مچھلی۔ علامہ شاہ احمد لورانی نے بیرونی ممالک میں ان مراکز کی طرف خصوصی توجہ دی ہے۔ مارشس میں اس وقت تقریباً مساجد اور مدارس کی تعداد ایک سو سے زیادہ ہے۔ جن میں سے ستر سے زائد مساجد و مدارس ورلڈ اسلامک مشن نے قائم کیے ہیں۔

یہاں جامعہ علمیہ قادریہ کے نام سے ایک اسلامی تبلیغی و تربیتی کالج علامہ شاہ احمد لورانی کی سرپرستی میں کام کر رہا ہے۔ جس میں طلباء کی تعداد ساڑھے چار ہزار کے قریب ہے۔ برطانیہ کی پانچ سو (۵۰۰) مساجد میں سے چار سو (۴۰۰) مساجد کا تعلق ورلڈ اسلامک مشن سے ہے۔ جب کہ ہالینڈ میں بھی مشن نے زبردست پیش قدمی کی ہے۔

ایبیسٹرم میں کوئی ڈھائی کروڑ روپے کی لاگت سے مسجد طیبہ کی تعمیر کا ایک مرحلہ مکمل ہوا۔

شاہ احمد نورانی کی اس قرارداد پر حزب اختلاف کے ہائیکس افراد (جن کی تعداد بعد میں ۳۷ ہو گئی) نے دھتلاہ کئے۔ البتہ مولوی غلام غوث ہزاروی دیوبندی اور مولوی عبدالکیم دیوبندی نے اس قرارداد پر دھتلاہ نہیں کئے۔ اس تحریک میں آپ کو قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی اور رہبر کمیٹی کا ممبر بھی منتخب کیا گیا۔ آپ نے پوری ذمہ داری کے ساتھ دونوں کمیٹیوں میں شرکت کی۔ آپ نے قادیانیت سے متعلقہ ہر قسم کا لٹریچر اسمبلی کے ممبروں میں تقسیم کرنے کے علاوہ ممبروں سے ذاتی رابطہ بھی قائم کیا۔ ختم نبوت کے مسئلہ سے آگاہ کیا۔ اس تحریک میں تین ماہ کے دوران آپ نے صرف پنجاب کے علاقہ میں تقریباً چالیس ہزار میل کا دورہ کیا۔ ڈیڑھ سو شہروں، قصبوں اور دیہاتوں میں جلسوں سے خطاب کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ بیرون ممالک میں بھی آپ نے مرزائیوں کا خوب پھینچا کیا بیرون ممالک نیروبی دارالسلام، مارٹس اور لاطینی امریکہ میں سری نام برٹش گیانا اور ٹرینی ڈاؤ کے مقامات پر سابقہ پڑا اور مناظرے ہوئے۔ پانچ پانچ اور چھ چھ گھنٹے طے مکالمہ جاری رہتا بلکہ مجمع عام میں مرزائیوں کو شکست فاش دی۔ قادیانیوں کا لندن سے رسالہ نکلتا ہے "اسلامک ریویو" اسی کے ایڈیٹر سے ۱۹۶۸ء میں ٹرینی ڈاؤ میں مناظرہ ہوا جو ساڑھے پانچ گھنٹے چلتا رہا۔ بالآخر یہ کتابیں وغیرہ لے کر بھاگ گئے۔

سجہ

اسی طرح بے شمار جھکیں عملی گفتگو کے لئے مقرر ہوئیں۔

علامہ شاہ احمد نورانی نے عقیدہ ختم نبوت کو ثابت کیا اور مرزائیوں کے عقیدہ کو باطل قرار دیا۔ چنانچہ انہی مباحثوں میں چھ سو سے زائد قادیانیوں نے توبہ کی اور حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

الغرض علامہ شاہ احمد نورانی نے قومی اسمبلی میں کہا جو لوگ حضور ﷺ کو آخری نبی نہیں مانتے ہم ان کو مسلمان نہیں مانتے تو پھر مرزائی کیسے چور دروازے سے آکر اسلام کے نام پر عسکران بن سکتے ہیں۔ بلکہ مسلمانوں کی تباہی کا سامان پیدا کر سکتے ہیں چنانچہ مسلمان کی تعریف آئین میں شامل کروائی گئی۔

تحریری میدان میں کاوشیں

آپ نے مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے عملی نفاذ کے لئے انتھک محنت کی ہے۔ نظریہ پاکستان کے فروغ مسلم قومیت کے علم کو بلند رکھا۔ وہاں تحریری میدان میں بھی آپ نے اسلام کی ابتدائی معلومات پر مشتمل پمفلٹ اردو، فرانسیسی، انگریزی اور متعدد دوسری زبانوں میں شائع کر کے پاکستان و بیرون پاکستان ان مقامات پر مفت تقسیم کئے۔ جہاں ایک عرصہ سے مشنری جہان لڑکیوں کے ہاتھوں اپنا لٹریچر مفت تقسیم کر رہے تھے اس طرح آپ نے ہزاروں مسلمانوں کو عیسائیت کے جال سے بچالیا۔ آپ نے دو ضخیم کتابیں عیسائیت اور آمریت کے رو میں تحریر فرمائیں جو زیر طبع ہیں۔

۱۔ دی سل آف دی پرافٹ (مہر نبوت) (انگریزی)

۲۔ جیس کرانسٹ دی لائٹ آف قرآن (یسوع مسیح قرآن کی روشنی میں)

عشق رسول ﷺ

عشق مصطفیٰ ﷺ "مومن کی میراث ہے۔"

مومن جو چیز اپنے لئے پسند کرتا ہے وہ دوسروں کے لئے بھی پسند کرتا ہے۔ دین مصطفیٰ ﷺ سے ان کی بے پناہ لگن اور محبت کا اندازہ شبانہ روز مصروفیات سے ہی ہو جاتا ہے۔ آپ ہر لمحہ ہاؤسورہتے ہیں سارا دن دین نبی ﷺ کی بالادستی کے لئے منصوبہ بندی ملکی و عالمی مسائل کے حل کے سلسلہ میں مصروف رہتے ہیں۔ رات کو اپنے رب کریم سے لو لگا لیتے ہیں۔ اسی طرح ساری رات یاد الہی میں مصروف رہنا ان کی ذمہ داری کا بہترین مصروف ہے۔ صبح کی نماز کے بعد تھوڑا عرصہ کے لئے آرام فرماتے ہیں آپ کے تمام افراد کنبہ کی رہائش کراچی کے گھجان آباد علاقہ صدر کے ایک فلیٹ میں ہے۔ ماہ رمضان المبارک میں عالمی مصروفیات ترک کر کے اپنے گھر میں رہتے۔ البتہ کراچی کی سطح تک مصروفیات جاری رہتی ہیں۔ قرآن مجید فرقان حمید نماز تراویح میں عرصہ پچاس سال سے سنارہے ہیں۔ غم و الم کے لاکھ پہاڑ ٹوٹ پڑیں۔ مکروہ نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لئے

بے تاب رہتے ہیں آپ عربی لباس زیب تن کرتے ہیں آپ کی تقریر سیاسی ہو یا مذہبی نوعیت کی۔ ابتداء میں قصیدہ بردہ شریف کے وہ اشعار پڑھتے ہیں۔ جس میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان بیان کی گئی ہو۔ گھر میں کھانے کے دوران عربی کجوروں کا ہونا اور بچوں سے عربی میں گفتگو کرنا مشق رسول ﷺ کی واضح دلیل ہے۔

تاریخ ساز کردار

☆ قیام پاکستان سے کافی عرصہ پہلے صوبہ سندھ میں جیر سید مصنف اللہ قادری پکاؤ شہید کو جب انگریزوں کے خلاف جہاد کے سلسلہ میں انگریز نے انہیں ہائی قرار دے کر جیر صاحب کی گدی کو غیر قانونی قرار دے دیا پھر ان کے مکانات کے نام و نشان تک مٹا دیئے پاکستان بن جانے کے بعد ان کے عقیدت مند جنہیں عرف عام میں حر مجاہدین کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ انہوں نے پاکستان سے ہزاری کا اظہار کیا۔ لاکھوں کی تعداد میں حراپے محبوب کی تلاش میں تھے۔ تب علامہ شاہ احمد نورانی نے ۱۹۵۲ء میں اس وقت کے وزیراعظم خواجہ ناظم الدین سے علامہ کے آٹھ رکنی وفد کے ساتھ ملاقات کی۔ جیر چوگٹھ میں گدی بحال کروائی گئی۔ فرانس سے حکومت کے ذریعہ جیر صاحب سید مردان علی شاہ المعروف جیر پکارا صاحب پاکستان شریف لائے کیونکہ بچپن سے انگریز جیر پکارا کو فرانس لے گئے تھے۔

☆ ۱۹۵۸ء میں روس کے دورہ پر آپ نے سوشلسٹ رہنما لینن کی قبر پر پھول چڑھانے سے انکار کر دیا۔ گویا علامہ نورانی واحد غیر ملکی ہیں جس نے انکار کیا۔

☆ اس سے پہلے ۱۹۵۵ء میں سعودی عرب کے شاہ فیصل نے گاندھی کی سادھی پر ہندوستان میں پھول چڑھائے تھے۔

☆ ۱۷ مارچ ۱۹۷۲ء کو ذوالفقار علی بھٹو نے بھی لینن کی قبر پر پھول چڑھائے تھے۔

☆ اس سے پہلے ۱۹۵۵ء میں سعودی عرب کے شاہ فیصل نے گاندھی کی سادھی پر

ہندوستان میں پھول چڑھائے تھے۔

☆ ۱۷ مارچ ۱۹۷۲ء کو ذوالفقار علی بھٹو نے بھی لینن کی قبر پر پھول چڑھائے تھے۔

☆ ضیاء الحق نے رنگون میں مہاتما بدھ کے دربار میں گفتگیاں بجائیں جو ایک غیر اسلامی فعل تھا۔

☆ جون ۱۹۷۰ء کو دارالسلام ٹوبہ ٹیک سنگھ میں جمعیت علماء پاکستان کے زیر اہتمام سنی کانفرنس ہوئی ہزاروں علماء و مشائخ اکرام نے شرکت کی۔ لاکھوں افراد نے کانفرنس کو رواق بخشی آپ کی کوششوں سے مولانا مفتی فضل الرحمن مدنی نے کانفرنس میں شرکت فرمائی۔ ان کی عربی تقریر کا اردو ترجمہ آپ نے کیا۔

☆ ۱۹۷۰ء کے کئی انتخابات میں آپ جمعیت علماء پاکستان کے پلیٹ فارم سے قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔

☆ یحییٰ خان چیف مارشل لائیو مشربز کو مشرقی پاکستان کی نازک صورت حال سے آگاہ کیا۔ اقتدار عوامی قیادتوں کو منتقل کرنے کو کہا۔

☆ یحییٰ خان کو فوجی افسروں کی موجودگی میں شراب میز سے ہٹانے اور آئندہ سے باز رہنے کی ہدایت کی۔

☆ قومی اسمبلی میں دوران تقریر ذوالفقار علی بھٹو وزیراعظم کی موجودگی میں آپ پر پان کھانے کی طعنہ ہوئی۔ آپ نے برملا کہا پان کھاتا ہوں شراب تو نہیں پیتا۔

☆ ذوالفقار علی بھٹو نے کہا مولانا نورانی حکومت کے کاموں میں کیڑے نکالتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ حکومت اپنے کاموں میں کیڑے نہ پڑنے دیا کریں۔

☆ بھٹو کے مقابلہ میں اسمبلی میں وزیراعظم کا انتخاب لڑا۔ حزب اختلاف کے اسمبلی میں قائد بھی رہے ہیں۔

☆ مرزا یحیٰی کے لیڈر مرزا ناصر الدین نے جب اسمبلی میں اپنی مفاتی کے لئے تحذیر الناس اور تقویت الایمان کتابوں کے سہارے لینے شروع کئے علامہ شاہ

احمد نوری نے برملا کیا کہ عرصہ پہلے ان کے مصطفین کو ہمارے علماء کا فرقرار دے چکے ہیں اسبلی میں سناٹا چھا گیا۔ مرزا ناصر بار بار پانی پینے کے علاوہ کچھ نہ کر سکا۔

☆ مرزا ناصر کے ۳۶۰ سوالات کا طحیدہ طحیدہ جواب دیا گیا۔

☆ علامہ شاہ احمد نوری نے قادیانیوں کے لاہوری اور قادیانی گروہوں کی طرف سے ایک کروڑ روپے کی رشوت کو ٹھکرا کر کہا کہ ہمارا سودا بازار مصطفیٰ ﷺ میں ہو چکا ہے۔

☆ مسلمان کی تعریف آئین میں شامل کروانا، مجلس عمل تحفظ ختم نبوت و بچلہ دیش نامہ منکوحہ تحریک بھٹو کے خلاف یوم سیاہ، آئین سازی میں انقلابی کردار آئین میں مملکت و حکومت کا مذہب اسلام، قادیانی غیر مسلم اقلیت، آئین میں صوبائی خود مختاری کا قیام، سوشلزم کا آئین میں داخل نہ ہونا، سربراہ حکومت کے لئے مسلمان کی شرط کو منکوحہ کروایا۔ آئین میں صدر اور وزیراعظم کے اختیارات کا توازن و شہا سیاسی مسائل کا عمدہ حل پیش کیا۔

☆ پارلیمانی لیڈروں کو ٹیلی ویژن اور ریڈیو پر اپنے اپنے نقطہ نظر کی وضاحت کے لئے وقت دیا گیا علامہ شاہ احمد نوری نے نہایت بے ہاکی اور جرأت و تدانہ سے حکمران جماعت و اتحاد قاضی بھٹو کی وعدہ خلافیوں اور انحراف کو واضح کیا۔

☆ فوج میں اہل سنت کے تیس مدارس کی منکوحہ، عظیم المدارس اہل سنت کی سند کا ایم اے کے برابر قیام۔

☆ ۷ مارچ ۱۹۷۷ء کے انتخابات میں دھاندلی کے ذریعے بھٹو حکومت نے ارض پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کو روکنے کی جو ناکام کوشش کی کے خلاف ۱۳ مارچ کو ملک کے مسلمان سر اپا احتجاج بن کر میدان عمل میں نظام مصطفیٰ ﷺ سے اغلاص دکھانے آئے قائد المسند علامہ شاہ احمد نوری کو گھڑی

غیر وحشل (سندھ) میں جو گرم ترین علاقہ ہے بجلی اور بچے کی سہولت کے بغیر رکھا گیا۔ بلکہ پانی کی بنیادی سہولت سے بھی محروم رکھا گیا۔ اس کے باوجود آپ نے واضح کیا کہ نظام مصطفیٰ ﷺ کی خاطر ہم ان تکالیف کو بخوشی قبول کرتے ہیں۔

☆ صاحبزادہ امین الحسنات بھیروی کے مدینہ یونیورسٹی میں داخلہ کا مسئلہ حل کروایا۔

☆ بھٹو دور میں دو دلہہ قاتلانہ حملہ ہونے کے باوجود آپ مستقل مزاجی سے حق بات کہتے رہے۔

☆ مئی ۱۹۷۸ء میں جب علامہ شاہ احمد نوری نے کیپ ٹاؤن (جنوبی افریقہ) کے میز کی جانب سے استقبالیہ میں آپ نے اسلام بیسویں صدی کے چیلنج کو قبول کرتا ہے کے زیر عنوان انگریزی میں خطاب کیا۔ کیپ ٹاؤن کے میز نے علامہ نوری کو "سفیر اسلام" کا خطاب دیا۔

☆ بھٹو دور کے بعد ضیاء الحق کے مارشل لا دور میں بھی گیارہ سال میں انہوں نے بے ہاکی، ٹور، لیڈر کا حق ادا کیا۔ غیر منتخب وزارت قبول نہ کی پچا اور پرمٹ، پلاٹ کی بجائے جمہوریت کی بالادستی کے لئے کوشاں رہے۔ ورلڈ اسلامک مشن کے نام سے ہر قصبہ اور شہر پہنچ کر پیغام پہنچایا۔

☆ سیاحین گلیشیر پر بھارت قبضہ کے مسئلہ کو عوام الناس میں اجاگر کر کے سیاست دانوں کو درپردہ حیرت میں ڈال دیا۔ مارشل لائی آمروں کی کلی حوام کے سامنے سب سے پہلے آپ نے کھولی۔

☆ علامہ شاہ احمد نوری نے عراق، ایران، جنگ بند کروانے کے لئے "ایشیاء کے واحد نمائندے کی حیثیت سے اقوام متحدہ کے جنرل سیکرٹری سے مذاکرات کئے۔"

☆ علامہ شاہ احمد نوری نے بغداد شریف کی حق یونیورسٹی کی نصابی کتب کارکن

ہونے کی حیثیت سے خفی طلباء کے داخلے کی تحریک چلائی اور انتظامی کردار ادا کیا۔

☆ ضیاء الحق کے مارشل لائی دور میں پاکستان میں مصیبت کی فضا عام ہوئی، لسانی تنظیموں کو منظم کیا گیا۔ ہیروئن اور کلاشکوف نسل نو کو تباہ کرنے کے لئے تیار کی گئی۔ علامہ شاہ احمد نورانی نے برملا ان مکی و عوامی مسائل کو حل کرنے کی تہاویز دیں۔ حکومت وقت سے مذمت کی۔

☆ مسلم قومیت کے سب سے مستقل مزاج طبردار ثابت ہوئے۔ پاکستانیت پر زور دیتے رہے۔ لسانی تنظیموں کی طرف سے دو دفعہ قحطانہ حملہ کے باوجود اپنی مسلم قومیت پر فخر محسوس کرتے ہیں۔

☆ علامہ شاہ احمد نورانی نے تمام مکی سیاستدانوں سے پہلے ہندوستانی تخریب کاروں کی پاکستان میں داخلہ کی نشاندہی کرتے ہوئے پاک بھارت ہارڈ ر بند کرنے کا مطالبہ کیا۔

☆ علامہ شاہ احمد نورانی کی قیادت میں جمعیت علماء پاکستان پہلے کی نسبت اب چاروں صوبوں میں عوامی آواز بنی ہے۔ با اصول، فکر حریت کے حوالہ سے دانشور طبقوں میں پہنچائی جاتی ہے۔

☆ عالمی سطح پر عرصہ دراز سے ورلڈ اسلامک مشن کے زیر اہتمام آپ ایک ماہنامہ نکالتے ہیں جس کا نام دی سچ ہے۔ جو بیک وقت عربی اور انگریزی میں شائع ہوتا ہے۔ آپ اس کے چیف ایڈیٹر ہیں۔ آپ نے کراچی میں اسلامک انفرمیشن سنٹر قائم کر رکھا ہے۔

☆ ۱۹۷۳ء کا آئین مرتب کرنے والی دستوری کمیٹی میں علامہ شاہ احمد نورانی نے جو تاریخی کردار ادا کیا اس میں ۲۸۰ دفعات کے آئین میں ۲۰۸ ترامیم پیش کیں پھر اختلافی نوٹ بھی لکھا۔

اشاعت خاص
کردار نورانی زندہ ہے

کردار نورانی زندہ ہے



علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی

پر لگائے گئے الزامات

کا تحقیقی جائزہ اور اہلسنت

کو دعوت غور و فکر

تقریر

محمد سلیم مست قادری

علامہ شاہ احمد نورانی ریسرچ سنٹر پاکستان

زاویۃ قادریہ سید، غوث اعظم سڑک (نورنگی باغ ۱) سرگودھا روڈ جوہڑ آباد (41200)

0321/0300/0313-9429027 mahboobqadri787@gmail.com



پاکستان عوامی اتحاد کی تشکیل کا بنیادی نقطہ

جمعیت علماء پاکستان نے ۱۹۸۸ء کے عام انتخابات سے قبل محمد خان جوئیہ کی مسلم لیگ اور انیر مارشل محمد امیر خان کی تحریک استقلال سے پاکستان عوامی اتحاد کے نام سے اتحادی اتحاد تشکیل دیا اور جن اصول ضوابط کی بنیاد پاکستان عوامی اتحاد معرض وجود میں آیا اس میں یہ بات درج ہے کہ برسر اقتدار آنے کے بعد ملک میں نظام مصطفیٰ ﷺ کی عکرائی کے لئے قرآن و سنت کی مکمل بالادستی قائم کی جائے گی۔ اس معاہدہ پر اتحاد میں شامل تینوں جماعتوں کے سربراہوں کے دستخط موجود ہیں اب اگر نادان دوست یہ طائفہ پراپیگنڈہ کرتے ہیں کہ جمعیت نے تحریک استقلال جیسی سیکولر (لادینی) جماعت سے اتحاد کیوں کیا تو اس کا جواب جمعیت علماء پاکستان صوبہ پنجاب کے سیکرٹری اطلاعات حضرت علامہ شبیر احمد ہاشمی صاحب اپنے ایک رسالہ ”پنچلز پارٹی کا محسن کون؟“ میں یوں دیتے ہیں۔ ”جناب انیر مارشل صاحب نے جب نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لئے قرآن و سنت کی بالادستی تسلیم کر لی اور اس معاہدہ پر دستخط کر دیئے تو اب ان کی سیکولر حیثیت خود بخود ختم ہوگئی کیا اگر کل کو کوئی کافر مسلمان ہوتا چاہے تو اسے یہ طعنہ دیا جائے گا کہ تو کل تک تو کافر تھا۔“

فدائیک کا جوئیہ لیگ میں اوقام اور نئی سیاسی صورت حال

پاکستان عوامی اتحاد کی تشکیل کے بعد جوئیہ لیگ کی سیاسی پوزیشن میں اضافہ ہوا چنانچہ وزیر اعلیٰ محمد نواز شریف اچانک خصوصی طیارے پر جوئیہ لیگ کے سربراہ محمد خان

کتابیں، مکتوبات، رسائل، رسائل، رسائل

دل کو زندہ اور بیدار رکھنے کے لئے انجمنی کتابوں کا مطالعہ ضروری ہے۔ (۱۸/۱/۱۳)

اسلامی، تاریخی، ادبی، سیاسی، سماجی

اور

دیگر فنون پر مشتمل کتب کا مرکز

دارالعلم

حقیقۃً سرمدی محمد خان قادری مدظلہ

اور دیگر محققین اہل سنت

کی تمام تصانیف و تراجم بھی ہمارے ہاں دستیاب ہیں

محمد عثمان رضوی

(میجک ڈائریکٹر)

پبلشرز

ڈسٹری بیوٹر

ہیپ سٹورز

دارالعلم

دکان نمبر 11 سٹا ہوٹل دربار مارکیٹ لاہور 042-37110341, 0331-4046174

جونہو سے ملنے سندھڑی گئے اور محمد نواز شریف نے جونہو کے وہ تمام مطالبات تسلیم کر لئے جو وجہ تنازعہ بنے ہوئے تھے۔ محمد نواز شریف نے جونہو سے غصہ مذاکرات کے ذریعے فدا ایک جونہو لیگ میں مدغم کرنے کا اعلان کر دیا۔ فدا ایک کا دھڑا اسلامی جمہوری اتحاد کی کارکن تھا تو دوسری جانب جونہو لیگ پاکستان عوامی اتحاد کی رکن جماعت تھی۔ پاکستان عوامی اتحاد کی جماعتوں کے درمیان معاہدہ ہوا تھا کہ اتحاد میں شامل تینوں جماعتوں میں سیٹوں کی تقسیم مساوی ہوگی اور ہر علاقہ احباب میں اتحاد کے امیدوار کی اہلیت اور اثر و رسوخ کو کلیدی حیثیت حاصل ہوگی۔ جو امیدوار ایک حلقے کے لئے زیادہ موثر ہوگا اسے میرٹ کی بنیاد پر اتحاد کا امیدوار نامزد کیا جائے گا مسلم لیگ کے دونوں گروپوں کے اکٹھا ہو جانے کے بعد پیدا شدہ نئی سیاسی صورت حال پر جادلہ خیال کرنے کے لئے جمعیت علماء پاکستان کی طرف سے رابطہ کرنے پر محمد خان جونہو صاحب نے بتایا کہ مسلم لیگ عوامی اتحاد میں ہی شامل رہے گی مگر مسلم لیگ کے اکٹھا ہو جانے کے بعد بے یو پی کو قومی اسمبلی کی مساوی سیٹیں دینے سے معذور ہیں چنانچہ مسلم لیگ کی جانب سے جمعیت کے لئے کچھ سیٹیں تجویز کی گئیں جیسے قائدین جمعیت نے ملکی مفاد کی خاطر فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس تجویز کو قبول کر لیا پاکستان عوامی اتحاد کی جانب سے کٹھنوں کی تقسیم کے لئے چہرہ رکھی پارلیمانی بورڈ تشکیل دیا گیا جس میں اتحاد کی ہر رکن جماعت کے صف اول کے کے پانچ قائدین شامل تھے جمعیت علماء پاکستان اور تحریک استقلال کی جانب سے جونہو صاحب سے مطالبہ کیا گیا کہ پنجاب کے غیر منتخب مگران وزیر اعلیٰ میاں محمد نواز شریف وزارت سے استعفیٰ دیں جونہو نے اس اصولی مطالبہ کو تسلیم کرتے ہوئے کہا میں دو تین روز میں عوامی اتحاد کے رہنماؤں کو محمد نواز شریف کا استعفیٰ پیش کر دوں گا۔ ۱۷ اکتوبر ۸۸ء کو رات کے ایک بجے تک جونہو مرکزی دفتر جمعیت علماء پاکستان واقع ۷ سکندر روڈ اہم مال لاہور میں عوامی اتحاد کے نمائندہ اجلاس میں شریک رہے اور ۱۸ اکتوبر کو دس بجے صبح دوبارہ آئے محمد نواز شریف کا استعفیٰ پیش کرنے اور مسلم لیگ امیدواروں کی حتمی لسٹ مہیا کرنے کا وعدہ کر کے چلے گئے ادھر جمعیت کے دفتر کے

باہر عوامی اتحاد کے طالب امیدواروں کا ایک جم غفیر موجود تھا۔ کیونکہ ۱۸ اکتوبر کا قذات تاحر دی جمع کرانے کی آخری تاریخ تھی۔

پاکستان عوامی اتحاد کے خلاف سازش اور پینپلز پارٹی کا اصل حسن کون؟

جونہو ۱۸ اکتوبر کو تین بجے سہ پہر تک جمعیت سے ٹیلی فون پر آنے کا مسلسل وعدہ کرتے رہے اور ادھر اسلامی اتحاد کے ٹکٹ جاری ہوتے رہے۔ ظلم بالائے ظلم یہ کہ مسلم لیگ سربراہ جونہو کے جمعیت سے معاہدہ کے مطابق کچھ سیٹیں تو کچھ دہر پردہ محمد نواز شریف اور جماعت اسلامی کے ایسے حکمتے میں آئے کہ دوبارہ آنے کا وعدہ کرنے کے باوجود واپس نہ آئے۔ دراصل پاکستان عوامی اتحاد کو سیاسی منظر سے ہٹانے کے لئے محمد نواز شریف اور جماعت اسلامی کی طرف سے منافقانہ گٹناؤنی سازش کی گئی تاکہ عوامی اتحاد کے امیدوار اپنے کا قذات تاحر دی جمع نہ کرائیں اور نہ ان کو اتحاد کا انتخابی نشان ”ٹریکٹر“ الاٹ ہو۔ ۱۶ مارچ ۸۸ء کو بعد نماز ظہر الحمد منول نیوسول لائن لیصل آباد میں کارکنان کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے علامہ محمد عبدالستار خان نیازی مدظلہ العالی نے اس بات کا انکشاف کیا کہ جب ۱۷ اکتوبر ۸۹ء کی رات کو جونہو صاحب میٹنگ سے فارغ ہو کر واپس گئے اور اگلی صبح دس بجے دن آئے اور مسلم لیگ کی حتمی لسٹیں لانے کا وعدہ کیا ہم نے ۱۸ اکتوبر کی شام تک دفتر جمعیت میں جونہو صاحب کا انتظار کیا مگر وہ نہ آئے میں جمعیت علماء پاکستان کا مرکزی جنرل سیکرٹری ہوں اور جنرل سیکرٹری کی حیثیت مگران اعلیٰ کی ہوتی ہے۔ میں نے ان لوگوں کے دھوکہ و فریب اور سازش کی وجہ سے بڑی تک و دو اور مشکل سے لاہور سے مہاتوالی جا کر رات گیارہ بجے کا قذات تاحر دی جمع کرائے اور اسی دن رات بارہ بجے تک کا قذات جمع کرانے کی آخری تاریخ تھی۔

درحقیقت انہی عناصر نے مرکز میں پینپلز پارٹی کی جیت میں کلیدی کردار ادا کیا اور یہی حضرات پینپلز پارٹی کے اصل حسن ہیں اگر جونہو اپنے معاہدہ پر قائم رہتے اور عہد شکنی نہ کرتے تو آج مرکز میں پینپلز پارٹی کی حکومت نہ ہوتی اور پاکستان عوامی اتحاد کے

ہاتھوں اسے زبردست شکست سے دوچار ہونا پڑتا۔ جمیعت اس سلسلہ میں مظلوم جماعت ہے۔ مسلم لیگ اور جماعت اسلامی کے مطابق اعلان سیاست والوں نے اسے ظلم کا نشانہ بنایا۔ ایک مشہور مقولہ ہے کہ جموٹ اس کثرت سے بولو کہ سچ سمجھا جانے لگے انہوں نے اپنی بددیانتی، عہد شکنی اور اقتدار کی ہوس پر پردہ ڈالنے کے لیے قاعدین جمیعت کے خلاف غیر اخلاقی و غیر انسانی سلوک کیا کہ جیسے چور شور مچانا شروع کر دے چور، چور، چور بہت سے سادہ لوگ اس پر فریب پراپیٹنگھ کی بیخون چڑھ گئے۔ عوام الناس چونکہ اصل حقائق سے نا آشنا ہیں ان کو اصل حقائق پر مبنی معلومات فراہم کرنا انتہائی ضروری تھا۔ اسی مقصد اور نصب العین کے تحت یہ مختصر رسالہ تحریر کیا گیا تاکہ حقیقی صورت حال واضح ہو سکے۔

علامہ لورانی نے بھٹو حکومت کی طرف سے ۲ کروڑ روپے ایک مرکزی وزارت اور ۲ صوبائی وزارتوں کو ٹھکرایا

بھٹو کے دور حکومت میں مولانا لورانی واحد قومی رہنما تھے جنہیں ختمہ اپوزیشن نے آپ کی طلسمی قابلیت کو دیکھتے ہوئے مختلف طور پر وزارت عظمیٰ کے الیکشن کے لئے ذوالفقار علی بھٹو کے مقابلہ میں اپنا امیدوار نامزد کیا علامہ لورانی نے وزارت عظمیٰ کا الیکشن لڑا اور بھٹو کے مقابلے پر چونتیس ووٹ حاصل کئے قومی اسمبلی کے اندر وہاں جہاں ختمہ اپوزیشن کے دیگر رہنما حزب اختلاف کا کردار ادا کر رہے تھے علامہ لورانی کی شخصیت ان سب میں نمایاں اور سرسبز تھی مسٹر بھٹو کو اسمبلی کے اندر اور باہر علامہ لورانی کی تعمیری تنقید کا ہمیشہ نشانہ بننا پڑتا تھا۔ اس لئے وہ علامہ لورانی کی تنقید سے ہمہ وقت خائف رہتے تھے۔ علامہ لورانی کی حق و صداقت کی آواز کو دہانے کے لئے حکومت کی طرف سے آپ پر کئی مرتبہ قاذورانہ حملے کرائے گئے مگر آپ نے ظلم و تشدد کا سینہ سپر ہو کر مقابلہ کیا اور آپ اس دباؤ سے نہ کبھی مرعوب ہوئے اور نہ کبھی جھکے بعد ازاں مسٹر بھٹو نے علامہ لورانی کو مختلف جیلوں، بہانوں اور لالچ کے ذریعے خریدنے کا پروگرام بنایا اس سلسلہ میں مسٹر بھٹو نے وزیر قانون عبداللطیف بھٹڑا، وزیر داخلہ (جو اس وقت بھٹو

حکومت سے سودا بازی کر کے دربارہ شاہ میں بک چکے تھے) کو علامہ لورانی کی طرف بھیجا کہ جیسے بھی ہو۔ علامہ لورانی کو حکومت کی مخالفت سے باز رکھا جائے اور حکومت کا ہم نوا و حامی بنانے کے لئے حرص و لالچ کا سبز باغ دکھایا جائے شاید وہ حکومت کی مخالفت چھوڑ دیں چنانچہ ان دو وزراء نے علامہ لورانی سے کہا کہ جناب آپ خواہ مخواہ حکومت کی مخالفت کر رہے ہیں آپ بھی پیش و معشر کی ذمہ داری گزاریں۔ اور مسٹر بھٹو کی مخالفت چھوڑ دیں مسٹر بھٹو کی مخالفت نہ کرنے کے عوض ہم آپ کو یہ نوید سناتے ہیں کہ آپ دو کروڑ روپے نقد اور آپ جس رکن اسمبلی کی طرف اشارہ فرمائیں مرکز میں ایک وفاقی وزارت اور سندھ اسمبلی میں دو صوبائی وزارتیں دینے کے لئے تیار ہیں۔ علامہ لورانی نے درویشانہ جواب دیتے ہوئے ان سے فرمایا کہ آپ کی اس پیشکش پر میں تمہو کو بھی نہیں عوام کا مفاد سچ کر میں ایسا ہرگز نہیں کر سکتا اس طرح یہ خمیروں کے سوداگر اپنے مشن میں ناکام ہوئے اور وزارت و کروڑوں روپے کی لالچ سے علامہ لورانی کے پختہ ارادوں اور اصولی موقف کی حائل نہ کر سکے۔

قادیانیوں کی طرف سے پچاس لاکھ کی پیشکش

علامہ شاہ احمد لورانی صدیقی کی پیش کردہ قومی اسمبلی میں تاریخی قرارداد پر ۱۹۷۴ء کو قادیانی جماعت و لاہوری جماعت کے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا ”قادیانی لاہوری گروپ کی طرف سے چند افراد علامہ لورانی سے ملے آئے ان میں تین چار سرکاری افسر بھی تھے ان میں سے ایک افسر نے علامہ شاہ احمد لورانی صدیقی سے مخاطب ہو کر کہا ”جناب ہم نے سنا ہے کہ آپ نے اپنی قرارداد میں لاہوری گروپ کو بھی غیر مسلم قرار دیا ہے حالانکہ ہم مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتے۔ لہذا آپ کی قرارداد میں ہمارا ذکر مناسب نہیں۔ آپ یوں کریں کہ اپنی قرارداد سے ہمارا نام نکال دیں ہم آپ کو پچاس لاکھ روپے پیش کرتے ہیں۔ فاتح تحریک ختم نبوت ﷺ حضرت علامہ شاہ احمد لورانی نے فرمایا کہ آپ کی پیشکش میرے جوتے کی ٹوک پر ہے اس لئے کہ میرا جوتا اس پیشکش سے زیادہ قیمتی ہے مرزا دہی نبوت ہے اور جو اسے محمد، مصلح یا مسلمان مانتا ہے وہ بھی کافر

ہے اور میری قرارداد سے کوئی لفظ حذف نہیں ہوگا آپ لوگ یہاں سے نکل جائیں، وہ لوگ چلے گئے تو علامہ نورانی نے فرمایا کہ کئی ایسے سرکاری افسر ہیں وہ بار بار ان لوگوں کی سفارش کرتے ہیں کہ صاحب ان لوگوں کا آپ کیوں ذکر کرتے آئے ہیں یہ تو نبی نہیں مانتے لیکن الحمد للہ اللہ کریم جل جلالہ نے استقامت عطا فرمائی ہے یہ پیسے آئی جانی چیز ہے اصل دولت ”دولت ایمان“ ہے اور سرمایہ آخرت۔

(کتاب شاہ احمد نورانی حصہ اول صفحہ ۱۵۷، ۱۵۸)

شہداء تحریک نظامِ مصطفیٰ کے خون سے غداری کس نے کی؟

۵ جولائی ۱۹۷۷ء کو جنرل محمد ضیاء الحق نے بھٹو حکومت کا تختہ الٹ کر ملک پر مارشل لاء نافذ کیا۔ اور نوے روز کے بعد الیکشن کرانے کا وعدہ کیا۔ اقتدار کی ہوس میں جنرل صاحب قوم سے کیا ہوا وعدہ وفا نہ کر سکے اگر اس وقت مصطفیٰ الیکشن کرا دیئے جاتے تو قومی اتحاد یقیناً کامیاب ہو جاتا اور نظامِ مصطفیٰ علیہ السلام کے نفاذ کا راستہ ہموار ہو جاتا جب جنرل صاحب نے قومی اتحاد کی جماعتوں کو مارشل لاء کے زیر سایہ حکومت میں شمولیت کی دعوت دی اور جمیعت علماء پاکستان کے قائدین سے کہا کہ جمیعت کی مرکز میں چار وزارتیں ہیں آپ حکومت میں شامل ہو کر وزارتیں لے لیں مگر جمیعت کے سربراہ نے وزارتوں اور سفارتوں کی پیشکش سے بے نیاز ہو کر فرمایا کہ جمیعت چور دروازے سے غیر منتخب وزارتیں قبول نہیں کر سکتی۔ اور آپ نے وزارتیں لینے سے صاف انکار کر دیا۔ جمیعت علماء پاکستان تحریک استقلال اور این ڈی پی کے علاوہ جماعت اسلامی، جمیعت علماء اسلام اور قومی اتحاد میں شامل دیگر جماعتوں نے تحریک نظامِ مصطفیٰ علیہ السلام کے شہداء کے مقدس خون سے غداری کرتے ہوئے اپنے ذاتی مفادات کے لئے مارشل لاء حکومت میں اپنی وزارتیں پکی کیں ابھی ان کی وزارتوں کو نو ماہ کا عرصہ ہی گزرا تھا کہ جنرل صاحب نے ان کو ذلیل و رسوا کر کے حکومت سے باہر نکال کر ان کو منطقی انجام تک پہنچا دیا۔ یہ لوگ اپنی نو ماہ کی وزارتوں کے دوران اسلام کے علمبردار جنرل سے شہداء تحریک

نظامِ مصطفیٰ علیہ السلام کے لواحقین کو کوئی معاوضہ نہ دلوا سکے یہ وہ حقائق ہیں جو پاکستان کی تاریخ کا دردناک اور لرزاؤں والے باب ہے۔

علامہ نیازی نے کہا میں رفیقِ باجود نہیں بننا چاہتا

جب مارشل لاء حکومت علامہ نورانی کو خریدنے میں ناکام رہی تو اس نے علامہ نورانی کی جماعت کے رہنماؤں کو فردا فردا خریدنے کی کوشش کی چنانچہ حکومت جمیعت کے بعض افراد کو اپنی تاحر مجلس شوریٰ میں شامل کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ جمیعت کی مرکزی مجلس عاملہ و شوریٰ نے متفقہ فیصلہ کرتے ہوئے ان افراد کو جمیعت کی بنیادی رکنیت سے خارج کر دیا اس کے علاوہ جمیعت کے موجودہ مرکزی نائب صدر جناب پروفیسر شاہ فرید الحق کے پاس جنرل صاحب نے اپنے نمائندے بھیج کر حکومت میں شمولیت کی دعوت دی جو انہوں نے ٹھکرا دی مارشل لاء والوں کی دعوت پر مجاہد ملت حضرت علامہ محمد عبدالستار خان نیازی صاحب نے فرمایا کہ میں اپنی جماعت سے غداری کرتے ہوئے رفیقِ باجود بننا نہیں چاہتا جب حکومت نے علامہ نیازی صاحب سے بار بار حکومت میں شمولیت کے لئے اپنے وزیروں اور سفیروں کے ذریعے رابطہ کیا اور حتیٰ کہ آپ کو پنجاب کا گورنر بننے کی پرفریب نوید سنائی تو اس مردِ آهن اور قانعِ محنت دار نے قنڈرانہ جواب دیا کہ ”میں پہلے یزید کی بیعت کروں تو این زید ہوں۔“ میں ایسا ہرگز نہیں کر سکتا ۱۹۷۰ء سے ۱۹۸۸ء تک یعنی اٹھارہ سالوں میں پیپلز پارٹی اور جنرل صاحب کی جانب سے جمیعت کے قائدین کو اٹھارہ مرتبہ وزارت و سفارت کی پیش کش کی گئی جو قائدین جمیعت نے ٹھکرا دی۔ جمیعت کے قائدین کا ماضی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ قائدین

تختِ سکندری پر وہ تھوکتے نہیں ہیں یا رسول اللہ
بسترِ لگا ہوا ہے جن کا تیری گلی میں
کیا خردے نے سمجھا ہے کیا حسن نے جانا ہے
ہم خاکِ نعینوں کی ٹھوکر پہ زمانہ ہے

کا مصداق ہیں بلکہ بڑے سے بڑا آمر بھی نہ ان کو خرید سکا نہ اپنے موقف اور نظریہ سے ہٹا سکا۔ علامہ نورانی نے ۱۰ اپریل ۱۹۸۶ء کو جمعیت کے زیرِ اہتمام سوچی و رواۃ لاہور میں تاریخی جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ہماری جدوجہد کا مقصد خود اقتدار حاصل کرنا نہیں ہے بلکہ نظامِ مصطفیٰ ﷺ کو اقتدار میں لانا ہے اگر ہمیں ذاتی اقتدار میں آنا ہوتا تو بھلا اور ضیاء حکومت کی طرف سے حکومت میں شامل ہونے کے لئے ہمیں ہار ہار دھوت دی گئی اگر ہم چاہتے ہیں تو اقتدار میں شامل ہو جاتے مگر ہم نے اصولوں پر سودا بازی نہیں کی اور حکومت میں شامل نہیں ہوئے اگر علامہ نورانی کو بکنا ہوتا تو وہ وزارت و مہتری لے کر بک جاتے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا ان کی اٹھارہ سالہ بے داغ، بے ہاک سیاسی زندگی ہمارے سامنے روزِ روشن کی طرح واضح ہے۔

ایک سنگین غلط فہمی کا ازالہ

ایک سنگین غلط فہمی کا ازالہ کرتا چلوں جو اکثر اوقات لوگ بغیر سوچے سمجھے مفاد پرست سیاست دانوں کا کردار دیکھتے ہوئے ہر کسی کو اس کا نشانہ بنا دیتے ہیں کہ جناب اس دور میں وہی شخص مؤمن ہے جس کے ہاتھ کچھ نہیں لگتا۔ مگر یہ حملہ ہمارے بزرگ قائدین پر پورا نہیں اترتا علامہ نورانی کو وزارت کی ہار ہار پیکش کی گئی۔ علامہ نازی کو وزارت اور پنجاب کی گورنری پیش کی گئی اور پروفیسر شاہ فرید الحق کو بھی وزارت کی پیش کش کی گئی مگر ہمارے قائدین نے ان پیش کشوں کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا۔

ہم دربارِ مصطفیٰ میں بک چکے ہیں

علامہ نورانی نے ۱۹۷۹ء کو مصطفیٰ آباد (راولپنڈی) میں دو روزہ کل پاکستان میلاد مصطفیٰ ﷺ کانفرنس اس سے قبل اور بعد اپنے خطاب میں کئی مرتبہ اس بات کا اعادہ کیا کہ ہم دربارِ مصطفیٰ ﷺ میں بک چکے ہیں۔ ہمارا خریدار خدا ہے اب دنیا کا کوئی حکمران ہماری بولی نہیں لگا سکتا ہم سرکارِ مدینہ ﷺ کے دربار کے بھکاری ہیں وہیں بک چکے ہیں اب ہمیں کسی اور طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں۔

جے یو پی نے پی پی پی اور ایم کیو ایم کی پیش کش کو مسترد کر دیا

۱۹۸۸ء کے عام انتخابات کے موقع پر پاکستان پیپلز پارٹی کی جانب سے جمعیت کو اتحادی معاہدے کی پیش کش کی گئی جسے قائدین جمعیت نے پیپلز پارٹی کے ساتھ کردار اور نظریاتی اختلاف کی بنا پر مسترد کر دیا اسی موقع پر کراچی و حیدرآباد سے ابھرے والی لسانی تنظیم ایم کیو ایم نے جمعیت سے اتحادی معاہدہ کی پیش کش کی اور علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی صاحب سے کہا کہ آپ اور پروفیسر شاہ فرید الحق دونوں مہاجر ہیں آپ ہماری مخالفت چھوڑ دیں ہم آپ کے مد مقابل کوئی بھی امیدوار کھڑا نہیں کرینگے بلکہ آپ ہی کی تائید و حمایت کریں گے اگر علامہ نورانی کو بکنا ہوتا تو ایم کیو ایم کی پیش کش کو قبول کر لیتے تو جمعیت کراچی میں قومی اسمبلی کی دو سیٹوں پر کامیاب ہو جاتی مگر اس کے برعکس علامہ نورانی نے جواب دیا کہ ہم نے مہاجر ہونے کا ثبوت لے لیا اب ہم صرف اور صرف مسلمان ہیں اور پاکستانی ہیں۔“ آپ نے اپنی تقریروں، پریس کانفرنسوں اور انٹرویوز میں اس کی جامع وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے نزدیک مہاجر، پنجابی، سندھی، بلوچی اور پنجتون کوئی قوم نہیں بلکہ روئے زمین پر بسنے والے مسلمان خواہ ان کا تعلق کسی بھی خطہ زمین سے ہو وہ مسلمان ہونے کے ناطے ایک قوم ہیں میں صرف اور صرف مسلم قومیت پر یقین رکھتا ہوں حضور ﷺ کی غلامی ہی میری قومیت ہے اسلام کے دشمن مسلم قومیت کا شیرازہ بکھیرنے کے لئے مسلمانوں کے اندر صوبائی، لسانی، برادری ازم اور قومیتوں کے فتنوں کو ابھار رہے ہیں جن سے ان کا مقصد مسلمانوں کے اندر نفاق ڈال کر پاکستان کو کمزور کرنا ہے اس سے قبل مشرقی پاکستان اسی سازش کے نتیجہ میں بگڑ دیش بن گیا اسلام اور پاکستان کے دشمن باقی مائدہ پاکستان کے بھی کھڑے کرنا چاہتے ہیں آپ نے مہاجر قومیت کا رد کرتے ہوئے ایک موقع پر فرمایا کہ مہاجر تو بے وطن ہوتا ہے افغانستان کے تیس لاکھ مہاجرین روس کے ظلم و بربریت سے بگڑ آکر پاکستان میں مہاجر کیپوں میں پناہ گزین ہیں اور اس انتظار میں ہیں کہ جیسے ہی افغانستان کے حالات سازگار ہوں وہ اپنے وطن کو سدھاریں آپ اپنے آپ کو مہاجر کہہ کر اپنی بنیادی اساس سے محروم ہو گئے

آپ یہ کہیں کہ ہم پاکستانی ہیں وہ تمام حقوق جو ایک پاکستانی کا حق ہے وہ ہمیں دو۔

علامہ نورانی پر قاتلانہ حملے سنیوں کے لئے لمحہ فکریہ

علامہ نورانی کو نظامِ مصطفیٰ ﷺ کا پرچار کرنے اور مختلف قومیتوں کے حقوق کے خلاف نعرہ حق بلند کرنے کی پاداش میں کراچی کی ایک لسانی تنظیم نے بے یو پی کی رابطہ عوام مہم کے دوران جمعیت کے کامیاب جلسوں سے یوٹھلا کر ۲۳ ستمبر ۱۹۸۸ء کی رات آرسی گراؤڈ ملیئر کراچی میں جمعیت کے زیرِ اہتمام جلسہ عام پر جلسہ گاہ کے قریب واقع شیعوں کے امام ہاؤس سے اس وقت کلاٹکفوں اور دیگر جدید اسلحہ سے سٹیج پر حملہ کر دیا جب سٹیج پر علامہ نیازی صاحب تقریر فرما رہے تھے قاترنگ کے نتیجے میں جمعیت علماء پاکستان کراچی ڈسٹرکٹ ایسٹ کے نائب صدر شہداء اللہ شہید ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور چھ کارکن زخمی ہو گئے علامہ نیازی صاحب کا ہاتھ بھی شرہ لگنے سے زخمی ہو گیا علامہ نورانی سٹیج سے اٹھے اور مائیگ کے سامنے آکر مولانا نیازی سے فرمانے لگے مولانا آپ کی تقریر کا وقت ختم ہو گیا ہے اب میری باری ہے علامہ نورانی نے گولیوں کی بوچھاڑ میں خطاب کیا اور صلوٰۃ و سلام و دعا خیر بھی کی۔ جلسہ کے بعد سرپیندوں غنڈوں نے شامیانوں، قاتلوں، دریوں، لاؤڈ سپیکروں اور جلسہ گاہ کے باہر کھڑی ہوئی گاڑیوں کو بھی نذر آتش کر دیا۔ ایک مینی شاہد کے مطابق جو قاترنگ کے دوران سٹیج پر موجود تھا شہداء اللہ خان شہید کے قاتلوں نے قاترنگ کا رخ براہِ راست علامہ نورانی کی طرف کیا ہوا تھا چاروں طرف سے سٹیج پر گولیاں برسائی جارہی تھیں علامہ شاہ احمد نورانی کے دائیں اور بائیں کندھے کے قریب سے گولیاں گزر رہی تھیں۔ علامہ نورانی کی یہ زعمہ کرامت تھی کہ دشمنوں کے شدید قاتلانہ حملے میں بھی کسی گولی نے آپ کے جسم کو چھوا تک نہیں۔

اس المناک واقعہ کے تیسرے روز نامعلوم غنڈوں نے علامہ نورانی کو غورزدہ اور ہراساں کرنے کے لئے ۲۳ ستمبر ۱۹۸۸ء کو رات اڑھائی بجے علامہ نورانی کے گھر پر اندھا دھند قاترنگ کی اور گولیوں کے پچاس ماؤڈر چلائے قائد اہل سنت علامہ نورانی پر تیسرا قاتلانہ حملہ اس وقت ہوا جب آپ ۲۶ رمضان المبارک کو گجہار کراچی میں بعد نماز عصر

مقصد دوم

میں یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ اس شرعی امام کا تقرر کیوں واجب ہے اور اس کے فرائض کیا ہوں گے۔ حفاظتِ نسلی میں ہے۔

و المسلمون لا بد لهم من امام يقوم بتفليذ احكامهم واتامة حدودهم وسد ثغورهم وتجهيز حيو شهر واحذ صد قاتهم وقهر المتغلبة والمتلصبة وقطاع الطريق واتامة الجمع والاعياد و قطع المنازعات الواقعة بين العباد وقبول الشهادات القائمة على الحقوق وتزويج الصغار والصفائر الذين لا اولياء لهم وقسمة الغنائم ونحو ذلك من الامور التي لا يعولها احاد الاممة

اس طویل عبارت میں دو چیزوں کا ذکر ہے اول یہ کہ تقریر امام کیوں واجب ہے دوم یہ کہ امام کے ذمہ کیا فرائض ہوں گے۔ امر اول کی تفصیل یہ ہے کہ تقریباً تیرہ واجب ایسے ہیں جو کہ امام پر موقوف ہیں اور امام ان واجبات کا موقوف علیہ ہے اور قبل ازیں گزر چکا ہے کہ واجب کا موقوف علیہ بھی واجب ہوتا ہے تو چونکہ تقریر امام واجب ہے لہذا مسلمانوں پر ضروری ہوا کہ تقریر امام سے اپنا واجب ادا کریں۔ امر دوم کی تفصیل یہ ہے کہ مذکورہ بالا واجبات امام کے فرائض میں داخل ہیں اور بغیر امام کے دوسرا آدمی ان فرائض کو ادا نہیں کر سکتا اب ان تیرہ امور کی تفصیل ملاحظہ ہو جو کہ امام کے فرائض میں داخل ہیں اور تقریر امام پر موقوف ہیں۔

اول

امام کا کام یہ ہوگا کہ وہ مسلمانوں کے احکام نافذ کرے گا۔

دوم

شرعی حدود قائم کرے گا مثلاً چوری اور زنا اور شراب کی حدیں۔

سوم

اسلامی ملک کی سرحدوں کی حفاظت کرے گا۔

چہارم

اسلامی فوج کے لیے اسلحہ اور دوسری ضروریات کا انتظام کرے گا۔

پنجم

زکوٰۃ اور عشر اور خراج وصول کرے گا۔ باغیوں، چوروں اور ڈاکوؤں کی سرکوبی کرے گا۔

ششم

محمد اور عید قائم کرے گا۔

دہم

لوگوں میں جو جھگڑے ہیں ان کا قطعی اور حل پیش کرے گا

یازدہم

حقوق پر شہادتیں قبول کرے گا۔

دوازدہم

جن تائبانہ لڑکوں اور لڑکیوں کے دلی نہیں ہیں ان کے نکاح کرے گا۔

سیز دہم

مال فقیرت کی تقسیم کرے گا اور اس کے بغیر کسی اور امور بھی ہیں جن کو ہر آدمی سرانجام نہیں دے سکتا اور امام سرانجام دے سکتا ہے۔ چونکہ تاحال پاکستان میں شرعی اور ہاشرات امام نہیں ہے لہذا اس کو زکوٰۃ اور عشر اور خراج اور دوسرے مواجب ادا کرنے مسلمانوں پر ضروری نہیں البتہ اگر ادا کر دیئے جائیں تو جائز ہے۔ اس مقصد دوم سے ثابت ہوا کہ اسلامی قانون اور نظام مصطفیٰ ﷺ کو ہر آدمی نافذ نہیں کر سکتا بلکہ یہ کام منتخب امام کا ہے تو گویا اسلامی آئین کی بنیاد اور پہلی ایفٹ تقریر امام ہے اور اگر بغیر تقریر امام کے نظام مصطفیٰ ﷺ نافذ کیا جائے تو اس کی مثال یہ ہے جیسے بغیر بنیاد کے دیوار تعمیر کی جائے

اور ہر آدمی شرعی امام اور سربراہ مملکت نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے لیے شرائط ہیں جن کا بعد میں ذکر کیا جائے گا۔ اب یہاں عقائد نسبی پر ایک اعتراض ہوتا ہے کہ عقائد نسبی یہ متن ہے اور متون میں اختصار ہوتا ہے لیکن امامت کے مسئلہ کو طوالت سے کیوں ذکر کیا گیا ہے تو شارح خبر اس نے اس کا جواب ان الفاظ میں دیا ہے۔

وقد اطلب المصنف اطناً باللائعاسب خلاصہ یہ کہ متون مختصر ہوتے ہیں اور المصنف تنصیفاً علی الاعتناء بنصب مصنف نے امامت کے مسئلہ کو الاعلام و ارشاد الائمة الی ما یوجب طوالت سے بیان فرمایا ہے اس کی کیا وجہ علیہم ہے تو جواب یہ ہے کہ اس طوالت کے دو فائدے ہیں۔

اول

تمام مسلمانوں کو متنبہ کرنا ہے کہ امام کا تقرر بڑا مقصودی امر ہے اور تم پر واجب ہے لہذا اس سے غافل نہ ہونا۔

دوم

ائمہ کو رہنمائی کرنی ہے کہ تم پر جو تیرہ چیزیں واجب ہیں ان کو کا حق ادا کرنا۔ عقائد نسبی کے مصنف نے جو امامت کا مسئلہ طویل عبارت میں ذکر کر کے اس کی اہمیت کی طرف اشارہ کیا ہے انہوں نے اس صدی کے پانچ ہزار علماء و مشائخ نے ۲۲ مروج کے اجلاس میں اس کو محسوس نہیں کیا اور سارا وقت حقیقی سیاست میں ضائع کر کے عورت سربراہ مملکت نہیں ہو سکتی۔ صرف اہلسنت میں انتشار کو ہوا دے کر کار بے خیر کا ارتکاب کیا۔ پرانے علماء و مشائخ کا طریقہ وصل اور باہمی محبت تھا لیکن اس صدی کے علماء و مشائخ کا طرہ امتیاز فصل اور باہمی افتراق اور انتشار ہے گویا کہ اس صدی کا تصوف بھی تبدیل ہو گیا ہے پرانا تصوف تو یہ تھا۔

بنس القلید علی باب الامید محمد الامید یعنی برا شیخ وہ ہے جو امراء کے دروازوں کا چکر لگاتا ہے اور اچھا امیر وہ ہے جو کہ مشائخ کے دروازوں پر حاضری دیتا ہے۔

یہ تو پرانا تصوف تھا اب نیا تصوف اور اس کا زرین مسئلہ ملاحظہ ہو۔

عبدالقدیر علی باب الامید بنس الامید یعنی بڑا اور نامی گرامی شیخ وہ ہے جو کہ
امراء کے دروازوں پر حاضری دیتا ہے
اور برا امیر وہ ہے جو کہ مشائخ کے در کی
حاضری دے۔

حضرت خواجہ غانی سیالوی قدس سرہ کے پرانے تصوف کے حقیقی چند فیضہ پنجابی
متولے ہیں چونکہ جدید ذہنوں پر نہیں ہیں لہذا ان کو یہاں نقل نہیں کیا جاتا۔ خلاصہ یہ کہ
جس مسلمان کو اپنے امام زمانہ کی معرفت ہے اس کی موت اسلامی اور ہدایت کی موت
ہے اور جس کو یہ معرفت حاصل نہیں ہے اس کی موت جاہلیت کی موت اور ضلالت کی
موت ہے یہ حکم تو ایک عام مسلمان کا ہے اور پھر علماء اور مشائخ کو تو یہ معرفت بطریق
اولیٰ حاصل ہونی چاہیے۔ حیرت ہے کہ ۲۲ مارچ کے علماء و مشائخ نے اس امر پر اتفاق
کیا عورت سربراہ مملکت نہیں ہو سکتی لیکن شیطان نے یہ امر ان کے ذہن سے نکال دیا
ہے کہ آخر سربراہ مملکت کون ہونا چاہیے تاکہ اس کی معرفت حاصل کر کے مسلمان جاہلیت
اور ضلالت کی موت سے بچ جائے اور اسلامی موت سے سرفراز ہو تو جو علماء و مشائخ حقی
پہلو پر بحث کرتے ہیں اور مثبت پہلو کو نظر انداز کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ ان کو اس سے
کوئی دل چسپی نہیں کہ ان کی موت اسلامی ہو یا جاہلیت کی موت ان کو پریم صرف ایک
عورت سے ہے کہ وہ سربراہ اور حکمران نہیں ہو سکتی۔ ایسے جم غفیر کو جن کو اپنی موت کی
پردہ نہیں کہ اسلامی ہو یا کہ جاہلیت کی اور وہ اہل سنت میں انتشار پھیلا رہے ہیں ان کو
علماء و مشائخ کہنا علماء و مشائخ کی توہین ہے۔ غور فرمائیں کہ امامت کا مسئلہ بغیر اتحاد اہل
سنت کے حل نہیں ہو سکتا اب جو علماء و مشائخ ۲۲ مارچ کو اجلاس لاہور میں جمع ہوئے بندہ
ہا ادب ان سے دریافت کرتا ہے کہ وہ اتفاق اور اتحاد اہل سنت کے لئے جمع ہوئے یا کہ
افتراق و انتشار اہل سنت کے لئے۔ شق اول بدیہی المہملان ہے کیونکہ ان مشائخ کا جو
سربراہ ہے اور جس کی کوشش سے اجلاس لاہور منعقد ہوا اخباری اطلاع کے مطابق اس

نے برملا کہا ہے کہ علامہ نورانی کے ساتھ ہمارا اتحاد نہیں ہو سکتا۔ مزید برآں اجلاس لاہور
میں جو علماء و مشائخ مجتمع ہوئے ان کے درمیان نقطہ اتحاد صرف اور صرف بغض علامہ
نورانی تھا۔ پھر ان سے اصلاح اور اتفاق کا تصور ہی نہیں ہو سکتا تو اب شق ثانی تحقیق ہوئی
کہ یہ اجتماع لاہور صرف اور صرف افتراق اور انتشار کے لئے تھا اور فرقہ باطنیہ کی پیٹھ
ٹھونکنے کے لئے تھا کہ بعض نورانی پر ڈٹے رہنا ہم تمہارے ساتھ ہیں اگر یہ جم غفیر علماء و
مشائخ اجلاس لاہور میں شامل نہ ہوتا تو فرقہ باطنیہ ایک دن میں اپنی موت آپ مر جاتا
ان علماء و مشائخ کی شمولیت سے اس بیماری کو چند دن کی حیات ضرور مل گئی ہے اب
انتظار ہے کہ اس کا جنازہ کب نکلتا ہے۔ بندہ کی شری رائے یہ ہے کہ فرقہ باطنیہ یا تو
ندامت کے ساتھ حق کی طرف رجوع کرے گا اور بصورت دیگر ان شاء اللہ تعالیٰ ختم ہو
جائے گا غور فرمادیں کہ جو علماء و مشائخ ۲۲ مارچ کے اجلاس لاہور میں شریک ہوئے ہیں
سب کی زبان پر نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کا دعویٰ ہے اور اس نظام مقدس کو صرف اور
صرف شری امام جامع شرائط ہی نافذ کر سکتا ہے اور تقرر امام اتحاد اہل سنت پر موقوف
ہے تو نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ نظام مصطفیٰ ﷺ اتحاد اہل سنت پر موقوف ہے اور انتشار اہل سنت
نظام مصطفیٰ ﷺ کا دشمن ہے تو چونکہ یہ علماء و مشائخ انتشار اہل سنت کا سبب بنے ہیں لہذا
یہ لوگ اس نظام مقدس کے دشمن ہیں لہذا ان کو یہ امر ذیہب نہیں دیتا کہ وہ نظام مصطفیٰ کا
دعویٰ کریں۔ علامہ شاہ احمد نورانی نے نہ تو کبھی امراء اور حکام کے دروازوں کا چکر لگایا
ہے اور نہ ہی انہوں نے اہل سنت میں انتشار پیدا کرنے کی کوشش کی، البتہ انہوں نے
اصولوں پر کبھی سودے بازی نہیں کی جس نے اصولوں کی خلاف ورزی کی اس کو سزا
دینے میں انہوں نے کبھی تامل نہیں کیا۔ اگرچہ وہ بڑا عہدیدار کیوں نہ ہوں اور اس کا
نام انتشار نہیں ہے بلکہ نظام عدل ہے تقریباً ہر سیاسی پارٹی اختلاف کی وجہ سے متعدد
پارٹیوں میں تبدیل ہوئی ہے اور جمیعت بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے لیکن جمیعت کا باطنی
نولہ نہایت قلیل ہے اور اہل سنت کا سواد اعظم اب بھی علامہ شاہ احمد نورانی کے ساتھ
ہے۔ بندہ کو اعتراف ہے کہ میرے مضمون میں بظاہر علماء و مشائخ کی گستاخی کی گئی ہے
اور بعض معاندین اس فقیر کے خلاف پروپیگنڈہ بھی کریں گے اس کا ایک جواب تو بندہ

میں مضمون کے آخر میں آئے گا چند جوابات یہاں ملاحظہ ہوں۔

جواب اول

علماء و مشائخ علماء سے مصوم نہیں ہیں ان سے خطا سرزد ہو سکتی ہے بلکہ ہوتی ہے تو ان کو ادب کے ساتھ خطا پر متنبہ کرنا یہ گستاخی نہیں ہے بلکہ یہ حقیقی احترام ہے کیونکہ جس آدمی پر تنقید نہ ہو تو وہ سمجھتا ہے کہ میری ہر بات درست ہوتی ہے اور تنقید سے بالاتر ہے تو وہ احتیاط سے کام نہیں لیتا لہذا خطا کا احتمال زیادہ ہوتا ہے اور اگر اس کو علم ہو کہ میری بات پر تنقید ہوگی تو وہ ہر بات سوچ کر اور احتیاط سے کرے گا اور یہی اس کے حق میں بہتر ہے تو جو علماء و مشائخ ۲۳ مارچ کے اجلاس میں شریک ہوئے اور اس سے اہل سنت میں افتراق پیدا ہوا۔ یہ ایک خطا تھی تو بندہ نے پورے احترام کے باوجود اس خطا پر ان علماء و مشائخ کو متنبہ کیا ہے اور خطا کی تکفیر کی وجہ سے اس پر صحیحہ کرنا ضروری تھی اور اس کو گستاخی کہنا اس صدی کا قصوف ہے جو قصوف قدیم کے الٹ ہے۔

جواب دوم

بندہ کا نظریہ یہی ہے کہ علماء و مشائخ کا احترام لازم ہے لیکن اللہ تعالیٰ جل شانہ اور اس کے حبیب ﷺ کا احترام علماء و مشائخ کے احترام سے بہت زیادہ ہے لہذا فقیر کے نزدیک اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام بیان کرنے میں اگر بظاہر علماء و مشائخ کی گستاخی لازم آتی ہو تو کوئی قیامت نہیں ہے۔ اور کسی کا احترام احکام شریعہ بیان کرنے میں مانع نہ ہونا چاہیے۔

مقصد سوم

اس مقصد میں اب امام کے شرائط بیان کئے جاتے ہیں تاکہ یہ معلوم ہو کہ ہر آدمی نہ تو امام شری ہو سکتا ہے اور نہ ہی اسلامی آئین نافذ کر سکتا ہے۔ عقائد نسلی میں ہے۔ نہ یہی ان یكون الامام ظاهراً يرجع اليه لامعظمتها ولا معتظراً ويكون من قريش ولا يكون من غيرهم ولا يعصى بهي هاشم واولاد علي رضي الله عنهم
ظاہر عبادت یہ ہے کہ امام ظاہر ہونا چاہیے تاکہ لوگ اپنے مسائل میں اس کی

طرف رجوع کریں اور امام لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ نہ ہو مگر بھی نہ ہو یعنی اس وقت تو لوگوں کے سامنے نہ ہو لیکن مستقبل میں اس کے نکلنے کا انتظار ہو اور وہ قریش سے ہوگا اور غیر قریشی نہیں ہوگا اور امام کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ بنی ہاشم سے ہو یا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہو۔ یہ جو ذکر کیا گیا ہے یہ اہل سنت کا مذہب ہے اور اہل شیعہ اس امر پر متفق ہیں کہ امام کا قریشی ہونا ضروری ہے اس کے بعد اہل شیعہ کے دو مذہب ہیں۔ اول یہ کہ امام کے لئے ضروری ہے کہ بنی ہاشم سے ہو غیر ہاشمی امام نہیں ہو سکتا۔

مذہب دوم یہ کہ امام کے لئے ضروری ہے کہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی اولاد سے ہو چونکہ اہل سنت کے نزدیک یہ دونوں مذہب باطل ہیں اس لئے متن میں دونوں مذہبوں کے رد کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ شرح عقائد میں ہے۔ یعنی لا يشترط ان يكون الامام قرشياً لقوله عليه الصلوة والسلام الائمة من قريش وهذا وان كان غيراً واحداً لكن لما رواه ابو بكر رضي الله تعالى عنه محتجاً به على الانصار ولم يذكره احد فصار مجمعاً عليه ولم يخالف فيه الا خوارج وبعض المعتزلة ولا يشترط ان يكون هاشمياً او علويّاً لما ثبت بالدليل من خلافة ابي بكر وعمر وعثمان رضي الله تعالى عنهم مع انهم لم يكونوا من بني هاشم وان كانوا من قريش

متن عقائد نسلی میں تین دعوے تھے شارح عقائد علامہ گھٹازی نے ہر ایک پر دلیل ذکر کی ہے۔ دعوئی اول کہ امام کے لئے یہ ضروری ہے کہ قریش سے ہو اور غیر قریش سے نہ ہو اس کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہر ایک امام قریش سے ہوگا اس دلیل کی حار اس امر پر ہے کہ الائمہ پر جوال ہے وہ استتراق کے لئے ہے اور اس وقت امام کا ہر فرد قریشی ہوگا اور غیر قریشی امام نہیں ہو سکے گا۔ اب اس دلیل پر اعتراض ہوتا ہے اور شارح گھٹازی نے اس کا جواب دیا اعتراض یہ ہے کہ مسئلہ امامت اہل سنت کے نزدیک اگرچہ فروعات سے ہے اور حدیث الائمة من قريش۔ یہ خبر واحد ہے اور عن کی مفید ہے اور جو مسائل فروعات سے ہیں وہ دلیل ظنی سے ثابت ہو جاتے ہیں تو امام کا قریشی ہونا اہل سنت کے نزدیک تو خبر واحد سے ثابت ہو جائے گا لیکن اہل شیعہ کے

نزدیک یہ مسئلہ اصول اعتقاد سے ہے اور اس کے لئے دلیل قطعی کا ہونا ضروری ہے تو امام کے قریشی ہونے کا مسئلہ اہل شیعہ کے نزدیک اس خبر واحد قطعی سے کیسے ثابت ہوگا تو شارح تفتازانی نے اس کا یہ جواب دیا کہ آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد انصار نے مہاجرین کو کہا کہ (منا امیر و مکنہ امیر) یعنی اب ایک امیر نہیں ہوگا بلکہ دو امیر ہوں گے ایک ہم سے یعنی انصار سے اور ایک دوسرا امیر تم سے ہوگا یعنی مہاجرین سے تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انصار کے خلاف حدیث الاممہ من قریش سے استدلال کیا جس کا مطلب یہ تھا کہ مہاجرین سے ہی امام ہوگا کیونکہ وہی قریش ہیں اور امام انصار سے نہیں ہو سکتا کیونکہ انصار قریش نہیں تھے تو اس حدیث کا کسی نے انکار نہ کیا تو اس حدیث پر اجماع صحابہ ہوا تو اب یہ حدیث قطعی ہوگی اور یقین کا فائدہ دے گی تو اب اہل شیعہ کے نزدیک بھی اس حدیث شریف سے استدلال درست ہوگا خلاصہ جواب یہ ہوگا کہ یہ حدیث اگرچہ باہتمام اصل کے خبر واحد اور مفید ظن ہے لیکن جب اس پر صحابہ کا اجماع ہو گیا تو اب یہ خبر یقین کا فائدہ دے گی البتہ خوارج اور بعض مقلد قریش والی شرط کے منکر ہیں اب اس تصریح سے معلوم ہو گیا کہ اس دور میں اگر کوئی آدمی قریش کی شرط کا انکار کرے تو وہ خارجی ہوگا یا معتزلی اہل سنت ہرگز نہیں ہو سکتا علامہ تفتازانی نے جو جواب دیا ہے صاحب نمبر اس نے اس کو ان الفاظ سے رد کیا ملاحظہ ہو۔

وہما بحث وهو ان جعلہ مخبر الاحاد من قتله تعہم الاحادیث کما ہو علیہ المتکلمین فانہ حدیث متواتر رواہ لحوار بعین صلیہ کما فی الصواعق خلاصہ اعتراض یہ ہے کہ علامہ تفتازانی کا اس حدیث کو اصل سے خبر واحد کہنا درست نہیں ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تفتازانی متکلمین سے ہے اور متکلمین متبع حدیث میں کمزور ہوتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ ابن حجر نے صواعقِ عرقہ میں فرمایا کہ یہ حدیث متواتر ہے اور اس کو تقریباً چالیس صحابہ نے روایت کیا ہے اور خبر متواتر باہتمام اصل کے یقین کا فائدہ دیتی ہے خلاصہ اعتراض یہ کہ علامہ تفتازانی نے حدیث الاممہ من قریش کو اصل کے لحاظ سے قطعی اور خبر واحد قرار دیا اور اجماع صحابہ کے لحاظ سے قطعی قرار دیا یعنی یہ

حدیث صرف ایک وجہ سے قطعی ہے اور صاحب نمبر اس نے بحوالہ ابن حجر اس حدیث کو دو درجہ سے قطعی قرار دیا۔ یہاں یہ جاننا ضروری ہے کہ حدیث متواتر بخبر واحد آیت قرآنی ہے اور اس کے انکار سے کفر کا خطرہ ہے اور اس کے علاوہ اس پر اجماع صحابہ بھی ہے اور اس اجماع کا انکار بھی کفر کے خطرہ سے خالی نہیں ہے تو صاحب نمبر اس کی تحقیق کے مطابق اس حدیث کا انکار دو وجہ سے کفر کا سبب ہے اور علامہ تفتازانی کی تحقیق کے مطابق اس حدیث کا انکار صرف ایک وجہ سے کفر کا سبب ہے یہاں یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر صرف اجماع صحابہ ہے کوئی خبر متواتر نہیں ہے اس کے باوجود اس خلافت کا انکار کفر ہے اور امام کا قریش سے ہونا اجماع صحابہ سے بھی ثابت ہے اور خبر متواتر سے بھی تو نتیجہ یہ ہوا کہ امام کے قریش سے ہونے کی قطعیت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی قطعیت سے زیادہ ہوگی تو اس کے منکر کو بطریق اولیٰ کفر کا خطرہ ہے۔ مقصد سوم میں تین دعوے تھے علامہ تفتازانی نے ہر ایک پر دلیل دی دعویٰ اول یہ تھا کہ امام کے لئے قریشی ہونا ضروری ہے اور غیر قریشی امام نہیں ہو سکتا اس دعویٰ پر دلیل حدیث الاممہ من قریش اور لفظ الاممہ پر ال استغراق کا ہے اس دلیل پر ایک اعتراض تھا اور اس کے دو جواب دیئے گئے جواب اول علامہ تفتازانی نے دیا اور جواب دوم ابن حجر اور صاحب نمبر اس نے دیا اب دلیل اور اعتراض و جواب سے چند امور واضح ہوئے غور فرمادیں۔

امر اول جب انصار نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حدیث سماعت کی تو اس پر کوئی اعتراض نہ کیا کہ قریش میں کون سی خصوصیت ہے جو کہ غیر قریش میں نہیں ہے جس کی وجہ سے قریش امامت کے مستحق ہیں اور غیر قریش مستحق نہیں ہیں۔ بلکہ انصار نے بغیر چوں چا اس حدیث کو تسلیم کر لیا اور اپنے مطالبہ امامت سے دستبردار ہو گئے ان کا ایمان تھا کہ چونکہ آنحضرت ﷺ نے قریش کو مستحق امامت ٹھہرایا تو لازمی طور پر قریش میں کوئی خصوصیت ہے جو کہ غیروں میں نہیں ہے اگرچہ ہم کو وہ خصوصیت معلوم نہیں ہے برخلاف آج کل کے جدید ذہن کے کہ یہ ذہن اس فرمان نبوی کو آسانی سے تسلیم نہیں کرے گا بلکہ یہ کہے گا کہ سب مسلمان برابر ہیں لیکن بندہ اس جدید ذہن کو کہتا ہے کہ اس فرمان نبوی

میں شک سے تمہارے ایمان کو خطرہ لاحق ہو جائے گا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ہمارے ایمان میں بھی فرق ہے اور ہم یہ درست ہے کہ عورت امام نہیں ہو سکتی لیکن یہ خبر واحد سے ثابت ہے اس پر کوئی خیر متواتر نہیں ہے اور ہاشمی کا امام ہونا اور غیر ہاشمی کا امام نہ ہونا یہ خبر متواتر سے ثابت ہے پاکستان میں آج کل جتنے سربراہان ہوئے بندہ کے خیال میں کوئی بھی ہاشمی نہیں تھا بلکہ سب غیر ہاشمی تھے اس کے باوجود جو علماء و مشائخ ۲۲ مارچ کو اجلاس لاہور میں شریک ہوئے انہوں نے اور ان کے آباؤ اجداد اور مشائخ نے ان تمام غیر ہاشمی سربراہان مملکت کی سربراہی کو تسلیم کیا اور کسی کے خلاف کوئی فتویٰ نہ دیا لیکن آج یہ لوگ عورت کی سربراہی کے خلاف شور مچا رہے ہیں بندہ ان علماء و مشائخ کو چیلنج کرتا ہے کہ وہ فرق بتائیں کہ انہوں نے اور ان کے آباؤ اجداد اور مشائخ نے غیر ہاشمی کی سربراہی کو تو تسلیم کر لیا حالانکہ یہ خبر متواتر کے اور اجماع اصحاب کے خلاف ہے جس کا انکار کفر ہے اور عورت کی سربراہی کے خلاف شور مچایا ہوا ہے حالانکہ یہ خبر واحد کے خلاف ہے جس کا انکار کفر نہیں ہے خلاصہ یہ کہ تم نے اور تمہارے اکابرین نے حدیث متواتر کو تو نظر انداز کر دیا اور خبر واحد کو اچھا لالو یہ یا تو جہالت پر مبنی ہے کہ تم کو اس حدیث کا علم تک نہیں اور یا یہ متاد پر مبنی ہے یعنی اس عورت کے ساتھ متاد اور ذاتی خاصیت ہے جن علماء و مشائخ میں کوئی معیت ہے وہ بندہ کے اس چیلنج کا جواب دیں۔

امر سوم آج کل سربراہِ دو قسم کے ہیں اول سربراہ مملکت جس کو صدر کہا جاتا ہے دوم سربراہ حکومت جس کو وزیرِ اعظم کہا جاتا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ مسلمانوں پر جو تقرر امام واجب ہے اور وہ عورت نہیں ہو سکتی اور اس امام کا قرینہ ہونا ضروری ہے کیا اس سے مراد ہر ایک سربراہ ہے یعنی صدر اور وزیرِ اعظم ہر دو کا شرعی امام ہونا لازمی ہے یا ان سے صرف ایک کا شرعی امام ہونا ضروری ہے تو پھر وہ کون ہوگا صدر یا وزیرِ اعظم اور تیسری صورت یہ ہے کہ ہر ایک مستقل امام نہ ہو بلکہ ہر دو کا مجموعہ امام ہو اب بندہ اس پر بحث کرتا ہے گزارش یہ ہے کہ ایک یہ ایک مسئلہ حقیقت ہے جس سے انکار کوئی جاہل ہی کر سکتا ہے کہ ہر شے کی پہچان اس کی تعریف سے ہوتی ہے اب دیکھنا ہے کہ امام کی تعریف کیا ہے اگر وہ

تعریف ہر ایک پر صادق آئے تو دونوں مستقل طور پر امام ہوں گے اور اگر تعریف صرف ایک پر صادق آتی ہے نہ دوسرے پر تو وہی امام ہوگا۔

یہاں یہ جاننا ضروری ہے کہ نصب امام کا مسئلہ دراصل علم فقہ کا مسئلہ ہے کیونکہ نصب امام افعال مکلفین سے ہے اور افعال مکلفین کی بحث علم فقہ میں ہوتی ہے لیکن چونکہ اس مسئلہ میں اختلاف بہت ہے اور اس میں اعتقاد کے خراب ہونے کا خطرہ ہے اس لئے مسئلہ امامت کی تفصیل علم کلام میں ہے اور علم فقہ میں اس کا ذکر اجمال کے طور پر آئے گا۔ اب ائمہ کی تعریفیں ملاحظہ ہوں۔ تعریف اول در مختار میں ہے۔

الامام صغریٰ و کبریٰ فالحکمری استحقاق تصرف عام علی الامام ای علی الخلق شامی میں ہے:

وهو متعلق بتصرف لااستحقاق لان المستحق عليه طاعته الامام لاتصبره ولا يعامر لالامتعارف ان يقال عام بكلذا اعلا عليه

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ امامت میں مخلوق پر تصرف عام کا استحقاق ہوتا ہے اور لفظ علی الامام یہ تصرف کے متعلق ہے نہ کہ استحقاق اور عام کے متعلق کیونکہ اگر استحقاق کے متعلق ہوتا تو یہ معنی ہوگا مخلوق پر استحقاق تصرف عام ہے حالانکہ یہ درست نہیں ہے کیونکہ لوگوں پر طاعت امام ضروری ہے نہ کہ امام کا تصرف اور اگر اعلیٰ الامام متعلق استحقاق کے ہوتا تو یہ معنی ہوگا کہ لوگوں پر مستحق تصرف امام ہے اور لفظ عام کے متعلق بھی نہیں ہے کیونکہ عام کا صلہ ہر آتا ہے نہ کہ علی چنانچہ محاورہ عام بکذا الاعلیٰ خلاصہ تعریف یہ ہوا کہ ائمہ میں لوگوں پر تصرف عام کا استحقاق ہوتا ہے جس کو لوگوں پر تصرف خاص کا استحقاق ہو وہ امام نہیں ہے۔ شامی میں تعریف کے جنس اور فصل کو اس طرح بیان کیا۔ (وخرج بقيد الموم حش القضاء والامارة) یعنی عموم کی قید اس لئے لگائی تاکہ قاضی اور امیر خارج ہو جائے کیونکہ ان ہر دو کو تصرف عام کا استحقاق نہیں ہوتا بلکہ تصرف خاص کا استحقاق حاصل ہوتا ہے کیونکہ جس علاقہ کا قاضی اور حاکم مقرر کیا گیا ہے اس کا حکم صرف انہی لوگوں پر باجماع

ہوگا جو اس علاقہ کے رہنے والے ہیں نہ کہ سارے ملک پر اب عورت اور غیر قریشی امام تو نہیں ہو سکتے۔ لیکن کسی خاص علاقہ کے قاضی اور حاکم ہو سکتے ہیں تو جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ عورت بالکل حاکم نہیں ہو سکتی ان کا یہ قول دین سے بے خبری پر مبنی ہے اور وہ نام نہاد علامہ ہیں۔ تعریف دوم موافق اور شرح موافق میں ہے۔

الامامة رئاسة عامته في امور الدين والدنيا لشخص من الاشخاص القليل
العموم احتراز عن القاضي والرئيس وغيرهما والقيد الاخير احتراز عن كل الامة
انما عزلوا الامام عند فسقه فان الكل ليس شخصاً واحداً

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ امامت یہ ہے کہ ایک شخص کے لئے دین اور دنیاوی امور میں ریاست اور سرداری عام حاصل ہو کوئی دینی اور دنیاوی شعبہ اس کی ریاست سے خارج نہ ہو اس کے بعد تعریف کے جن اور فصل بیان کرتا ہے کہ عموم کی قید سے قاضی اور رئیس اور ہر وہ آدمی خارج ہو گیا جس کو بادشاہ نے کسی خاص علاقہ پر سردار مقرر کیا ہو اب اس تعریف سے بھی معلوم ہوا کہ جو لوگ امام نہیں ہو سکتے جیسے عورت اور غیر قریشی یہ لوگ قاضی اور کسی خاص علاقہ کے رئیس اور حاکم ہو سکتے ہیں اور جو آخری قید ہے شخص من الاشخاص اس سے مجموعہ امت خارج ہوگی کیونکہ ساری امت مجموعی طور پر امام نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ ایک شخص نہیں ہے بلکہ متعدد اشخاص کا مجموعہ ہے اس تعریف سے یہ امر واضح ہو گیا کہ امام صرف ایک ہوگا متعدد امام نہیں ہو سکتے نہ ہر ایک مستقل امام ہو سکتا ہے اور نہ مجموعہ من حدیث مجموعہ۔ یہ تعریف دوم اور تعریف اول تقریباً ایک جیسی ہیں۔ اب ان ہر دو تعریف پر اعتراض کرتا ہے اس مجموعہ کی صورت یہ ہے کہ امام قاضی ہو گیا اور اہل حل و عقد جنہوں نے اس امام کا تقرر کیا تھا انہوں نے عقد مجموعی طور پر امام نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ ایک شخص نہیں ہیں اس تعریف سے یہ امر واضح ہو گیا کہ شرعی امام صرف ایک ہوتا ہے امام متعدد نہیں ہو سکتے نہ ہر ایک مستقل اور نہ مجموعہ من حيث مجموعہ تعریف اول اور دوم ہر دو تقریباً ایک جیسی ہیں اب ان ہر دو تعریف پر صاحب موافق اعتراض کرتا ہے ملاحظہ ہو:

وتلق هذا التعريف بالقبول

خلاصہ اعتراض یہ ہے کہ نبوت اور امامت ایک چیز نہیں بلکہ متعارف ہیں اور یہ تعریف نبوت پر بھی صادق آتی ہے کیونکہ تمام لوگوں پر تصرف عام کا نبی مستحق ہوتا ہے اور نبی کی بھی امور دینی اور دنیاوی میں ریاست اور سرداری عام ہوتی ہے تو تعریف مانع نہ ہوگی اس کے بعد تعریف سوم کرتا ہے اور یہ تعریف جامع مانع ہے۔

تعریف سوم

الامامة خلافته الرسول في اقامة الدين وحفظ حوقه المملته بحيث يجب
اتباعه على كافة الامة وبهذا القيد الاخير يخرج من ينصبه الامام في ناحية كالقاضي
مطلقاً ويخرج المجتهد الا لا يجب اتباعه على الامامة كافة بل على من قلده خاصته

خلاصہ تعریف سوم یہ ہے کہ امامت رسول اللہ ﷺ کی خلافت کا نام ہے اور یہ خلافت اقامت دین میں ہے اور ملت کے مجموعہ کی حفاظت میں ہے اور اس کی اتباع تمام امت پر واجب ہوتی ہے اس آخری قید سے قاضی اور مجتہد خارج ہو گئے کیونکہ قاضی اور مجتہد کی اتباع ساری امت پر واجب نہیں ہے بلکہ قاضی کی اتباع صرف اس حلقہ کے لوگوں پر ہے جس حلقہ کا وہ قاضی ہے یا ان لوگوں پر ہے جن کا مقدمہ اور کیس قاضی کے پاس ہے اسی طرح مجتہد کی اتباع صرف اس کے مقلدین پر واجب ہے اب اس تیسری تعریف پر وہ اعتراض نہیں کرتا جو کہ تعریف اول اور دوم پر ہوتا ہے کہ ہر دو تعریف نبوت پر بھی صادق آتی ہیں حالانکہ امامت اور نبوت دو متعارف چیزیں ہیں تیسری تعریف پر اعتراض اس لئے نہیں ہوتا کہ نبوت کسی رسول کی خلافت نہیں ہے بلکہ نبوت شریعت مطہرہ کی بشت ہے بندہ دہا یہاں ذکر کرتا ہے کہ یہ جو شرع شریف کا مسئلہ ہے کہ عورت امام اور حاکم نہیں ہو سکتی اس سے مراد وہ حکومت اور امامت ہے جس کی تین تعریف ذکر کی گئی ہیں اس کے سوا بعض صورتوں میں عورت حاکم ہو سکتی ہے جیسا قاضی یا ملک کے کسی خاص حصہ کی حکومت الہیہ عورت جیسا کہ امامت کبریٰ کی ال نہیں ہے امامت صغریٰ کی بھی ال نہیں ہے یعنی نماز کی امامت کی بھی ال نہیں ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ امامت کی جو تین تعریف ذکر کی گئی ہیں یہ صرف صدر پر صادق آتی ہیں یا کہ صرف وزیر اعظم پر یا ہر ایک پر یا ہر دو کے مجموعہ من حيث

مجموعہ پر تو بندہ عرض کرتا ہے کہ یہ تعزینیں صرف اور صرف صدر پر صادق آتی ہیں کیونکہ تعزینیں تعریف کا خلاصہ یہ ہے کہ امام کے لئے ضروری ہے کہ تمام لوگوں پر اس کا تصرف عام ہو اور تمام لوگوں پر اس کی اجازت واجب ہو اور یہ امر صرف صدر مملکت پر صادق آتا ہے اور یہ صفت صرف صدر مملکت میں پائی جاتی ہے نہ کہ وزیراعظم پر اور اس کی چند وجوہ ہیں۔

وجہ اول

صدر مملکت اکیلا وزیراعظم اور وزراء اعلیٰ کو معزول کر سکتا ہے جیسا کہ صدر ضیاء الحق نے کیا تھا اگرچہ اس کے لئے بعض شرطیں ہیں لیکن وزیراعظم اکیلا نہ تو صدر مملکت کو معزول کر سکتا ہے اور نہ ہی وزراء اعلیٰ کو اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس وقت وزیراعظم پاکستان اور پنجاب اور بلوچستان کے وزراء اعلیٰ کے درمیان شدید چپقلش اور محاذ آرائی انتہا کو پہنچ چکی ہے لیکن وزیراعظم بے بس ہے اگر اس کو صوبوں کے وزراء اعلیٰ کو معزول کرنے کا اختیار ہوتا تو وزیراعظم اپنے اس اختیار کا ضرور استعمال کر لیتا البتہ مرکزی اسمبلی کو صدر اور وزیراعظم کو معزول کرنے کا اختیار ضرور ہے اور اسی طرح صوبائی اسمبلیوں کو وزراء اعلیٰ کو معزول کرنے کا اختیار ہے اور یہی وجہ ہے کہ مرکزی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں کے اراکین کی خرید و فروخت ہو رہی ہے۔ تاکہ اس کے ذریعے وزیراعظم اور وزراء اعلیٰ کو ان کے عہدہ سے معزول کیا جاسکے۔ وجہ دوم پاکستان میں انتظامیہ دو قسم کی ہے ایک انتظامیہ وزیراعظم کے ماتحت اور دوسری وزراء اعلیٰ کے ماتحت، صوبوں کی انتظامیہ پر وزیراعظم کا کنٹرول نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ صوبوں کی انتظامیہ وفاقی اور مرکزی وزراء کو تنگ کرتی رہتی ہے اور وزیراعظم اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی تو معلوم ہوا کہ وزیراعظم کا ملک کے تمام لوگوں پر تصرف عام نہیں ہے تو ثابت ہوا کہ شرعی امام صرف صدر مملکت ہے نہ کہ وزیراعظم تو نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ عورت اور غیر قریش صرف صدر مملکت نہیں ہو سکتے وزیراعظم اور وزیر اعلیٰ ہو سکتے ہیں اور اس میں کوئی شرعی قہاحت نہیں ہے کیونکہ عورت اور غیر قریش صرف امامت کبریٰ کے اہل نہیں ہیں قضاء اور ملک کے کسی حصہ کے حاکم ہو سکتے ہیں اگرچہ عورت امامت منبریٰ کی بھی اہل نہیں ہے اور غیر قریشی اس کا اہل ہے یہاں تک بندہ نے

دلیل سے ثابت کیا ہے کہ جو سربراہ شریعت مطہرہ میں عورت اور غیر قریش نہیں ہو سکتا وہ صدر مملکت ہے نہ کہ وزیراعظم کیونکہ امام کی جو تعزینیں تعزینیں کی گئی ہیں وہ صدر مملکت پر صادق آتی ہیں اور وزیراعظم پر صادق نہیں آتی اب بندہ یہ ذکر کرتا ہے کہ اگر تسلیم کر لیا جائے کہ وزیراعظم پر بھی امام کی تعزینیں صادق آتی ہیں اور جس طرح عورت اور غیر قریشی، شرع شریف میں صدر مملکت نہیں ہو سکتے اسی طرح وزیراعظم بھی نہیں ہو سکتے تو یہاں ایک اور قہاحت لازم آئے گی اور وہ یہ کہ امر تو خمس اور اس سے زیادہ واضح ہے کہ صدر مملکت تو یقیناً سربراہ مملکت اور امام ہے جس کی قبل ازیں تعزینیں ذکر کی جا چکی ہیں اور اس کا انکار فری جہالت ہے اور اگر وزیراعظم بھی سربراہ مملکت تسلیم کر لیا جائے تو ایک چھوٹے سے ملک کے دو امام اور دو سربراہ مملکت ہو جائیں گے اور یہ شرع شریف میں ناجائز ہے اب بندہ اس پر دلائل پیش کرتا ہے۔ دلیل اول مسلم شریف میں ہے:

بروایۃ مشکوٰۃ عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما بولہ علیہما فقلتوا الآخر منہما (رواہ مسلم)

خلاصہ حدیث شریف یہ ہے کہ اگر دو خلیفہ کے ساتھ لوگ بیعت کریں تو پہلے کی اطاعت کرو اور دوسرے کے ساتھ لڑائی کرو حدیث شریف میں جو بیعت کا ذکر ہے اس سے مراد خلیفہ اور امام کا انتخاب ہے خواہ ہاتھ میں ہاتھ دے کر ہو یا زبان کے ساتھ یا کسی اور وجہ سے ہو اس حدیث شریف سے واضح ہو گیا کہ ایک زمانہ میں مسلمانوں کے دو خلیفہ اور امام نہیں ہو سکتے۔ اور اگر بالفرض دو امام ہوں تو دوسرے کے ساتھ مقابلہ اور لڑائی ضروری ہے۔ مسلم شریف کی اور حدیث شریف میں ہے:

عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من ہلکم امنًا فاعطاه مقلۃ یردہ وثمرۃ قبلہ قلہ طعہ ان استطاع فان جاء آخر ینذرعہ فاضربوا عنقه (رواہ مسلم)

خلاصہ حدیث شریف یہ ہے کہ جس آدمی نے ایک امام کے ساتھ بیعت کی اور اسے منتخب کیا اور دل سے اس کی امامت کو تسلیم کیا تو حتی الامکان اس امامت کی اطاعت کرے اور

اگر کوئی اور ملامت اور خلافت میں اس کے ساتھ جھگڑا کرے تو اس کی گردن اڑا دو۔

اس حدیث شریف سے بھی یہی معلوم ہوا کہ ایک ملک میں مسلمانوں کے دو امام اور سربراہ مملکت ہرگز نہیں ہو سکتے اور اگر ایسا ہو تو پہلے کی اطاعت لازم اور دوسرے کی گردن اڑانے کا حکم ہے۔ بخاری اور مسلم دونوں میں ایک اور حدیث بھی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے تعدد امام شرح شریف میں منسوخ ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ ہو۔

وعن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال کذبت بنو اسرائیل تسوہم الانبیاء کلہا ملک لہی خللہ لہی ہادی سیکون خلفاء فیکفرون قالوا فما تأمرنا قال فلیبغیہ الاول فالاول اعطوہم حاکمہم الحدیث متفق علیہ

خلاصہ ترجمہ حدیث شریف یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے انبیاء ان کی اصلاح کرتے تھے۔ جب ایک نبی کا وصال ہوتا تھا تو ایک اور نبی اس کا خلیفہ ہو جاتا اور میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا البتہ خلفاء کثرت سے ہوں گے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ ان خلفاء کے حقائق آپ کا کیا حکم ہے تو آپ نے فرمایا کہ خلیفۃ الاول کی اطاعت کرو اور اس کے وصال کے بعد پھر اول کی اطاعت کرو اور ان کو ان کا حق ادا کرو چونکہ بظاہر حدیث سے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ شاید خلفاء ایک زمانہ میں ہوں گے اور یہ شرما منع ہے اس لئے حاشیہ مشکوٰۃ میں اس دہم کو رفع کیا۔

قال الطیبی الفاء للعقب والکثیر ذکر حدیث شریف میں ہے اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ یہ خلفاء ایک زمانہ میں ہوں گے بلکہ مراد یہ ہے کہ یکے بعد دیگرے ہوں گے اور مختلف زمانوں میں لوگ ان کی بیعت کریں گے جب ایک فوت ہوگا تو دوسرا اس کا خلیفہ ہوگا۔

یہاں تک بندہ نے تین احادیث سے ثابت کیا کہ ایک چھوٹے ملک کے دو

نشاۃ ثانیہ

اسی موقع پر جمعیت العلماء پاکستان کا انتخاب ہوا اور مگر انقدر دینی و ملی خدمات کی بنا پر حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی کو صدر منتخب کیا گیا چونکہ (قومی) انتخابات میں وقت بہت کم تھا اس لئے قائدین جمعیت نے ملک بھر میں طوفانی دورے کئے اور جگہ جگہ سنی کانفرنسیں منعقد کی گئیں۔ حضرت خواجہ صاحب قبلہ نے پندرہ سال کے باوجود ہر جگہ بخش فیس شرکت کی اور اہل سنت کو منظم کرنے میں بے مثال کردار انجام دیا۔ انتخابات ہوئے تو جمعیت نے قومی اسمبلی کی سات نشستوں میں کامیابی حاصل کی، مختصر عرصے کی جدوجہد کے بعد اتنی نشستیں حاصل کر لینا جمعیت کی بہت بڑی کامیابی تھی قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی نے کراچی کے حلقہ نمبر ۷ سے پیپلز پارٹی کے نمائندہ کے مقابل نمایاں کامیابی حاصل کی اور قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ انتخاب کے بعد دارالعلوم حزب الاحناف لاہور میں جمعیت العلماء پاکستان کے مرکزی سطح کے اجلاس میں آپ کو جمعیت کے پارلیمانی گروپ کا قائد منتخب کیا گیا۔

۲۷، ۲۸ مئی ۱۹۷۳ء کو خانوالہ میں جمعیت کا تاریخی کنونشن منعقد ہوا۔ جس میں مولانا شاہ احمد نورانی رضی اللہ عنہ کو جمعیت کا مرکزی صدر اور مولانا عبدالستار خاں نیازی کو جنرل سیکرٹری منتخب کیا گیا۔ بلاشبہ یہ انتخاب بہت ہی مبارک ثابت ہوا۔

۱۹۷۰ء کے انتخابات یحییٰ خان کے دور اقتدار میں ہوئے، مشرقی پاکستان میں مجیب الرحمن اور مغربی پاکستان میں بھٹو کی جماعت نے اکثریتی پوزیشن حاصل کی، پھر جب مجیب کی اکثریتی پارٹی کو اقتدار سپرد کرنے میں لیت و لعل سے کام لیا گیا تو اندرونی اور بیرونی سازشوں کے نتیجے میں پاکستان دو لخت ہو گیا۔ جاتے ہوئے یحییٰ خان، زمام اقتدار مسٹر بھٹو کو دے گیا۔ حزب اختلاف پارٹیوں نے ”تختہ جمہوری عاذا“ قائم کیا تو اس میں مولانا شاہ احمد نورانی کی پوزیشن بہت ہی نمایاں تھیں جس کا اعزاز اس سے کیا جاسکتا

ہے کہ مسٹر بھٹو کے مقابلہ میں پاکستان کی وزارت عظمیٰ کے لئے ۵ اگست ۱۹۷۳ء کو متحدہ جمہوری محاذ نے حلقہ طور پر آپ کو ہی نمائندہ اور امیدوار منتخب کیا تھا۔

(محمد صادق، مولانا ابوداؤد: شاہ احمد نورانی، ایڈیشن چہارم صفحہ ۹۱)

قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی کی شخصیت حق گوئی اور بے باکی میں ضرب اہل کی حیثیت رکھتی ہے۔ ۱۹۵۸ء میں آپ روس کے دورہ پر گئے تو حکومت روس کا پروگرام یہ تھا کہ آپ لینن کی سادی پر پھول چڑھائیں، لیکن آپ نے صاف انکار کر دیا، بجٹی خان کو شراب نوشی پر جس طرح سر دیش کی اس پر بیگانے بھی مش مش کر اٹھے، شورش کاشمیری نے لکھا۔

یاد رہے یہ وہی مولانا نورانی ہیں جنہوں نے اس دور کے محمد شاہ رنگیلے (بجٹی خان) کو سے نوشی میں مستغرق دیکھ کر ڈانٹ دیا تھا اور گرج کر کہا تھا بجٹی! شراب نوشی بند کر دو ورنہ ہم جارہے ہیں۔

(ملت روزہ چین، ۲۶ مئی ۱۹۷۳ء، بحوالہ شاہ احمد نورانی، ابومولانا ابوداؤد محمد صادق صفحہ ۱۳۵)

۱۹۷۰ء کے انتخابات میں محیب الرحمن کی جماعت نے سب سے زیادہ نشستیں حاصل کیں دوسرا نمبر پیپلز پارٹی کا تھا، مولانا شاہ احمد نورانی نے بجٹی خان کو کھلے لفظوں میں کہا تھا کہ اسمبلی کا اجلاس بلا کر اکثریتی پارٹی کے سپرد کر دیجئے اور اگر اقتدار منتقل نہ کیا گیا تو ملک ٹوٹ جائے گا، اس وقت بعض لوگوں نے بہت چہ میگوئیاں کی تھیں مشرقی پاکستان کے باشندے جو پہلے ہی عرومیت کے شاک تھے ان کا احساس محرومی اور شدت اختیار کر گیا اور اکثریتی پارٹی کو اقتدار منتقل نہ کرنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ اندرونی اور بیرونی سازشیں ملک کو دو ٹوٹ کرنے میں کامیاب ہو گئیں، تب ہر شخص نے قائد اہلسنت کی بصیرت کا اعتراف کیا۔

بھٹو کے دور میں حزب اختلاف کے راہنماؤں کے انٹرویو نشر کئے گئے، مولانا شاہ احمد نورانی کے انٹرویو کی شان ہی نرالی تھی، زیدی ایسا شاطر وکیل بڑے نوکیلے سوالات

اٹھاتا لیکن جب قائد اہل سنت جواب دیتے تو وہ منہ دیکھتا رہ جاتا۔

۱۵ اپریل ۱۹۷۲ء کو قومی اسمبلی کے پہلے اجلاس میں عبوری آئین پر تقریر کرتے ہوئے قائد اہل سنت نے فرمایا: جو آئین ہمارے سامنے عمدہ فریم میں سما کر پیش کیا گیا اس میں اسلام کو قطعاً کوئی حلقہ حاصل نہیں ہے اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ پاکستان کا صدر مسلمان ہوگا، مگر مسلمان کی تعریف کوئی نہیں جانتا کہ کیا ہے ہر شخص مسلمان بننے کی کوشش کرتا ہے، اس ملک میں اسلام کے بدترین قسم کے دشمن موجود ہیں وہ مسلمان بن کر یہاں حکمران بن سکتے ہیں اور چار دروازے سے حکومت کرنے کے لئے وہ یہاں آسکتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کو آخری نبی نہ ماننے والا ہمارے نزدیک مسلمان نہیں ہے۔

اس پر کوثر نیازی نے کہا کہ مسلمان کی تعریف پر خود علماء آپس میں حلقہ نہیں ہیں اگر علماء مسلمان کی حلقہ تعریف پیش کر دیں تو ہم اسے منظور کرنے کے لئے تیار ہیں اس وقت اسمبلی میں موجود اہل سنت کے نامور عالم علامہ عبدالصمد اعظمی ازہری نے ہی اس چیلنج کو قبول کیا اور حلقہ تعریف پیش کر دی علماء اہل سنت کی تیار کردہ تعریف ہی آئین میں شامل کی گئی۔

یہ بھی قائد اہل سنت کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ مملکت کا مذہب اسلام قرار دیا گیا اور تسلیم کیا گیا کہ کتاب و سنت کے منافی کوئی قانون نہ بنایا جائے گا پہلے سے موجودہ قوانین کو قرآن و سنت کے مطابق ڈھالا جائے گا اور وہ آرٹیکل حذف کر دیا گیا جس میں اسلامی سوشلزم کو معیشت کی بنیاد قرار دیا گیا تھا۔ اسمبلی میں اپنی اکثریت کی بنا پر پیپلز پارٹی نے آئین تیار کر کے اسمبلی کے سامنے پیش کر دیا اس منظوری کے دوران مولانا شاہ احمد نورانی بے اعزاز مصروفیتوں کے باوجود ہر اجلاس میں پوری تیاری کے ساتھ شریک ہوتے رہے اور تمام دوسرے اجلاس اور دیگر ضروری امور پس پشت ڈال دیئے جبکہ مفتی محمود اور مولوی غلام غوث ہزاروی اور دیگر ارکان اسمبلی نے اپنے معمولات بدستور جاری رکھے۔ دستور کی تیاری کے دوران جمعیت العلماء پاکستان کے رجسٹراؤں کو مرکز اور سندھ میں وزارتوں اور سفارتوں کی پیش کش کی گئی

جسے انہوں نے اسلام اور جمہوریت کی خاطر ٹھکرا دیا قائدین جمعیت کی طرف سے آئین میں بے شمار ترامیم پیش کی گئیں جس میں سے اکثر کو پیپلز پارٹی نے اپنی اکثریت کی بنا پر قبول نہیں کیا، اسی طرح جب بھٹو نے بھگہ دیلج تسلیم کرنے کا فیصلہ کر لیا تو اہل سنت کے قائدین نے اسمبلی کے اندر اور باہر اس کی سخت مخالفت کی اور اسے آئین کی خلاف ورزی قرار دیا۔

تحریک نظام مصطفیٰ

بھٹو نے مارچ ۱۹۷۷ء کے انتخاب کا اعلان کیا تو جمعیت العلماء پاکستان کی کوششوں اور اس کے کوٹے کی سیٹوں کی قربانی سے ”قومی اتحاد“ قائم ہوا۔ ابتداً مقام مصطفیٰ کے تحفظ اور نظام مصطفیٰ کے نفاذ کا نعرہ صرف جمعیت ہی کا نعرہ تھا، بعد میں بے پناہ عوامی مقبولیت کی بنا پر بلا امتیاز تمام جماعتوں نے یہ نعرہ اپنایا اس مبارک نعرے کی برکت تھی کہ غلامان مصطفیٰ نے دیوانہ وار قومی اتحاد کی آواز پر لبیک کہی اور بڑی سے بڑی قربانی سے دریغ نہ کیا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ تحریک کے دوران سب سے زیادہ قربانیاں اہل سنت نے دیں، گرفتار ہونے والوں میں سب سے زیادہ تعداد اہل سنت ہی کی تھی، اس کا سبب بھی واضح ہے کہ جس جماعت کے نزدیک دین و دنیا کی سب سے عزیز ترین متاع حب مصطفیٰ ہو جس کے نزدیک محبوب خدا کی ادنیٰ گستاخی کفر ہو، جس کے نزدیک ناموس مصطفیٰ پر مرفنا حیات جاوید کی ضمانت ہو وہ بڑے سے بڑے خطرے کو درخور اہتمام نہیں سمجھتی، اس کے نزدیک نبی اکرم کے نام پر جان قربان کر دینا سب سے بڑا اعزاز اور ذریعہ نجات ہے۔

اکثر و بیشتر اہل سنت کے نوجوانوں نے جام شہادت نوش کیا، مولانا مفتی مختار احمد کھرقانی کا تمام جسم جلوس کی قیادت کرتے ہوئے گولیوں سے چھلنی ہو گیا، مولانا حافظ محمد عالم سیالکوٹی کی کلائی پر گولی لگی، حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد فیصل آبادی

کے صاحبزادگان، صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول اور صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم پر ایک جلوس کی قیادت کرتے ہوئے پولیس نے اتکا تشدد کیا کہ کئی لافطیاں ٹوٹ گئیں مگر انہوں نے اف تک نہ کی اور نہ اپنی جگہ سے ہٹے۔

جمعیت العلماء پاکستان کے بے شمار راہنما اور اراکین نے نہایت صبر و استقلال سے قید و بند کی صعوبتوں کو برداشت کیا، مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان یازی کو جیل میں سخت اذیتیں پہنچائی گئیں ایک مرتبہ ان پر قحطانہ حملہ بھی کرایا گیا، مگر دنیا جانتی ہے کہ نظام مصطفیٰ کے اس مجاہد جلیل کے عزم میں کوئی فرق نہیں آیا۔ ملتان میں مولانا حامد علی خاں کا اس قدر اثر و نفوذ تھا کہ اغیار نے بھی انہیں ملتان کا بے تاج بادشاہ تسلیم کیا جب پولیس انہیں گرفتار کر کے لے جانے لگی تو بے شمار جیلے مسلمان جپ کے آگے لیٹ گئے اور کہا کہ ہماری لاشوں پر سے گزر کر ہی تم مولانا کو لے جا سکو گے، مولانا حامد علی خاں نے پولیس سے کہا کہ اس وقت تم چلے جاؤ، میں خود آ کر گرفتاری دے دوں گا۔ گوجرانوالہ سے پانچ پانچ کی بجائے بیس بیس افراد نے یومیہ گرفتاری دی۔

راولپنڈی میں مولانا سید عبدالقادر شاہ گیلانی جلوس کی قیادت کر رہے تھے کہ فوج نے ایک جگہ روک کر آگے پٹی بچھا دیا اور کہا کہ جو شخص اسے کراس کرے گا اسے شوٹ کر دیا جائے گا شاہ صاحب نعرہ رسالت لگاتے ہوئے ایک کے بعد دوسری اور تیسری پٹی بھی کراس کر گئے۔ کراچی میں سید فوٹ محمد شاہ جیلانی نے بھی اسی جان فثاری کا مظاہرہ کیا، سرگودھا میں جب پیر محمد کرم شاہ الاذہری مدبر ضیائے حرم کو تحریک میں حصہ لینے کی بناء پر پھر انہ سال کے باوجود تین ماہ قید با مشقت کی سزا سنائی گئی تو انہوں نے مسکراتے ہوئے جج سے کہا بس اتنی سی سزا دینا تھی، میرا جرم تو اس سے کہیں زیادہ تھا۔

قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی چونکہ تحریک کی روح رواں تھے، اس لیے خاص طور پر حکومت کی نظر میں ٹھکتے تھے۔ چنانچہ انہیں وقفہ وقفہ سے متعدد مرتبہ گرفتار کیا گیا

اور کراچی، سکھر اور خیرپور جیل میں رکھا گیا اور آخر میں ماہ جون کی شدید گرمی میں گرمی خیرہ کی جیل میں رکھا گیا۔ گرمی خیرہ، بلوچستان کا وہ مقام ہے جہاں پاکستان میں سب سے زیادہ گرمی پڑتی ہے۔ پھر ستم یہ کہ انہیں جس کو فٹری میں بند کیا گیا اس پر جھٹ بھی مکمل نہ تھی نہ چٹھے کا انتظام تھا۔ سورج کے طلوع ہوتے ہی گرمی عروج کو پہنچ جاتی۔ قائد اہل سنت ایسے نفیس اور لطیف المزاج شخص کا اتنی سخت مصوبت برداشت کر جانا ثابت قدم رہنا اور کبھی حرف شکایت زبان پر نہ لانا اس بات کی دلیل ہے کہ ان پر نبی اکرم ﷺ کی خاص نظر مصابت ہے۔ انہی دنوں آپ کی والدہ ماجدہ کا ایک بیان اخبارات میں چمپا جس میں انہوں نے فرمایا:

”مجھے خوشی ہے کہ نورانی میاں کا عرصہ بلند ہے۔ اگر قوی زندگی کے اس نازک مرحلے پر وہ کسی قسم کی کمزوری کا مظاہرہ کرتے تو میں مرتے دم تک انہیں اور خود کو معاف نہیں کر پاتی۔“

یہ بیان جہاں لاکھوں فدایان مصطفیٰ ﷺ کو ایمانی کیف و سرور سے سرشار کر گیا، وہاں اسلاف کی یاد بھی تازہ کر گیا اور ہماری ماؤں، بہنوں اور ملت اسلامیہ کے تمام افراد کو منزل کا پتہ دے گیا۔

۸ اگست ۱۹۷۷ء کو اہل ایمان لاہور نے دیکھا کہ جب مولانا شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ انٹرنیٹ پورٹ سے تشریف لارہے تھے تو بھٹو کے استقبال کو آنے والے چند فنڈوں نے مال روڈ پر آپ کی کار کو روک کر فنڈہ گردی کا مظاہرہ کیا۔ ایک بد معاش نے اینٹ مار کر کار کا پچھلا شیشہ توڑ ڈالا۔ ایک ظالم نے اینٹ ماری جو آپ کے عمامہ پر لگتے ہی گر گئی۔ ایک شقی نے ڈھڑا مارا وہ بھی بے اثر رہا۔ اب فنڈے کمزری کے قریب پہنچ گئے تھے۔ مولانا نے ہاتھ باہر نکال کر انہیں پیچھے ہٹانا چاہا تو جھکے سے عمامہ باہر جا پڑا، جسے ظالموں نے تار تار کر دیا۔ ڈرائیور موقعہ ملتے ہی تیزی سے کار آگے بڑھا کر لے گیا۔

ہفت روزہ ”افریشیا“ نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

ان بد معاشوں نے پاکستان کے ایک نہایت ہی محترم رہنما مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی کی پگڑی پر ہاتھ ڈالا ہے۔ یہ ایسا واقعہ ہو گیا کہ لاہور والوں کے سر شرم سے جھک گئے اور دل دہل گئے۔ مولانا نورانی کے لیے پگڑی تو کیا خدا کی راہ میں سر بھی حاضر تھا۔

(محمد صادق، مولانا ابوداؤد شاہ احمد نورانی ص ۱۷۸)

قائد اہل سنت چونکہ کراچی میں رہتے ہیں، اس لیے کراچی اور حیدرآباد میں بے پناہ جوش و خروش پایا جاتا تھا مولانا شاہ فرید الحق، مولانا محمد حسن حقانی، علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری، مولانا محمد حسین سکھروی، مولانا محمد طفیل، مولانا محمد عبدالسبحان، مولانا محمد رمضان، مولانا منظور الحق، جناب ظہور الحسن بھوپالی، حاجی محمد حنیف طیب، صوفی ایاز خاں نیازی، سید غوث محمد شاہ جیلانی، جناب سید احمد یوسف ایڈووکیٹ، غلام عباس قادری، سید افسر علی شاہ، مولانا سید اقبال حسین شاہ (حیدرآباد)، مولانا یحیٰ یحیٰ قادری (نواب شاہ) اور اہل سنت کے دیگر راہنماؤں اور اراکین نے بے بہا قربانیاں دیں جنہیں فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

جامعہ نیچہ گرمی شاہ لاہور میں حضرت علامہ سید احمد سعید کاشمی کی صدارت میں ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں نظام مصطفیٰ کی تحریک کو مقدس جہاد اور اس میں شرکت کو ہر مسلمان کا فریضہ قرار دیا گیا۔ اس فتوے پر ۲۶ علماء کے دستخط تھے۔ ایسا ہی ایک فتویٰ دارالعلوم حزب الاحناف لاہور کی طرف سے شائع ہوا جس پر ۱۵ علماء کے دستخط تھے۔ (”ب“ شاہ احمد نورانی“ حصہ دوم سے ماخوذ)

نورانی پارس

تحریر: علامہ میر زادہ اقبال احمد فاروقی..... انتخاب: محمد راشد نظامی ایم اے عربی

مولانا نورانی پاکستانی سیاست دانوں میں پارس کی حیثیت رکھتے ہیں پارس ایک ایسا پتھر ہے جو کسی بھی دہات کو چھو جائے تو اسے سونا بنا دیتا ہے۔ اگرچہ پارس عطا اور ہمانا درالوجود ہیں۔ مگر آج تک ان کی اہمیت اور افادیت پر کسی نے شبہ نہیں کیا۔ صدیوں سے پارس کی افادیت اور کمال مسلمہ حقیقت رہا ہے ہر زمانہ میں اس کی اہمیت کو تسلیم کیا گیا ہے اور ہر قوم نے اس کے موثر ہونے کا اعتراف کیا ہے۔

پاکستان کی موجودہ سیاست کے انداز نے ہر رکن اسمبلی کو دولت امدوزی کی ہوس میں مبتلا کر دیا ہے۔ اراکین ذوالاحرام خواہ اسمبلی میں بیٹھے ہوں یا اپنی کار میں ان کا دماغ دولت کے حصول اور سونا بنانے میں مصروف رہتا ہے۔ اقتدار کی سرگرمیوں کے قریب بیٹھے والے اور حکمرانوں کے حاشیہ نشین بھی دولت سے ہاتھ رکھنے میں لگے ہوئے ہیں۔ پھر ان کے رشتہ دار یا رہا ہاش اور مداح سراغز انوں کے ڈیروں، بیگوں کی برانچوں اور زمینوں کے ترقیاتی اداروں کے ارد گرد منڈلاتے رہتے ہیں۔ اور اپنی اپنی بساط کے مطابق اپنا اپنا حصہ سیٹھتے رہتے ہیں۔ دوسری طرف اقتدار سے محروم حکومت سے دور سیاست داں، اگرچہ عوام مستر و راہنما ہیں انہیں حکومت کی ”سونا سازی“ کی صنعت پر غصہ آتا ہے لوٹ مار پر شور مچاتے ہیں تو ایمان حکومت میں خطرے کی گھنٹیاں بجتے لگتی ہیں ”دس فیصد والے“ پکاس فیصد والوں کو طعنے دیتے ہیں حالانکہ یہ دونوں کھوٹے سکے ہیں۔ ”پارس ٹریڈنگ“ کے رواج نے ہر ایک کو بکا و مال بنا دیا ہے۔ خواہ وہ اس منڈی کے راستہ سے ”خدمت خلق“ کے جذبہ سے ہی واپس آ رہا ہو۔ تاہم ”گھوڑوں کی مندی“ کے دلال ان لوگوں کا بھی بچھا کرتے رہتے ہیں جو اس ”تجارت“ میں ٹوٹ نہیں ہیں۔ اس

زراعتوزی اور دولت پرستی کے دور میں ”محیت علماء پاکستان“ کے صدر شاہ احمد نورانی اور ان کے رفقاء کار اللہ کی حفاظت میں ہیں۔ وہ اپنی غربت بے سرو سامانی پر ناز کرتے ہیں۔ ان کے بدترین دشمن بھی ان پر یہ الزام نہیں لگا سکتے کہ انہوں نے کبھی اصولوں پر سودا کیا ہو۔ پیسہ بنایا ہو، یا ”پارس ٹریڈنگ“ میں شرکت کی ہو۔ مولانا شاہ احمد ایک فقیر بے نوا کی حیثیت سے سیاسی سفر کر رہے ہیں۔ وہ کلمہ حق کہنے سے نہیں رکتے۔ حقیقت یہ ہے جرائم پیشہ لوگ خواہ کتنے ہی دولت مند ہوں کتنے بڑے بڑے محلات میں مقیم ہوں۔ کلمہ حق سے خائف رہتے ہیں۔ مولانا شاہ احمد نورانی کا ایک بیان اقتدار کے ستونوں کی کلی دن کی نیند حرام کر دیتا ہے۔

بچھلے دنوں مولانا شاہ احمد نورانی نے حکومت کے مخالف سیاست دانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کی کوشش کی تاکہ اس وقت کے حکمرانوں کے ہاتھوں عوام کی جو گت بن رہی ہے اسے روکا جاسکے۔ سارے مخالف رہنما تو قریب نہ آ سکے مگر سارے دینی رہنماؤں سے ملاقاتوں کا سلسلہ شروع کیا۔ لاہور آئے تو بچے پو آئی کے مولانا فضل الرحمن سے مختصر ملاقات کی اس ملاقات میں آپ نے نہایت محتاط الفاظ میں مل کر کام کرنے کا مشورہ دیا۔ بس اتنی سی بات تھی کہ اقتدار کی کرسیاں بٹنے لگیں اور وزیراعظم ”بذات شریف“ ”جنس نفیس“ مولانا فضل الرحمن صاحب کے گھر ڈیرہ اسماعیل خان جا پہنچے۔ کان میں کہنے مولانا اتنی بھی بے رخی کیا ہم تو آپ کے نیاز مندوں میں سے ہیں بھلا مولانا نورانی کیا دیں گے؟ ان سے ملاقات کی کیا ضرورت تھی آپ ہمیں ہی حکم کریں جو خدمت ہو پوری ہوگی۔ اللہ کی شان جس وزیراعظم کے پاس مولانا فضل الرحمن صاحب سے ملنے کا وقت سے وقت نہ تھا وہ خود ان کے گھر ایک دور دراز گاؤں جا پہنچے۔

میں نے جس کے دیکھنے کو زندگی برباد کی

میری قسمت دیکھئے وہ خود میرے گھر آ گئے

یہ حمایت خداوند مولانا نورانی کی ایک ملاقات کا نتیجہ تھی۔ مولانا فضل الرحمن کا اپنا طرف ہے کہ وہ سونا لیتے ہیں یا ”پارس“ کے پروگرام کا ساتھ دیتے ہیں۔

شاہ احمد نورانی اور مولانا عبدالستار خاں صاحب نیازی ایک عرصے تک ایک دوسرے سے کبیدہ خاطر تھے۔ علماء اہل سنت کی بڑی کوشش رہی ہے کہ یہ دونوں رہنما دوبارہ مل جل کر کام کریں۔ اور نظام مصطفیٰ ﷺ کی منزل کی طرف آگے بڑھیں عراق پر امریکہ اور اس کے پیادوں نے حملہ کیا تو مولانا نیازی نے امریکہ کی جارحیت کے خلاف بیان دیئے اور عراق کے عوام کے حق میں حمایت کا اعلان کیا تو وزارت سے نکال دیئے گئے۔ ایک عرصے تک وزیراعظم انہیں دوبارہ وزارت دینے میں نال مثل کرتے رہے مولانا نیازی اور ان کے رفقاء ایک عجیب قسم کے سیاسی طلبان کا شمار تھے وہ سوچتے تھے آخر مولانا نیازی نے کون سا اتنا بڑا جرم کر دیا ہے کہ لیلیٰ وزارت کو ایشیائی معشوق کا وعدہ بنا دیا گیا ہے۔ انہیں دنوں مانچسٹر (انگلینڈ) کے اہل سنت نے اپنی جامع مسجد کی تکمیل کے بعد افتتاح کا اعلان کیا۔ اس مسجد کا سنگ بنیاد رکھتے وقت مولانا شاہ احمد نورانی اور مولانا عبدالستار خان نیازی مانچسٹر پہنچے تھے۔ یہ لوگ چاہتے تھے کہ آج مسجد کی تعمیر مکمل ہوئی ہے تو یہ دونوں بزرگ اس افتتاحی تقریب میں بھی شرکت کریں۔ دونوں بزرگوں کو دعوت دی گئی دونوں ایک جگہ جمع ہوئے۔ دنیائے سنت کی آنکھیں اس اجلاس پر لگی ہوئی تھیں کہ دونوں سنی رہنما مل کر ایک ہو جائیں۔ مخفکری ملاقات ہوئی ابھی بات نہ ہونے پائی تھی کہ رات برطانیہ میں مقیم پاکستانی ہائی کمشنر کا فون آیا۔ نیازی صاحب آپ کو وزیراعظم پاکستان سے یاد فرما رہے ہیں۔ ان ملاقاتوں کو چھوڑیں اور آکر قلم دان وزارت سنبھال لیں۔ مولانا نیازی پاکستان پہنچے تو وزیراعظم نواز شریف نے بلا کر کہا ”مولانا آپ ہمارے بزرگ ہیں ہم آپ کے نیاز مند ہیں۔ اتنی ”بے نیازی“ بھی کیا۔ یہ لیس وزارت اور وزارت بھی امور مذہبیہ کی۔ نورانی (پاس) اپنا کام کر چکا تھا۔

بس اک نگاہ سے ہوتا ہے فیصلہ ”دل“ کا

دولت اندوزی کا زمانہ اور زر پرستی کا دور بڑا اندھیروں میں ڈھانپا ہوا ہوتا ہے لوٹ مار کرنے والے ان اندھیروں میں بڑے خوش ہیں اور خوش خوش خزانے بھرتے رہتے ہیں۔ مگر اللہ کا ایک قانون یہ ہے کہ ایسے دور میں اپنی محبت قائم رکھنے کے لئے بعض

افراد کو صبر اور سمت دیتا ہے۔ دولت کو جوئے کی لوک پر رکھیں اور عوام کو بتائیں کہ دولت کا کھیل وقتی اور ہنگامی ہے۔ مغربی اندھیرے چھٹیں گے۔ لوٹ مار کرنے والے لوگ آفتاب سیاست کی کرنوں کی تاب نہیں لائیں گے۔ ان روشنیوں میں نکلے ہو کر ایوان حکومت چھوڑ کر ایسے گناہ گروں میں جا گھسیں گے جہاں ان کے چہرے بچانے والا بھی کوئی نہ ہوگا اور تاریخ ان کے نام حرف غلط کی طرح منادے گی۔

مولانا شاہ احمد نورانی بیس سال سے سیاسی میدان میں ایک قد آور راہنما کی حیثیت سے کھڑے ہیں۔ لوٹنے والوں کو دیکھ دیکھ کر مسکرا دیتے ہیں۔ لیکن کبھی کبھی پاکستان کی عوام کو کہہ دیتے ہیں۔ ”اللہ والو! جاگے رہنا چوروں کی رکھوالی ہے جس صحرے سے کل کر سیاست میں آئے تھے اسی جگرے میں آج تک مقیم ہیں جس مسجد میں نماز تراویح میں قرآن سنایا کرتے تھے آج بھی اس مسجد میں قرآن سناتے ہیں۔ وہی مکان، وہی مسجد، وہی لباس، وہی عمامہ، وہی پٹا، وہی شب بیداری اور وہی آداب جس راہنما کو (خواہ مخالف ہی ہو) سے ملاقات کرتے ہیں اسے سونا بنا دیتے ہیں۔ حکومت اس راہنما کو مناتی ہے اس کی اہمیت کا اعتراف کرتی ہے جس سیاسی جماعت سے سیاسی اتحاد کے لئے قدم بڑھاتے ہیں حکومت اس سیاسی جماعت کو ”پیاری لگاؤ“ سے دیکھنے لگتی ہے۔ یہ مولانا نورانی کی کرامت سے یا پارس کا کرشمہ ہے۔

مولانا شاہ احمد نورانی نے ملک کی دینی قیادت کو ایک نیا رخ عطا کیا ہے وہ علمائے کرام جو جہرات کو روٹیوں، لوگوں کے چندوں، درود و سلام کی محفلوں پر زندگی بسر کرتے تھے شاہ احمد نورانی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں جمع ہوئے۔ سیاسی تربیت حاصل کی، سیاسی شعور پایا۔ ملتان اور رائے وٹہ میں اپنی اجتماعی قوت کا مظاہرہ کیا۔ اس نورانی پارس کی قربت کا ثمرہ ہے کہ ان علماء میں سے بعض کو سونے میں تولد گیا۔ کوئی حج بن گیا۔ کوئی مفتی بن گیا۔ کوئی جتھر مین بن گیا۔ کوئی شیخ الوقت بنا کوئی مرشد کامل بن گیا۔ جو اس کے اہل نہ تھے اور نہ ان بیان سے محروم تھے، ذکوۃ، انعامات، اور صدقات کے ڈھیروں پر جا کھڑے ہوئے۔ الحمد للہ آج مولانا نورانی کے تربیت یافتہ اور چاٹا رسائی لاکھوں روپوں کی ذکوۃ

انعامات، اعلیٰ مناصب کے مالک ہیں وہ جو شاعر، مکاروں میں رہتے ہیں اعلیٰ کاروں میں سفر کرتے ہیں ان مراعات یافتہ منصوبوں میں ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو مولانا نورانی کے احسانات کا اعتراف نہیں کرتا مگر حقیقت اپنی جگہ ہے کہ مولانا نورانی کی ایک لکار سے حکومت ان علماء کرام کو اپنے دربار کے قریب رکھنے کی ضرورت محسوس کرتی ہے آج علماء حضرات اپنے نورانی پارس کی قربت کی وجہ سے ”سوتا“ بن گئے ہیں۔ یہ قسم قسم کی دعاتیں کندن بن کر جھلک رہی ہیں۔ آج یہ علماء کرام زکوٰۃ، صدقات اور انعامات کی نعمتوں سے مالا مال ہیں۔ مگر مولانا نورانی کو اپنی مسجدوں، خانقاہوں اور جلوں میں بھی آنے کی اجازت نہیں دیتے۔

جن پتھروں کو ہم نے صفا کی تھیں دھڑکیں جب بولنے لگے تو ہمیں یہ برس پڑے مولانا نورانی کی ایک عادت ہے کہ جو شخص ازراہ عقیدت اپنے بیٹے یا بیٹی کو آپ سے پڑھواتے تو آپ کی مجلس میں جو کچھ ملے اس علاقہ کے عالم دین کو دے دیتے ہیں کہ یہ اس کا حق ہے کئی مجالس میں لوگوں نے یہ منظر دیکھا کہ آپ جو کچھ ملا مقامی عالم دین کو وہاں ہی دے دیا۔ چند سال پہلے امریکہ سے پاکستانی تاجر بیٹے کی شادی کے سلسلہ میں پاکستان آیا۔ وہ مولانا نورانی کا عقیدت مند تھا اس نے نہایت لجاجت سے اصرار کیا کہ نکاح آپ پڑھائیں گے۔ حضرت مان گئے۔ مجلس نکاح میں سینکڑوں لوگ موجود تھے آپ نے نکاح پڑھایا تو لڑکے کے والد نے حضرت مولانا نورانی کو ایک لاکھ روپے نذرانہ پیش کیا۔ علاقہ کے عالم دین جو اس وقت مولانا نورانی کے مرید تھے آج وہ حضرت مولانا نورانی کے خلاف برا بھلا کہنے کا وظیفہ کرتے ہیں (ہم ان مولانا کا نام ادباً نہیں لکھتے مجلس میں موجود تھے۔ ایک لاکھ روپیہ دیکھ کر لوگوں کو مولانا نورانی کی عادت کا خیال آیا آپ نے روپیہ اٹھایا اور ہاتھ بڑھا کر مولانا کو دے کر کہا مولانا! یہ آپ کا حق ہے یہ مولانا ایک عرصہ تک شاہ احمد نورانی کی فیاضی کے پیش نظر آپ کو ”ولی اللہ“ کہا کرتے تھے۔ مولانا شاہ احمد نورانی مجلس نکاح میں بھی علماء کے لئے پارس ہیں۔

آج ہم جس دور سے گزر رہے ہیں وہ دنیا پرستی، دولت اندوزی زرگری کا دور ہے۔ نہ ان چیزوں کو برا سمجھا جاتا ہے نہ ان معاملات پر عداوت محسوس ہوتی ہے بس جو ہاتھ بڑھالے جیسا اسی کی ہے۔ وزیرِ مشیر، امیرِ کبیر ”فقیر“ بن گئے ہیں۔ اور ملک کی دولت کے پیچھے دوڑ لگا رہے ہیں۔ خواہ ملک کے کپڑے تار تار ہو جائیں۔ وزیروں، مشیروں اور اسمبلی کے اراکین کا تو خیر اس ملک کی دولت کا حق ہے۔ بلکہ ”استحقاق“ ہے لیکن اب تو ان کے حاشیہ نشین بھی لاکھوں میں کھیل رہے ہیں۔ ملک کی دولت سمیٹنے کے لئے ایسے ایسے انداز اپنا لئے ہیں شیطان بھی انہیں اپنا استاد ماننے لگتا ہے۔ پٹاریوں اور کلروں کی ٹولیاں باہر نکل پڑی ہیں اور لوٹ کھسوٹ کے اس بازار میں کروڑوں روپوں کی کوٹھیاں اور پلازے بنائے جا رہے ہیں۔ حکمران بے چارے اپنی جدوجہد میں مصروف ہیں وہ کسی کی کیا خبر لیں گے وہ اور کسے پوچھیں کہ تیرے منہ میں کتنے دانت ہیں ایسے دور میں جن سیاست دانوں کا دامن ان الائنسوں سے پاک ہے وہ ”مرد مومن“ ہے اور ہی مستقبل کا تابندہ ستارہ ہے۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے ہر دور دیکھا۔ مارشل لاء کا دور، عوامی دور، ضیائی دور، بے نظیر کا دور اور آج کا اسلامی دور اب تو ماشاء اللہ نواز شریف کی ”نوازشوں“ اور شرافتوں نے ذروں کو ”آفتاب“ بنا دیا ہے۔ الحمد للہ قائد اہل سنت ان تمام ادوار سے گزرے نہ کبھی آنکھ میلی ہوئی نہ کبھی قدموں میں لغزش آئی۔

یہ عظمتیں ہیں مقدر کسی کسی کے لئے

مولانا کی غربت اور بے سروسامانی کے باوجود امر حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ مولانا جس سیاسی لیڈر یا سیاسی جماعت کی طرف قدم اٹھاتے ہیں یا مختصری ملاقات کر لیتے ہیں حکومت کے انعامات کا رخ ادھر پلٹ جاتا ہے۔

مولانا شاہ احمد نورانی پھر آف پکاڑا شریف کے احباب میں سے ہیں۔ مسلک روحانیت اور ہم خیال ہونے کی وجہ سے پھر صاحبِ پکارا شریف آپ کو اپنا چھوٹا بھائی کہتے ہیں۔ پھر پکارا نے کبھی کسی حکومتی سربراہ یا وزیر کو شمار قطار میں نہیں رکھا ہے کہ ہمارے

منحوس ستارے کے مستقبل کے بارے میں کسی کو نہ بتائیں۔ وہ لندن گئے تو ایک سندھی دوست نے پھر صاحب سے عرض کی ”حضور مولانا نورانی یہاں آئے ہوئے ہیں کیا ملاقات کا اہتمام کروں“ پھر آف پکارنے فرمایا ”بابا نورانی ہمارا بھائی ہے لیکن میں نے اب حکومت والوں کو ڈرانا چھوڑ دیا ہے۔“

اس وقت حکمرانوں کے پاؤں تلے زمین نہیں وہ ریت کے صحرا میں سفر کر رہے ہیں وہ فقیر صفت اور حق گورا ہنساؤں سے ہمیشہ خائف رہتے ہیں ہم ملک کی مختلف سیاسی پارٹیوں کا مشورہ دیں گے کہ وہ حکومت کے پیادوں سے تعلقات قائم کرنے کی بجائے شاہ احمد نورانی سے ایک دو ملاقات کرنے کا پروگرام بنائیں۔ ان شاء اللہ ان کے پیچھے کود بھاگتے ذریعہ اسماعیل خان کے ایک گاؤں اور مانچسٹر کی ایک مسجد تک چلے آئیں گے۔ ہم اپنے سنی علماء کرام اور مفتیان عظام سے بھی گزارش کریں گے کہ وہ اپنی زکوٰۃ اور انعامات بڑھانے کے لئے مولانا نورانی کو دعوت کا اعلان کر دیا کریں (دعوت دینے کی ضرورت نہیں مولانا کالے بکروں کا گوشت نہیں کھاتے) ان شاء اللہ ان کے مال و جان میں برکت آجائے گی اور دولت میں اضافہ ہوگا نورانی پارس ایسا رنگ دکھائے گا کہ علماء کرام ماڈل ٹاؤن کا طواف اور اسلام آباد کے پھیرے بھول جائیں گے۔

بعض علماء کرام شاہ احمد نورانی کو برا بھلا کہہ کر اپنے ”آقا یا ولی کی نعمت“ کا حق نمک ادا کرتے رہتے ہیں۔ مگر یہ اتنا فائدہ بخش کام نہیں اس سے تو صرف وفاداری شرط اشتواری کا یقین ہوتا ہے پھر مولانا اپنے خلاف گالیاں دینے والوں کو بھی برا بھلا نہیں کہتے اور نہ ان کی اہمیت کم ہونے دیتے ہیں۔

اپنے بھی خفا ہے مجھ سے بیگانے بھی ناخوش میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قد کالی کالی والے ﷺ

قائد اہل سنت امام انقلاب جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ اسلامی جمہوری محاذ کے صدر مبلغ اسلام حضرت علامہ شاہ احمد نورانی نے فرمایا ”دینی قوتوں کا مقابلہ امریکہ کے

نیو ورلڈ آرڈر سے ہے۔ امریکہ اپنے نام نہاد عالمی نظام کی مخالفت کرنے والی قوتوں کو کچل دینا چاہتا ہے جمعیت علماء پاکستان امریکی سامراج کی سازشوں کے خلاف ڈٹ کر مقابلہ کرتی رہے گی۔ نظام مصطفیٰ ﷺ کے سپاہی مایوس نہیں ہوا کرتے۔ ہمارا فیصلہ آخری اور اٹل ہے۔ پاک سرزمین کو کھلی والے کے پاکیزہ نظام کا گہوارہ بنائیں گے۔

۔ نئی کے عشق کا راستہ دکھا کے چھوڑیں گے

(روزنامہ ”جنگ“ کراچی ۱۵ اکتوبر ۱۹۷۵ء مولانا کراچی کے استقبال میں دلولہ انگیز خطاب)

دو ٹوک فیصلے

کراچی جمعیت علمائے پاکستان کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی نے ایک بار پھر اعلان کیا ہے کہ جمعیت توڑ پھوڑ کر ”ادھر“ یا ”ادھر“ جو لوگ سودے کرنا چاہتے ہیں وہ ان شاء اللہ اپنے مضموم عزائم میں کامیاب نہیں ہوں گے۔ وہ جمعہ کی شام صدر میں جمعیت علمائے پاکستان کراچی ڈویژن کے خادمین اور کارکنوں کے ایک اجتماع سے خطاب کر رہے تھے اس اجتماع سے مفتی جمیل احمد نعیمی، صوفی ایاز خان نیازی، مولانا صدیق ملتانی، مولانا محمد حسن حقانی، سید ارشاد علی اور پروفیسر شاہ فرید الحق نے بھی خطاب کیا۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا جمعیت کا ماضی گواہ ہے کہ جھکاؤ نہ کبھی ہینڈل پارٹی اور نہ ہی آئی جے آئی کی جانب رہا۔ گزشتہ عام انتخابات کا تجربہ کر لیا جائے تو بھی یہ بات سامنے آجائے گی انہوں نے کہا کہ جمعیت اگر ایم کیو ایم یا پی پی پی میں سے کسی ایک سے سمجھوتہ کر لیتی تو جمعیت کے صدر قومی اسمبلی حلقہ ۱۹ء سے منتخب ہو جاتے لیکن جمعیت کو سین پیاری نہیں نظام مصطفیٰ ﷺ پیارا تھا اس الیکشن میں ہی ہم نے اعلان کر دیا تھا کہ پی پی پی اور آئی جے آئی کو ملے کے دوزخ ہیں۔ یہ دونوں غلط ہیں صرف اور صرف نظام مصطفیٰ ہی صراطِ مستقیم ہے ہم ملک میں جمہوری عمل جاری رہنے کے حامی اور اگر یہ جاری نہ رہا اور چوتھا مارشل لاء گیا تو خطرہ ہے کہ اس سے کہیں اللہ نہ کرے سندھودیش بن جائے مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا کہ

عورت کی سربراہی کے بارے میں ان کے موقف پر مبنی ایک تفصیلی انٹرویو ۵ جنوری ۱۹۹۰ء کو جنگ میں شائع ہو چکا ہے جس میں یہ حدیث مہارکہ دہرائی گئی تھی کہ ”وہ قوم اصلاح نہیں پائے گی جو عورت کو حکمران بناتی ہے۔“ اور یہ بھی کہا تھا کہ علمائے کرام کے نزدیک عورت کی حکمرانی غیر شرعی ہے لیکن موجودہ حکومت شریعت کے تحت نہیں بلکہ دستور کے تحت چل رہی ہے انہوں نے کہا کہ جماعت اسلامی مارشل لاء کی بی ٹیم تھی لیکن ایسا وہ ہم سے بدلہ لینے کے لئے کہہ رہی ہے کہ جے یو پی پی پیٹلز پارٹی کی بی ٹیم بن گئی ہے انہوں نے لاہور حلقہ ۹۹ کے ضمنی انتخاب کے سلسلے میں مولانا عبدالستار خان نیازی سے ہونے والی میٹنگ کی تفصیلات سے بھی کارکنوں کو آگاہ کیا اور کہا کہ مولانا نیازی نے جمیعت کے امیدوار مولانا عبدالغفور الوری کو دستبردار کرنے کے لئے دس لاکھ روپے انتخابی اخراجات ۲۰۰ کینال مرکز کے لئے زمین اور سینٹ کی ایک نشست کا سودا کیا تھا انہوں نے کہا جمیعت کی شورٹی نے ۲۸ فروری کو اپنے اس اجلاس میں اس سمجھوتے کو مسترد کر دیا اور کہا کہ یہ سمجھوتہ جمیعت کے ماتھے پر کلنگ کا ایک ٹمک ہے انہوں نے کہا کہ اس سارے معاملے میں مولانا عبدالستار خان نیازی کی نہیں غلطی ہے بلکہ اس کی ماسٹر مینڈ جماعت اسلامی ہے اور ۱۱ برس تک جمیعت کو توڑنے کا کام جہزلیاء الحق نہ کر سکے لیکن یہ کام ان کے چاشین نواز شریف کر کے دکھا دیا انہوں نے اعلان کیا کہ جمیعت علمائے پاکستان کو نہ تو پیٹلز پارٹی کی جیب کی گھڑی بننے دیا جائے گا (اور نہ ہی آئی جے آئی کی دتی بننے دیا جائے گا انہوں نے کہا کہ مسلم قومیت پر غیر حوزہ یقین رکھتے ہیں ہم دہشت گرد، نسل پرست، بتیم سے کوئی سمجھوتہ نہیں کریں گے۔ انہوں نے انکشاف کیا کہ میں نے جمیعت کے رفقاء کو بہت پہلے بتا دیا تھا کہ صحت اس کی اجازت نہیں دیتی کہ باقاعدہ جمیعت کے صدر کی حیثیت سے مستقبل میں کاروں، اس لئے ۲۸ مئی ۱۹۹۰ء کو جمیعت کے ہونے والے انتخابات میں صدر نہیں بنوں گا اور اگر مجھے منتخب کیا گیا تو مستعفی ہو جاؤں گا انہوں نے کہا کہ اب نئی صورت حال سامنے آئی ہے اس میں اپنی استطاعت کے اعتبار سے فرض جہاؤں گا

جمیعت کے سینئر نائب صدر پروفیسر شاہ فرید الحق نے کہا کہ مولانا شاہ احمد نورانی کو راستے سے ہٹانے کے لئے ایک عرصے سے سازشیں ہو رہی تھیں انہوں نے کہا کہ مولانا نورانی کو غویٰ یہ ہے وہ منافقت سے کام نہیں لے سکتے جو دل میں ہے وہ زبان پر ہے وہ مال منفعت پر اصولوں کو قربان نہیں کر سکتے۔

قومیتوں کے غیر اسلامی تصور سے بیزاری

جمیعت علمائے پاکستان اور اسلامی جمہوریہ محاذ کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی نے ایک مرتبہ پھر اس بنیادی اسلامی حقیقت کی جانب اہل وطن کی توجہ مبذول کروائی ہے کہ اسلام میں قومیتوں کی کوئی معیشت نہیں۔ مولانا نے بالکل بجا فرمایا ہے کہ مسلمانوں کا مرکز اللہ کہ مکرمہ اور مدینہ منورہ ہے اس لئے انہیں کسی اور جانب نہیں بھٹکنے پھرنا چاہیئے۔ یہ بلاشبہ ایک قابل ستائش حقیقت ہے کہ دیگر علمائے کرام کی طرح مولانا نورانی نے بھی اسلامی اخوت و تشخص کے علم کو اپنے نامساعد حالات میں بھی سرگوں نہیں ہونے دیا جب اسلامی تعلیمات سے بے بہرہ اور معاشرتی امن و سلامتی کے تصور کو انتہائی بے دردی سے پامال کرنے والے بعض سیاست دانوں نے پورے صوبہ سندھ کو نفرتوں کے جہنم میں دھکیل کر شیطانی کھیل شروع کر رکھا تھا اور مرکزی و صوبائی حکومتوں تک کو نسلی و لسانی تعصب کے اس طفرے کو لٹکانے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ اب کدا کا شکر ہے کہ یہ شیطانی چکر بڑی حد تک دھیمپ چکا ہے لیکن اس کے باوجود بعض خود غرض اور کوتاہ اندیش سیاسی رہنما آج بھی سراسر خلاف اسلام انداز میں عوام کو مختلف قومیتوں میں بانٹ کر قومی اتحاد و محبت کو پارہ پارہ کر دینے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ ہم مانتے ہیں کہ جن کوتاہ نظروں کے دل و دماغ میں نسلی، لسانی اور علاقائی مصیبتیں گھر کر چکی ہیں انہیں ایک آدھ فصاحت آموز بیان سے راہ راست پر نہیں لایا جاسکتا۔ لیکن خدا اور اس کے رسول ﷺ کا فضا بہر حال یہی ہے کہ اس قسم کے باطل نظریات کی پورے عزم و اتحاد کے ساتھ ڈٹ کر مخالفت و مزاحمت کی جائے اور مسلمانوں کو حقیقی اسلامی اتحاد کے رنگ میں رنگنے کی

کوششیں پوری طاقت کے ساتھ جاری رکھی جائیں۔ ہمیں یقین ہے کہ اسلام کی حقانیت کو دل و جان سے قبول کرنے والے پاکستان کے غیور عوام قومیتوں کا پرچار کرنے والے خود غرض افراد کی جانب مائل ہونے کی بجائے خدا اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے راستہ پر چلتے رہیں گے اس لئے کہ خدا اور رسول ﷺ سے بڑھ کر نہ کوئی ہدایت دینے والا ہے اور نہ کوئی ہمارا ہمدرد ہو سکتا ہے۔

ایک حقیقت پسندانہ تجربہ

جمیعت علمائے پاکستان کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا ہے کہ اگر عوام نے انتخابات میں غلط لوگوں کو چنا تو پھر تباہی کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے ملکی سیاست کے تناظر میں بڑی حقیقت پسندانہ بات کہی ہے کیونکہ پاکستان کی پینتالیس سالہ تاریخ گواہ ہے کہ لوگوں نے ہالطوم سیاسی لیڈروں کی دلچسپ باتوں اور چرب زبانی سے متاثر ہو کر انہیں منتخب کر لیا جس کی وجہ سے ملک و قوم کو نت نئی آزمائشوں اور مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ہمارے ہاں آج لاقانونیت، بد امنی، اقربا پروری اور تشدد کا جو فحش رجحان پایا جاتا ہے اس کی بنیادی وجہ ایسے سیاسی رہنما ہیں جنہوں نے اقتدار کے حصول کے لئے سیاسی اور لسانی منافرت، فرقہ وارانہ اور صوبائی تعصب کو ہوا دی۔ بھائی کو بھائی سے لڑایا اور عام آدمی کو یہ دلچسپ اور سہانے خواب دکھائے کہ انہیں منتخب کرنے کی صورت میں وہ دودھ اور شہد کی نہریں بہا دیں گے لیکن اس کے باوجود انہیں منتخب کرنے کی بنیادی ذمہ داری عام آدمی پر عائد ہوتی ہے کیونکہ وہی رائے دہندہ ہے اس کے ووٹ کے بغیر ایسے غلط لوگ کامیاب نہیں ہو سکتے لہذا لوگوں پر یہ ہماری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ضمنی انتخابات میں اپنے ووٹ کا نہایت سوچ سمجھ کر استعمال کریں اور ووٹ کی طاقت سے ایسی قیادت کو سامنے لائیں جس میں حقیقی معنوں میں جمہوریت پسندی کے ساتھ ساتھ قانون کی صلاحیتیں بھی بدرجہ اتم موجود ہوں۔

اشاعت خاص
کردار نورانی زندہ



انعام مصطفیٰ ﷺ کے لئے اور مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کے لئے
قومی اسمبلی حلقہ 116 ملتان سے
جمیعت علماء پاکستان کے نامزد امیدوار
مولانا شاہ احمد نورانی
..... کی سیاسی خدمات

ایک انتخابی..... ”لیفٹ“..... جو آج ایک مثال ہے

علامہ شاہ احمد نورانی ریسرچ سنٹر پاکستان

زاویہ قادریہ سیدہ غوث اعظم شریعت (زرہاگاہ) سرگودھا روڈ جوہڑ آباد (41200)
0321/0300/0313-9429027 mahboobqadri787@gmail.com



الضُّالُّو السَّالِكُو عَلَيْنَا بِرَبِّهِمُ وَاللَّهُ

بے شک اللہ تعالیٰ کے دلوں کو طہیّتان نصیب ہوتا ہے آپ بھی طہیّتان عیب کے لیے ذکر الہی کی طرف رجوع کریں



ہفتہ وار محفل

بدھ نماز مغرب تا بعد نماز عشاء تک

اسی شریعت اور پختہ قیومہ میں محبوب ہو کر امام قمر اسحاق

پیر سیف الرحمن مبارک

پیراز چمی و خراسانی

مفتی محمد رفیع

حضرت پیر میاں محمد خفئی سیفی

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام صوفی غلام مرتضیٰ سیفی مدظلہ العالی

بمقام: آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ بادشاہی روڈ۔۔۔ گجرات

مکتبہ سیف

مدنی بازارہ بامقابل کاروان محمدیہ سیقیہ، مہجرات

0321-6202022, 0333-8484148, 0533-525831



مولانا شاہ احمد نورانی کے تبلیغی، رفاہی اور علمی کارناموں سے تو ہر خاص و عام واقف ہے آئیے سیاست کے اس ”درونا باب“ کی ان خدمات پر بھی نظر ڈالیں جنہوں نے ایک چھوٹے سے قلیف میں رہ کر محکموں میں رہنے والوں کو ہلا دینے والی سیاست کی۔ سیاست میں ان کا ”طرۃ امتیاز“ اصول پرستی رہا ہے۔ اس لئے قطب مدینہ شیخ العرب والعم حشرت مولانا ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ”نورانی نہ ٹھکے والا ہے اور نہ ہی بکنے والا ہے۔“

مولانا شاہ احمد نورانی نے اصولوں کی سیاست کو فوقیت دی اور سیاست کو عبادت سمجھ کر نظامِ معطلیؒ کے نفاذ کے حقیقی مقصد کے لئے کوشاں رہے ایک مفکر کا کہنا ہے جو حالات کے سامنے سٹ جاتے ہیں سمجھوتہ کر لیتے ہیں۔ وہ بہت چھوٹے ہوتے ہیں لیکن جو اس کے مد مقابل ڈٹ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ خمیر کا سودا نہیں کرتے بہت بلند ہوتے ہیں۔ مولانا شاہ احمد نورانی کا یہی طرزِ امتیاز ہے یہی ان کی حقانیت کی دلیل ہے اور یہی ان کی صداقت کی نشانی ہے اور انہیں اوصاف کے تحت ان کے جاں نثاروں کا نعرہ ہے۔ ”حق و صداقت کی نشانی، مولانا شاہ احمد نورانی۔“

اسمبلی کے باہر:

”مسلم قومیت“ کا سرچشمہ خانقاہیں ہی رہی ہیں کراچی اور حیدرآباد جب لسانی
مقتہ اور نسلی صحبت کی گرداب میں آن پڑا تو ”مسلم قومیت“ کی اس ویران وادی میں
مولانا شاہ احمد نورانی ہی نے ”مسلم قومیت“ کا نعرہ لگایا۔ نسلی، علاقائی اور لسانی سیلاب
کے اندر بڑے بڑے سیاسی جہاز ڈوب گئے لیکن نہ ڈوبی تو مولانا شاہ احمد نورانی کی نظام

مصطفیٰ ﷺ کی کشتی بڑے بڑے نام نہاد و جہانگیرہ صاحبان نے صحبت کی چمکت کو سلام کیا اس کا طواف کیا لیکن اصولوں پر ڈٹے رہے تو مولانا شاہ احمد نورانی عی کی آواز تھی ایک قوم کو مختلف ٹکڑوں میں تقسیم کرنے والوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی تو مولانا شاہ احمد نورانی نے ہی کی کراچی اور حیدرآباد جو جمعیت علماء پاکستان کا گڑھ تھا۔ جہاں سے مولانا منتخب ہو کر اسمبلی میں جاتے تھے۔ اسمبلی کی سیٹ کو ہٹا دیا لیکن ذریعہ اصول کا ڈھکا بجا دیا۔ اس صدائے حق کے بلند کرنے میں دہشت گردوں نے ان پر دوبارہ قاتلانہ حملہ کیا لیکن گولیوں کی بوچھاڑ میں بھی مولانا نظام مصطفیٰ ﷺ کے علم کو بلند رکھا اور فرمایا ”تمہاری گولیاں نظام مصطفیٰ ﷺ کا راستہ نہیں روک سکتیں۔“

اسمبلی کے اندر:

مولانا شاہ احمد نورانی ۱۹۷۰ء کے عام انتخابات میں جمعیت علماء پاکستان کی جانب سے قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ قومی اسمبلی میں آپ جمعیت کے پارلیمانی پارٹی کے قائد منتخب ہوئے اور ایک منجھے ہوئے پارلیمنٹریئن اور سیاست دان کی حیثیت سے لوہا منایا آئین پاکستان کی تدوین میں نمایاں کارنامہ انجام دیا۔ ان کی قومی اسمبلی میں کیا خدمات ہیں ممکن نہیں کہ چند اوراق میں ان کا احاطہ کیا جاسکے لیکن یاد دہانی کے طور پر پیش خدمت ہے۔

حق گوئی و بے باکی:

۲۲ مارچ ۱۹۷۱ء کو قصر صدارت ڈھاکہ میں جب مولانا شاہ احمد نورانی کی ملاقات اس وقت کے صدر یحییٰ خان سے ہوئی تو وہ عالم مدہوشی میں تھے۔ منہ سے سخت بدبو آ رہی تھی۔ بے لوثی کا شغل جاری تھا۔ یحییٰ نے نورانی میاں سے بات کرنی چاہی تو آپ نے فرمایا ملک سیاسی بحران میں مبتلا ہے اور آپ نے لوثی کی محفلوں میں رنگ رلیاں منا رہے ہیں۔ شراب کو ہٹائیے۔ مولانا کی گرجدار آواز پر یحییٰ نے فوراً بے لوث اور گلاس اٹھوا دیا۔ یحییٰ ہے مولانا کی ”حق گوئی و بے باکی“۔ (بحوالہ ”چٹان“ لاہور)

دورانہ پیشی اور بصیرت:

انفوس صد انفوس کہ ڈھاکہ میں مولانا شاہ احمد نورانی جنرل یحییٰ کو ملک کی صورت حال سے آگاہ کرتے رہے اور ملک کو ٹوٹنے سے بچانے کی کوشش کرتے رہے لیکن ڈکٹیٹر یحییٰ اپنی ہٹ دھرمی، بدکرداری، خام خیالی، عیاشی، غرور، انایت اور فسطائیت پر ڈٹا رہا۔ ڈھاکہ میں قومی اسمبلی کا اجلاس ملتوی کیا گیا۔ فوجی آپریشن ہوا کراچی انٹر پورٹ پر جب کہنہ مشق سیاست دانوں نے کہا۔ ”خدا کا شکر ہے ملک بچ گیا تو مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا ”ملک ٹوٹ گیا۔“ یہ ہے مولانا شاہ احمد نورانی کی دورانہ پیشی اور سیاسی بصیرت۔“

آئین میں مسلمان کی تعریف:

پٹیلز پارٹی بڑے زور و شور کے ساتھ سوشلزم کا نعرہ لے کر اٹھی تھی اور بہت بڑی تعداد میں اس کے اراکین اسمبلی میں پہنچے تھے۔ مولانا شاہ احمد نورانی کو قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانا تھا اور اس کے لئے ان کو آئین میں مسلمان کی تعریف شامل کروانی تھی۔ بڑی مہارت سے انہوں نے قادیانیوں کے خلاف پہلی ایٹم رکھی۔ اس وقت کسی کو گمان بھی نہیں ہوا ہوگا کہ یہ ”پانچ حرفی قریم“ پاکستان کی سیاست میں کایا پلٹ کر رکھ دے گی۔

مسودہ حلف

خواہ صدر مملکت ہو یا وزیراعظم یا قومی اسمبلی کے مسلم اراکین ہوں یا فوجی سربراہان، مولانا شاہ احمد نورانی کا تیار کردہ حلف نامہ ان کو اٹھانا پڑتا ہے۔ جس کے تحت وہ اس بات کا حلف اٹھاتے ہیں کہ وہ مسلمان ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ان کا ایمان ہے اب کوئی بھی کتنا بڑا سوشلسٹ یا سیکولر کیوں نہ ہو جوں ہی وہ اسمبلی میں داخل ہوتا ہے حلف اٹھانے کے بعد اسلام کا سہارا لینے پر مجبور ہے اس طرح مولانا شاہ احمد نورانی نے سوشلزم کے نقوش اور اس کے خدو خال کو ہمیشہ کے لئے دفن کر دیا۔

اسلام کو پاکستان کا سرکاری مذہب

مولانا شاہ احمد نورانی عی کی جموہ پر اسلام کو پاکستان کا سرکاری مذہب تسلیم کیا

گیا۔ اسلام کو سرکاری مذہب تسلیم کرنے کے بعد حکومت پاکستان پر یہ ذمہ داری عائد ہوگئی کہ وہ اسلام کے تحفظ کی ذمہ داری ہوگی۔ اس سے قبل پاکستان کے کسی دستور میں اسلام سرکاری مذہب نہ تھا مولانا نورانی کا یہ عظیم کارنامہ تھا۔

وزیرِ اعظم کا انتخاب

”تحفہ حزب اختلاف“ کو کسی ایسے شخص کی ضرورت تھی جو ذوالفقار علی بھٹو صاحب کے مقابلہ میں وزیرِ اعظم کا الیکشن لڑے۔ تحفہ حزب اختلاف کو اس شخص کی تلاش تھی جس میں یہ وصف ہو کہ وہ دھولے اور دھاندلی کے سامنے سینہ سپر ہو اور دباؤ پڑنے پر مقابلہ سے دستبردار نہ ہو۔ پوری تحفہ حزب اختلاف کی نظر مولانا شاہ احمد نورانی پر پڑی اور انہوں نے تحفہ طور پر اپنا امیدوار نامزد کر کے یہ اعتراف کیا کہ ملک میں مولانا شاہ احمد نورانی سے زیادہ قد آور سیاسی شخصیت موجود نہیں۔

قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانا

آئین میں مسلمان کی تعریف داخل کروانے کے بعد مولانا شاہ احمد نورانی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کے لئے آئین میں ترمیم کی تحریک پیش کی۔ عقیدہ ختم نبوت آئین کا حصہ بن گیا۔ اور ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ تحفہ قادیانیت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دفن ہو گیا۔ پاکستان کے آئین میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے بعد نہ صرف یہ کہ قادیانیوں کا اثر پاکستان میں دائل ہو گیا بلکہ بین الاقوامی سطح پر بھی مسلمان ان کے دھوکے سے واقف ہو گئے۔ یہ عظیم تحفہ قادیانیت جس کو ختم کرنے کی کوشش ایک صدی سے کی جا رہی تھی۔ مولانا شاہ احمد نورانی کے ہاتھوں اس کا خاتمہ ہوا۔

پارلیمنٹ ان کیمرہ

قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے میں مولانا شاہ احمد نورانی نے بڑی ذہانت اور تدبیر سے کام لیا۔ مرحوم ذوالفقار علی بھٹو کو قائل کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ مولانا

شاہ احمد نورانی قرارداد کو قومی اسمبلی میں پیش کرنا چاہتے تھے لیکن مرزا ناصر نے یہ کہہ کر مسئلہ کو مشکل بنا دیا کہ یہ سب ایک طرفہ کارروائی ہے۔ مولانا نورانی نے بھٹو کو مشورہ دیا کہ آپ مرزا ناصر کو بلا لیجئے وہ کہنے لگے مرزا ناصر کو اسمبلی میں کیسے بلایا جاسکتا ہے مولانا نورانی نے کہا کہ مرزا ناصر الدین کو کیمبرے میں بلایا جاسکتا ہے اور اسے ”پارلیمنٹ ان کیمرہ“ کہتے ہیں۔ مولانا شاہ احمد نورانی کی تجویز ہی پر مرزا ناصر کو بلایا گیا اور اس طرح پاکستان میں پہلی مرتبہ مولانا ہی کی تجویز پر ”پارلیمنٹ ان کیمرہ“ بلائی گئی۔

اسلام کا غلط استعمال

مولانا نے بڑی جرأت کے ساتھ اس بات کا اعلان کیا کہ اسلام کو ذہبِ داستان کے لئے ایک حسین قسم کی دستوری چمکنے میں سہانے کے لئے ہمیشہ استعمال کیا گیا ہے۔ لیکن عملی طور پر نافذ کرنے اور عمل کرانے کی کوشش نہیں کی گئی۔ اس طرح انہوں نے اسلامی کونسل کی بے بسی پر سخت تنقید کی اور کہا کہ اس کو غیر موثر ادارہ بنا کر رکھ دیا گیا ہے۔ جس کا کام صرف مشورہ دینا ہے وہ بھی جب اس سے مشورہ طلب کیا جائے اس طرح انہوں نے بھٹو کے تیار کردہ دستور کو سختی سے چیلنج کیا اور ایک ترمیم کے ذریعہ سات سال میں اسلامی قانون کے نفاذ کی دفعہ آئین میں شامل کرائی۔

بنیادی حقوق پر ڈاکہ

مسودہ دستور میں جہاں اسلامی دفعات سے انحراف کیا گیا تھا وہاں اس وقت کی حکمران جماعت نے ہر فرد کے بنیادی حقوق اور آزادی کے اقدار پر بہت بڑا ڈاکہ ڈالا۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور لوگوں کے حقوق بحال کروائے۔

عدلیہ کی آزادی پر حملہ

مولانا شاہ احمد نورانی نے پارلیمنٹ میں عدلیہ کی آزادی پر سخت موقف اختیار کیا اور تجویز پیش کی عدلیہ کو انتظامیہ سے بالکل علیحدہ رکھا جائے۔ جو منظور کی گئی اور عدلیہ کو

انتظامیہ سے ملحدہ کرنے کے لئے کام بھی شروع ہو گیا تھا۔

گڑھی خیر کی جیل:

مولانا شاہ احمد نورانی ہی کی کاوشوں اور سماجی بصیرت کا نتیجہ تھی کہ پاکستان قومی اتحاد معرض وجود میں آیا اور ملک میں ایک ایسی تحریک چلی کہ اس سے قبل اس کی نظیر نہیں ملتی۔ تحریک کا بنیادی مقصد نظام مصطفیٰ ﷺ کا نفاذ تھا۔ مولانا شاہ احمد نورانی کو پابند سلاسل کیا۔ قید تھائی میں رکھا سب سے زیادہ اذیت مولانا نورانی ہی کو پہنچائی۔

۳ جولائی کی شب پاک فوج کے جرنیلوں نے جب اقتدار پر قبضہ کر لیا تو مولانا شاہ احمد نورانی کو ایک بار پھر گرفتار کر لیا گیا۔

مارشل لاء کا خاتمہ اور بحالی جمہوریت کی جدوجہد

جنرل ضیاء الحق نے اقتدار پر قبضہ کرنے کے بعد ۱۹۷۳ء کے آئین میں تھوک کے ہماؤ تراہیم کر ڈالیں۔ غیر جماعتی بنیاد پر انتخابات کرائے۔ جمیعت علماء پاکستان کو ترفیعات بھی پیش کیں۔ لیکن مولانا شاہ احمد نورانی نے بھٹو اور ضیاء الحق کی عیش کردہ تمام ترفیعات کو ٹھکرا دیا۔ اور اصولوں پر ڈٹے رہے۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے مارشل لاء کی کھل کر مخالفت کی۔ اور وطن عزیز میں جمہوری عمل کو جاری و ساری رکھنے میں بھرپور کردار ادا کیا۔ جنرل ضیاء الحق نے اراکین اسمبلی کو احتسابی اخراجات کی پابندی سے مستحکم قرار دے کر ان کی بے ایمانی کو سند جواز مہیا کیا۔ آئین میں تراہیم کر کے پارلیمنٹ کو بے اختیار بنا دیا اراکین کی رکنیت کا انحصار ضیاء الحق کی خوشنودی پر تھا۔ پارلیمنٹ مجبور محض تھی۔ مولانا شاہ احمد نورانی کی نگاہ میں ایسے اراکین ”مجبور روزگار“ تھے مولانا شاہ احمد نورانی نے ضیاء الحق کے غیر جماعتی انتخاب کا بائیکاٹ کیا ان کا موقف تھا کہ اس انتخاب سے قومی وحدت پارہ پارہ ہو جائے گی اور قوم برادری اور مکریوں میں بٹ جائے گی۔ لوگ بے خمیر ہو جائیں گے لوگوں کو سیاسی رشوت دی جائے گی قوم ایک ایسے بحران سے دوچار ہو جائے گی۔ جہاں سے اس کی واپسی ناممکن ہوگی۔ مولانا نورانی کی پیشین گوئیاں لفظ بہ لفظ

درست ثابت ہوئیں۔ آج جو قوم کا شیرازہ بکھرا ہوا ہے جو ہارس ٹریڈنگ ہو رہی ہے اس کی داغ بیل ضیاء الحق نے ہی ڈالی تھی مولانا نورانی نے اس کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

مولانا شاہ احمد نورانی نے ضیاء الحق سے اس لئے بھی اختلاف کیا اور صدائے حق بلند کی کہ ضیاء الحق نے ہوس اقتدار کے نشہ میں ملک میں جمہوری عمل کو بے تحاشا نقصان پہنچایا اور اپنے اقتدار کو طول دینے کے لئے قومی بندھن کے تار پود کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔

خارجہ پالیسی: پاکستان کا محکمہ خارجہ ایک سفید ہاتھی ہے

مولانا شاہ احمد نورانی کا پاکستان کی خارجہ پالیسی میں موقف یہ ہے کہ پاکستان کو اسلامی ممالک میں ایک حاشی کردار ادا کرنا چاہیئے۔ افغانستان کے سلسلہ میں انہوں نے ہمیشہ کہا ہے کہ افغانستان ہمارا پڑوسی ملک ہی نہیں بلکہ ایک اسلامی ملک بھی ہے جن سے ہمارا خون رشتہ بھی ہے۔ مولانا شاہ احمد نورانی کا کہنا ہے کہ برادر اسلامی ممالک کو اپنے دفاع اور عالم اسلام کے دفاع کے سلسلے میں مشترکہ تدابیر اختیار کرنی چاہیئے مولانا نورانی کے مطابق پاکستان کا محکمہ خارجہ ایک سفید ہاتھی ہے۔ اور قومی خزانہ پر بوجھ ہے۔

افغانستان کے سلسلہ میں مولانا کا ہمیشہ یہ موقف رہا ہے کہ افغانستان سے براہ راست بات کرنی چاہیئے لیکن امریکہ کے حاشیہ برداروں نے ان کی ایک نہ سنی لیکن جب امریکہ اور روس نے افغانستان سے براہ راست بات چیت کرنے پر آمادگی ظاہر کی تو وزارت خارجہ پاکستان بھی آمادہ ہو گئی۔ کاش مولانا شاہ احمد نورانی کی باتوں پر شروع ہی میں عمل کر لیا جاتا تو یہ خون خرابہ نہ ہوتا۔ مولانا شاہ احمد نورانی کا غلطی بحران پر یہ مشورہ ہے کہ بجائے پاکستان ایک پارٹی بنے اس کو حاشی کردار ادا کرنا چاہیئے۔

ایران عراق جنگ بندی میں اہم کردار

ایران عراق کی جنگ ختم کرانے میں مولانا شاہ احمد نورانی نے عظیم کردار ادا کیا انہوں نے ایران عراق کی جنگ بندی کے لئے ایشیاء کی نمائندگی کی اور اقوام متحدہ کے

نیکر فنی جزل سے مل کر جنگ کے خاتمہ کے لئے اہم کردار ادا کیا مولانا شاہ احمد نورانی کی ملاقات کے تھوڑے ہی دنوں بعد جنگ بندی ہوگئی۔ انہیں کی کوششوں سے جنگی قیدیوں کا تبادلہ عمل میں آیا۔

معاشی تجاویز

مولانا شاہ احمد نورانی نے قوم کو معاشی بحران سے نکالنے کیلئے ہمیشہ ٹھوس تجاویز پیش کی ہیں۔ ان کی نظر میں سب سے اہم مسائل مہنگائی و بیروزگاری ہیں۔ مہنگائی اور بے روزگاری کی ذمہ دار بدعنوان اور رشوت خود انتظامیہ ہے ملک کو معاشی بحران کے چنگل سے نکالنے کے لئے مولانا شاہ احمد نورانی نے ہمیشہ یہ موقف اختیار کیا ہے کہ پاکستان کو ”خود کفیل“ ہونا چاہیئے۔ قرضوں کی بھیک سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہیئے۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے بیروزگاروں کے لئے بیروزگاری الاؤنس دینے کی تجویز پیش کی ہے اور بیت المال قائم کرنے کا مشورہ دیا ہے ملک سے مہنگائی ختم کرنے کے لئے مولانا شاہ احمد نورانی نے انتظامی اور غیر انتظامی اخراجات کو کم کرنے کا طریقہ کار پیش کیا ہے۔ اس کے علاوہ کارپوریشنوں کو ختم کر کے ۱۵ ارب روپیہ بچایا جاسکتا ہے۔ جو غریب اور مفلس عوام پر خرچ کر کے ان کو افادہ کشی سے بچایا جاسکتا ہے۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے ہمیشہ برسرِ اقتدار طبقہ کی شاہ فرجیوں سے کی مکمل کڑمت کی ہے معاشی بحران کو ختم کرنے کے لئے مولانا شاہ احمد نورانی کا موقف ہے کہ پورے ملک میں صنعتوں کا جال بچھا دیا جائے اس کے علاوہ دفاعی پیداوار میں بھی ملک میں خود کفیل ہونا کہ ”ناگے تاکے“ کے اسلحہ سے جان چھوٹ جائے۔ نورانی میاں اس موقف پر سختی سے ڈٹے ہوئے ہیں کہ پاکستان کو ایٹم بم بنانا چاہیئے تاکہ ملک پر کوئی دشمن بُری نگاہ نہ ڈال سکے۔

مولانا کی قد آور شخصیت اور ان کی فکری صلاحیت کو مکمل طور پر پیش کرنے کے لئے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔ پھر بھی کوشش کی گئی ہے کہ ان کے سیاسی اور معاشی افکار کو قارئین کے سامنے پیش کر کے پاکستان کے اس ”عوام دوست“ کا کردار عوام کے سامنے پیش کیا جاسکے تاکہ ان کو فیصلہ کرنے میں اور رائے دینے میں کوئی دقت نہ ہو۔

اشاعت خاص
کردارِ نورانی زندہ ہے

انوارِ رضا
سہ ماہی

المیۃ انقلاب
گفتگو

چودھری حمایت علی

ترتیب و تدوین
کنوراختر حسین

مکتبہ انوارِ رضا، کراچی
ایڈیشن: صلیب اسلام

المیۃ انقلاب

گفتگو

چودھری حمایت علی

ترتیب و تدوین

کنوراختر حسین

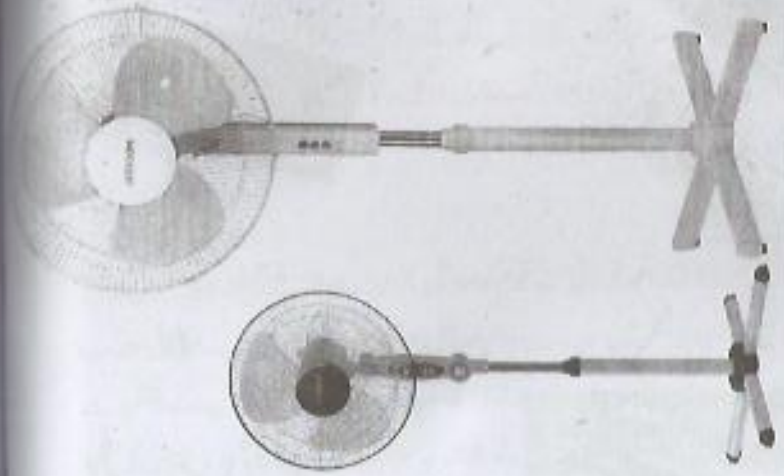
علامہ شاہ احمد نورانی ریسرچ سنٹر پاکستان

زاویہ قادریہ سیدنا طوٹ اعظم ستریت (نور چاکی نمبر ۱) سرگودھا روڈ جوہ آباد (41200)
0321/0300/0313-9429027 mahboobqadri787@gmail.com



ہر اچھی تنظیم کو اپنے اغراض و مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے ایک عرصہ کا تعین کرنے کے بعد اپنے مقاصد کے حصول کے بارے میں غور و فکر کرنا چاہئے کہ آیا ہم نے اپنے عرصہ میں اپنی منزل کے حصول کے لئے کتنا سفر کیا ہے؟ منزل کے حصول کے لئے اب مزید کتنا عرصہ درکار ہوگا؟ ماضی کو سامنے رکھتے ہوئے حال کے فیصلے کئے جاتے ہیں تاکہ مستقبل میں قوم کا ان کے ہاتھوں کوئی اجتماعی نقصان نہ ہو جائے۔

انجمن طلباء اسلام عرصہ ۲۲ سال سے انقلاب نظام مصطفیٰ ﷺ کے لئے تعلیمی اداروں میں نوجوانوں کے اذہان تیار کر رہی ہے تاکہ ملک پاکستان (جو طویل عرصہ ہمارے اسلاف کی قربانیوں کے ثمرہ کے طور پر ہمیں ورثہ میں ملا ہے) میں نظام مصطفیٰ ﷺ کی عملی تفسیر پیش کی جاسکے۔ جس سے شہداء کی روحوں کو مزید سکون ہو۔ ملت اسلامیہ کی بیداری کے لئے اسلام کا عملی نمونہ پیش کیا جائے۔ پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد یہاں مخالفین پاکستان (تحریک پاکستان کے مخالف) اسلام دشمن عناصر مختلف روپ دھارنے کے بعد ملک گیر سطح پر، ہر شعبہ میں متحرک ہو گئے۔ جس سے ملک انقلاب نظام مصطفیٰ ﷺ کی صحیح سمت میں گامزن نہ ہو سکا۔ لیکن ملک کے اندر گاہے بگاہے غیر مسلم لابیوں اور ان کے کارندوں کے جواب دینے کے لئے علماء حق نے مذہبی تشویش کو مسخ نہ ہونے دیا۔ فتنہ قادیانیت ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور سازش جو اسلام کے خلاف ہو بلکہ ہر باطل قوت کو پاش پاش کرنے میں علماء حق پیش پیش رہے اس طرح ان کے تمام حملوں، سازشوں کو ناکام بنایا جاتا رہا۔



انکم کے بھون
M. K. FAN



ہزاروں کارکنانِ دشمن اور پابند سلاسل رہے۔ بالآخر ملک میں اور ایک مارشل لاء لگ گیا۔ اس تحریک نے بین الاقوامی سطح پر یہ چیز ہر ذہن میں باور کرا دی کہ پاکستان کے شہری نظامِ مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے علاوہ اور کوئی قانون اس ملک میں نہیں چلے دیں گے۔ مارشل لاء کی چھتریِ عظمتِ مصطفیٰ ﷺ کے مخالفوں کو بہت ہی راس آتی ہے لہذا انہوں نے تو آمرانہ نظام کی حمایت کرنا شروع کر دی۔ ادھر انقلاب کی قربانوں پر نظر رکھے ہوئے علماء حق میں سے علامہ شاہ احمد نورانی، مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی، علامہ سید احمد سعید کاشمی، مولانا حامد علی خان صاحبانِ عظیم شخصیات نے ایک فکر ہو کر مارشل لاء کے قاصبانہ نظام کی ڈٹ کر مخالفت کی۔

عوام میں عظمتِ مصطفیٰ ﷺ اور اسلامی تشخص کو اجاگر کرنے کے لئے ملتان میں سنی کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ ملک کے ہر کونے سے اس کانفرنس میں عوام الناس نے شرکت کی لاکھوں کی تعداد میں کارکنان نے مدینۃ الاولیاء ملتان شریف میں اکٹھے ہو کر تحریک پاکستان کے اجتماعات سنی کانفرنس بنارس دیگر اجتماعات کی یاد تازہ کر دی۔ انجمنِ طلباء اسلام کے نوجوانوں نے بزرگوں کے شانہ بشانہ کام کر کے کانفرنس کامیاب کروائی بلکہ نوجوانوں کے ساتھ مشورہ سے بزرگوں نے ہر کام کو آخری شکل دی۔

اس کے بعد میلادِ مصطفیٰ ﷺ کانفرنس رائے دہ (مصطفیٰ آباد) میں انعقاد پذیر ہوئی۔ اس کانفرنس کے روحانی کیف کے بارے میں اس وقت کے مندوبین آج بھی بڑی محبت و الفت سے یاد تازہ کرتے ہیں۔ اس پروگرام میں مجاہد ملت عبدالستار خان نیازی اور قائدِ اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی نے آپس میں ہاؤ ملائے اور کھڑے ہو کر سٹیج کے تینوں جانب اکٹھے گھومے اور لوگوں کے نعروں، جوش و جذبہ کا ہاتھ ہلا ہلا کر جواب دیتے رہے کسی شخصیت کے لئے فقید المثال عوامی جذبہ و جوش تھا شرکاء ملتے ہیں کہ قاضیین کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے۔ اب ذرا ہر کوئی غیر جانبدار نظر سے دیکھے کہ ملتان شریف اور رائے دہ (مصطفیٰ آباد) کے اجتماعات کے بعد ہاشور ہر شہری کا سینہ کتنا کشادہ ہوگا۔ اجتماعات میں شریک لاکھوں تمام افراد اپنے اپنے علاقہ میں واپسی پر ان پروگراموں کا

کس کس محبت اور جذبے سے ہر شہری کے سامنے رکھے ہوں گے۔ ان پروگراموں کے اوّل تا آخر کارکنانِ انجمنِ طلباء اسلام نے پورے ذوقِ شوق سے کام کرنے کو سعادت سمجھا دونوں روحانی و دینی اجتماعات مارشل لاء دور میں ہوئے انجمنِ طلباء اسلام کے مرکزی رہنماؤں سے لے کر کارکنان تک سب نے اس میں دل جمعی سے کام کیا۔ بلکہ ملتان شریف کی کانفرنس میں ربیعِ ہادی پر نظر رکھتے ہوئے وقت اور مفادات کا تقاضا پرکھتے ہوئے نوجوانوں کے جذبات سمجھتے ہوئے برادرِ حاجی محمد حنیف طیب صاحب (اس وقت صوبہ سندھ بے یو پی کے جنرل سیکرٹری تھے) نے ارشاد فرمایا کہ جس سنی بھائی نے اپنی سیاسی زندگی گزارنی ہو وہ جمعیتِ علماء پاکستان میں شمولیت اختیار کرے۔ جس نے صرف مذہبی زندگی گزارنی ہو وہ جماعتِ اہل سنت میں شامل ہو جائے۔ جو طالب علم ہے وہ انجمنِ طلباء اسلام میں شامل ہو جائے۔ یہ تین نکاتی فارمولا اہل سنت کے لئے آج بھی شانی اور کافی ہے۔ (انہوں نے خود حاجی موصوف اس خود وہندہ فارمولے کے ساحل امن سے نکل مفاد و اجتہاد کی بے رحم موجوں میں ڈبکیاں کھا رہے ہیں) انجمنِ طلباء اسلام کے اس وقت کے مرکزی صدر نے کسی طرح بھی اس فارمولے کی مذمت نہ کی۔ کارکنان کی سطح پر بھی غیر سیاسی یا آزادانہ پالیسی کے بارے میں کوئی واضح لائحہ عمل سامنے نہ آیا۔ برادرانِ ہم نے ۲ ستمبر ۱۹۸۷ء کو جو عزمِ انقلاب کا نعرہ لگایا تھا وہ صرف پہلے خوشگوار تعلقات کو بحال کرنا مقصود ہے۔ ملتِ اسلامیہ کے ہر فرد کو تین نکاتی فارمولا کے ذریعے ہی نشتی کیا جا رہا تھا۔ بلکہ خاص و عام کے سامنے بڑا اجتماع عام میں ماضی کے خوشگوار تعلقات کو مستقبل کے لئے بتایا جا رہا ہے۔ آخر ان پروگراموں کی کامیابی کا راز نوجوان اور بزرگوں کی ہم آہنگی تھا۔ اس کے بعد عوام الناس میں سے بھی افراد اپنے اسلامی تشخص کو بڑے فخریہ اہماک میں کھل کر پیش کرتے تھے غریب و امیر میں بھائی چارے کی نغما سے اسلامی تشخص کا احساس پیدا ہو جانا یقیناً اسلام دشمن عناصر کے لئے موت کا پیغام تھا۔

پھر کل طبقہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد میں نظریاتی یکاگرت، بڑی انقلابی صورت تھی۔ نسل نو میں سے انجمنِ طلباء اسلام کے کارکنان کے حوصلے یقیناً بڑے

بلند ہو گئے۔ انہیں محنت و مشقت سے کام کرنے میں محسن محسوس نہ ہوتی تھی جس نوجوان کے کردار کو مسخ کرنے کے لئے غیر مسلم لابیوں نے بیش بہا حربے استعمال کئے وہ نوجوان انہیں مینارہ نور کی حیثیت سے مستقبل میں ابھرتا نظر آ رہا تھا۔ وہ نوجوان جس کے سینہ سے عشق مصطفیٰ ﷺ شمع کرنے کے بارے میں ہر وقت پریشان رہتے تھے وہ نوجوان ماضی کے ساتھ ساتھ زمانے حال کے اپنے بزرگوں کے بارے میں کسی قسم کی گستاخی سننے کے لئے تیار نہ تھا۔ صدیوں سے یہود و نصاریٰ کی پالیسی پھر سے خاک میں ملتی نظر آ رہی ہے۔ اب پھر سے ان اسلام دشمن لابیوں کی مکارانہ چالیں چلنا شروع ہوئیں۔ انہوں نے اپنے خاص انداز فکر سے ہر ایک کے سینے میں خود غرضی کا بیج بونا شروع کر دیا کہ یہ پروگرام تو آپ دوستوں کی وجہ سے کامیاب ہوئے۔ اس کے علاوہ بزرگ سچ پہ بیٹھنے کے علاوہ کیا کام کرتے تھے۔ ہر ایک کو اس کی حیثیت کے مطابق جھانسنے دینے کی کوشش کی گئی۔ شیطانی سوچ نے ہر سینہ میں جوش مارا بعض نے تو اپنی قوت ارادی سے اس پہ قابو پایا۔ مگر بعض نے کہنا شروع کر دیا کہ میں پروگرام میں محنت نہ کرتا تو پروگرام نہیں ہو سکتا تھا حتیٰ کہ افراد نے مرکزیت سے کشا شروع کر دیا ان باتوں کو سمجھنے کے لئے ہمارے کے اعتراضات کتاب کا مطالعہ کیجئے جس نے عربوں کی ایک ہی اسلامی مملکت کو پہلے عربی ازم اور عجم کے چکر میں ڈال کر کمزور کیا بعد میں انہیں علاقائی صہیت میں ڈال دیا۔ جس کا نتیجہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے ملکوں میں غی ہوئی اسلامی ریاستیں سوائے غیر مسلم لابیوں کی کارسہ لپسی کے اور کیا کر رہی ہیں۔ آخر اتنی بڑی اسلامی مملکت کو سیدھا انگریز نے اپنے روپ میں آکر نشانہ بنا کر اسلامی مرکز کو پارہ پارہ ہی نہیں کیا بلکہ مسلمانوں کے اندر ہی سے نام نہاد حالات کے مطابق تقوٰی کا لبادہ اوڑھے، کم ہمت، پست حوصلہ، خود عرض لوگوں کی ٹیم پر محنت کی انہوں نے حیلوں، بہانوں سے مرکز کو کمزور کر دیا۔

پاکستان میں بھی ملتان اور رائے وٹ (مصطفیٰ آباد) کے اجتماعات کے بعد فیصل آباد (لال پور) میں بھی اسلامی تشخص کے حوالہ سے پروگرام کامیاب ہو جاتا تو یقیناً صورت حال مختلف ہوتی مگر جیسے میں نے پہلے عرض کیا کہ اس سارے کام کو ایسوں ہی کے

روپ میں اسلام دشمن عناصر نے تباہ کر دیا۔ اب فیصلہ قارئین کو یہ کرنا ہے کہ یہ تینوں پروگرام کامیاب ہو جاتے پھر اسلامی تشخص، عرب، امیر کے ساتھ طلباء اور مزدور، کسان، صنعت کار، ذراعت پیشہ، شہری اور دیہاتی میں یکساں نظریاتی آئینگ ابھرتی۔ کیا پھر بھی ہمیں امریکہ، روس کی جانب انقلاب کے لئے سہارے کی ضرورت ہوتی؟

یقیناً امریکہ اور روس کے ہم مرہون مفت نہ رہتے۔ بلکہ جس مقاصد کو ہم پیورو کر رہی کہتے ہیں میرے خیال کے مطابق ان میں سے بھی بعض کے دل مجاہد مصطفیٰ ﷺ سے روشن ہو چکے ہوتے وہ بھی انقلاب کے لئے ایک بہانے کی تلاش میں ہوتے اگر تینوں پروگراموں کی کامیابی کے بعد اسلامی تشخص کو تمام شعبہ ہائے زندگی کے افراد پر نظر دوڑا کر دیکھیں تو صورت حال یہ سامنے آتی ہے کامیابی کی اس صورت میں قائدین عوام کو سیدھا اسلام آباد کی جانب رخ کرنے کا اشارہ بھی کرتے۔ تب بھی عوام ان کو ان کے اس اشارے پر انہیں شرمندہ نہ کرتی کیونکہ یہ عوامی انقلاب ہوتا عوامی انقلاب کے سامنے ہر منصوبہ بندی ناکام ہو جاتی ہے۔ جیسے حکومت امریکہ نے فلپائن میں مسز اکیو کی آخر دم تک زبردست مخالفت کی مگر مسز اکیو عوامی انقلاب کے سیلاب سے امریکہ کی ہر منصوبہ بندی اور وسائل کو بہا کر لے جانے میں کامیاب ہو گئی۔ مسز اکیو کے تحت فشین ہونے کے بعد امریکہ کو اس کے ساتھ افہام و تفہیم مجبور کرنا پڑی۔ لیکن ہمارے پاکستان میں تو عوام الناس میں عوامی انقلاب کے ساتھ روحانی اقدار کو زندہ کرنے کا رواج بھی عام ہے۔ لہذا یہاں کا انقلاب امریکہ، روس کا مرہون مفت نہ ہوتا۔ اگر کم ہمت، مفاد پرست عناصر اپنی قیمت گلوانے کے چکر سے نکل کر قوم کا اجتماعی مفاد سوچتے تو پھر ہر صورت پائیدار اسلامی تشخص عوام میں جڑ پکڑنے والا تھا۔ جس سے انقلاب نظام مصطفیٰ ﷺ ملک کا مقدر بننے والا تھا۔ مگر بد قسمتی سے غیر مسلم لابیوں کی جانب سے ایسے مکارانہ وار کئے گئے کہ ہر آدمی میں نفسا نفسی پھیل گئی۔ میری یہاں کہنے سے مراد وہ حضرات ہیں جن سے مزدور، کسان، طلباء، صنعت کار، سرمایہ دار اہل علم حضرات کو بھرتو قحط وابتستہ تھیں۔ وہ حیلوں، بہانوں سے ضیاء الحق مرحوم کی مجلس شوریٰ میں اسلام کے نام کا بہانہ بنا کر چلے گئے مگر دیکھنا یہ ہے

کہ سالہا سال کے بعد جب شوریٰ نے بھی اپنے مقاصد میں جیلے بہانے و حیلے کر اسلام کو بدنام کرنا شروع کر دیا تو پھر وہ افراد جو لاشعوری طور پر مرکز سے کٹ کر صرف اسلام کے نام کی وجہ سے وابستگی اختیار کئے ہوئے تھے وہ تو دوبارہ لوٹ کر مرکز کی جانب آگئے یا حکومت کے دھوکے سے جان بخشی کر وہ اگر گھر بیٹھ گئے۔ وہ تو بدعتی کی بنا پر مرکزی کوتاہ کرنے پر تھے رہے۔

انہوں نے ہر صورت آمر مطلق ضیاء الحق مرحوم کے آخری سانس تک میارہ سال آمریت کی وفاداری بھائی۔ کیا اتنے سالوں میں اسلام کی باقاعدہ عملی شکل ملک میں وہ بنا سکتے ہیں؟ آپ اس سارے معاملے پر ایک نظر دوڑائیں کیا جو عمل میں نے پہلے عرض کیا کہ اسلامی شخص مرکز سے وابستہ رہ کر قائم کرنے میں جب ہم کامیاب ہو جاتے تو پھر تمام شعبہ ہائے زندگی میں انقلاب کا تصور عملاً آجاتا ہے بصورت دیگر جلد بازی کا نتیجہ دیکھ لیں کہ اب ساری امیدوں پر پانی بھر چکا ہے کہ نہیں آپ خود فیصلہ کریں کہ آخر محرم کون ہے؟

انقلاب نظام مصطفیٰ ﷺ کی ملک گیر تحریک ۱۹۷۷ء میں بھائی افتخار شہید کے خون کا پہلا قطرہ جو اس سرزمین پر گرنا تھا کہ اس نے تحریک میں ایک روح سی پھونک دی۔ اس تحریک کا بغور جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت مزدور کسان، صنعت کار، جاگیردار، سرمایہ دار، علماء کرام، مشائخ کرام، شہری، دیہاتی بلکہ طلبہ تک بزرگوں سے اس حد تک اجتماعی مفاد کے لئے غلوں نیت سے ہم آہنگ تھے کہ فوج نے بھی عوام کے سامنے گولیاں چلانے سے انکار کر دیا۔ مگر مارشل لاء کے آنے کے بعد بھی فوج وہی کام کر سکتی تھی کہ ایک آرڈر کی فوج کے آفیسروں نے پہلے ہی حکم عدولی کی تھی جب عوام ان کے سامنے جم عظیم کی صورت میں فولا دی دیوار بن کر ڈٹی رہی شہادتوں کے باوجود راستہ نہیں دے رہے تھے مجبوراً فوج کا انکار تھا۔ مارشل لاء کے بعد بھی تو فوج بھی کچھ کر سکتی تھی عوام کے اتحاد و اتفاق کو کس نے توڑا، کم ہمت اور خود عرض لیڈروں نے یقیناً توڑا، پھر کیا اسلام آگیا۔

اب خود سوچیں کہ اسلام کے عملی نفاذ کی راہ میں کون سا ٹولہ آڑے آتا ہے یقیناً یہی صورت حال سامنے آتی ہے کہ مرکز سے کم ہمت اور خود عرض لوگوں کا طبعہ ہو جانا حریہ کمزوری کا باعث بنتا ہے۔ ثابت قدمی سے اس وقت لیڈر ڈلے رہے تو معینہ مدت میں ملک گیر احتجاجات ہو جاتے۔ جب جو پارٹی بھی سامنے آتی وہ عوام کی جذبات کی ترجمان ہوتی۔ اب ملک ۱۱ سال آمریت کے دور سے جیسے گزرا کسی صورت بھی اس وقت کے قومی اتحاد کے لیڈر جو مارشل لاء کے قابضانہ نظام کی تائید میں اتحاد سے جلدی سے طبعہ ہو گئے انہیں صہبت اور لسانی جھگڑوں اور دیگر نقصانات کے ذمہ دار گردانے بغیر ہم نہیں رہ سکتے۔ اب ملک میں ترقی کی راہ سے ہٹنے کے جو ذرائع سامنے آئے ان میں نام نہاد لیڈروں کو اللہ کے ہاں ضرور سزاوار ٹھہرایا جائے گا۔

برادر حامی محمد حنیف طیب نے تین نکاتی فارمولا جو ملتان شریف کانفرنس کے موقع پر سٹیج سے پیش کیا۔ ملت اسلامیہ کے لئے مالکیر سلط پر انقلابی روپ دھارنے کے لئے کافی ہے۔ اس وقت اس فارمولے کو ہر شہری میں کس حد تک پذیرائی ہوئی ہوگی مگر انفس صد انفس کہ یہ فارمولا سٹیج کی زینت بن جانے کے علاوہ دل کے نہیں خانوں کے قریب سے بھی نہ گزرنے دیا گیا۔ اب عوام تو مقرر یا لیڈر کے الفاظ کی ادائیگی پر غور و فکر کے بعد کٹ مرنے پر تیار ہے مگر لیڈر واقعی داد لینے کے لئے بڑے بڑے منصوبے پیش کرتا ہے۔ وہ تو اپنی ہی کمی ہوئی باتوں کو حلق سے نیچے اتارنے کے لئے تیار نہیں۔ رحمت خداوندی کیسے نازل ہو؟ رب کریم ہی کوئی مسیحا صفت افراد بھیج کر قوم کو منزل تک پہنچانے کے لئے ذریعہ پیدا فرمادے۔ ورنہ لیڈروں کو تو یاد ہی نہیں کہ اس جہاں کے بعد دنیا ئے محشر میں ہم نے یہاں کے بلند بانگ دھوؤں کا حساب بھی دینا ہے۔

ہم نے ٹھٹھے دل سے سوچنا ہے کہ بھائی محمد حنیف طیب کا یہ تین نکاتی فارمولا اس وقت کانفرنس کے مندوبین میں سے چوتھا جسے بھی اس کو عملاً اپنا لینا پھر ہماری عظیم کو کس حد تک مستحکم ہونے میں پذیرائی حاصل ہوئی۔ بالفرض وسائل نہ بھی ہوتے اس صورت میں ہم نسل نو کو ایک منزل کی جانب لے جانے میں یقیناً ایک تحریک کی

صورت میں کامیاب ہو سکتے تھے مگر چوتھائی حصہ افراد اس کو کیسے قبول کرتے جبکہ ہائی فارمولا صرف اسے سچ کی زینت کے علاوہ داد کی بھوک مٹانے پر عمل گئے قوم کے مستقبل کی فکر ذہن میں ہو تو کم از کم ہائی فارمولا استقامت کے ساتھ اس کام کو چلائے رکھتے کبھی بھی شارٹ کٹ مارنے کے چکر میں نہ ہوتے۔

برادر حاجی محمد حنیف طیب صاحب کے بقول بے یو پی والے نوجوانوں کو ساتھ چلانا پسند نہیں کرتے۔ میں اس سلسلہ میں بھی عرض کروں گا کہ انہیں یہ بات تو جلد ہی سمجھ جانی چاہیے تھی۔ جب وہ JUP صوبہ سندھ کے جنرل سیکرٹری تھے۔ انہیں تقریباً اس وقت بحیثیت خادم کے عظیم میں رہنمائی بہتر تھا تا کہ ان کے پیچھے نوجوان طلبہ کی کھپ اپنا راستہ نہ بدلتی۔ جن لوگوں کو ان کی ترقی سے حسد تھا لیڈری ان کے حوالے فراخ دلی سے کر دی جاتی۔ کچھ عرصہ بعد جب A-T-I کے کے ہم خیال عظیم نوجوان بے یو پی میں غالب اکثریت سے آجاتے۔ تو یقیناً یہ ایک پائیدار انقلاب ہوتا اور عظیم مضبوط ہوتی۔ کیونکہ بحیثیت عظیم کے ذمہ دار فرد رہنے سے ان کی پڑ پڑائی کشمیر سمیت ملک کے چاروں صوبوں میں تھی۔ ان سے حسد کرنے والا طبقہ ہمیشہ کے لئے پیچھے رہ سکتا تھا میرے خیال سے اگر ہائی فارمولا کے نزدیک کوئی قیصری فکر ہوتی تو یقیناً یہ رنگ اختیار کرنا آسان ہے۔

ایک اور سوال کہ قائدین بھی نوجوانوں کو پسند نہیں کرتے ضمنی احتیاجات میں قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی صاحب نے اپنی نشست خالی کی کیا اس وقت ان کی اپنی برادری اور بے یو پی کے احباب میں سے کوئی آدمی اس قابل نہ تھا کہ صوبہ سندھ میں سے جن کر کسی فرد کو قائد کی نشست پر انکیشن لڑایا جاتا مگر قائد کی نظر انتخاب برادر حاجی محمد طیب پر پڑی ہر طرح کے تعاون کے ساتھ انہیں انکیشن لڑایا گیا۔ اس کے علاوہ قائدین کی قربت انہیں بہت نصیب رہی، اتنی قربت کے بعد عظیم A-T-I کا پہلا نوجوان جس نے بزرگوں کو صرف چھوڑا ہی نہیں تھا بلکہ سب احباب کو بے یو پی میں بغاوت کرنے پر ایک پریشر گروپ کی ریزہ کی ہڈی کا کردار ادا کیا یہی تھا غزالی زمان، رازی دوراں علامہ سید احمد سعید کاظمی کو قائدین سے صلح کروانے کے بعد بھائی حاجی محمد حنیف صاحب

اگر بذریعہ اخبار بیان جاری کر دیتے کہ میرا ظہور الحسن بھوپالی کی عظیم استحکام پاکستان کونسل سے کوئی تعلق نہیں ہے اس میں کیا حرج تھا؟ پھر جمعیت علماء پاکستان کی مرکزی مجلس شوریٰ کے نام مطررت نامہ لکھ کر بھیج دیتے یا غزالی زمان کے ذریعہ ہی بھیج دیتے تو یہ کون سا غیر تنظیمی فارمولا ہے۔ عملاً ایسا نہیں کیا گیا بلکہ صلح کی سزا اب طویل داستانوں کی صورت میں قائدین کی بدنامی کا باعث بنی کیونکہ یہ کام بھائی جان حنیف طیب کے لئے اس لئے مشکل تھا کہ وہ ظہور الحسن بھوپالی کو کون سا منہ دکھا سکتے تھے۔ اس لئے کہ ایک وقت میں ایک محبوب کو راضی رکھا جاسکتا تھا۔

میں (چودھری حمایت علی مرکزی صدر A-T-I) ذاتی طور پر قلب الہند حضور خواجہ مصباح الدین چشتی اجیری رحمہ اللہ المعروف خواجہ غریب نواز کے سپاہی فقیہ صدر جماعت جماعت اہل سنت پاکستان آل سیدی (سرکاری زبان) جو داستان سن چکا ہوں مختصر بیان کئے دیتا ہوں کہ دیوان صاحب سرکار کو بھائی حنیف طیب صاحب نے دو دفعہ صلح کے لئے قائم دیا۔ جب ملاقات کا وقت آتا مقرر شدہ جگہ سے موصوف حاجی صاحب بھاگ جاتے۔ اس طرح دیوان آل سیدی سرکار بھی ان سے مایوس ہیں کہ اس بندہ خدا نے مجھ سے بعد میں مطررت بھی نہیں کی۔ یہ حال ہے سفید کاغذ پر دستخط کرنے والے ذرا مددگار کا۔

جس نوجوان کو سب سے پہلے اتنا پیار ملا ہو وہ بزرگوں کو آنکھیں دکھانے کے علاوہ نوجوانوں کو ان کے مرکزی پالیسی ساز ادارے سے متصادم پالیسیاں مرتب کرنے کی ترغیب میں مرکزی کردار ادا کرتا ہو۔ اب بزرگوں کا حق بنتا ہے کہ وہ بھی نوجوانوں سے سمجھ بوجھ سے بلکہ انتہائی محتاط انداز سے رابطہ رکھیں۔ میری اپنی سوچ کے مطابق ہمیں بھی اگر بزرگ محتاط انداز سے ملیں تو ہمیں محسوس نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ ہمارے پرانے تنظیمی ساتھیوں نے جب پیار اور خلق کا سبق انہیں اگلے انداز میں سکھایا اب محتاط رہنا بزرگوں کا حق ہے۔ برادرانِ تحریر کی آپ بھائی حنیف طیب کا مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی والا قصہ سن چکے ہیں کہ مری میں رات دو بجے کے قریب انہیں اس سلسلہ میں

جگایا گیا جب بطلِ حریت مجاہد ملت نے انہیں کہا کہ آؤ اسبلی سے اسبلی دے کر آپ کا مقام ہم سب سے بڑھ جائے گا مگر اس کے بعد مجاہد ملت کو بھی یہ صاحب نہیں ملے۔ اصل میں آپ کبھی سکتے ہیں کہ ملتِ اسلامیہ کے ان دو نامور مجاہدین کو خاص اعزاز میں بدنام کیا جا رہا ہے۔ تاکہ یہ دنیا میں اپنی زندگی میں قوم کے لئے کوئی انقلاب برپا نہ کر سکیں۔ ورنہ جمعیتِ علمائے پاکستان کی مرکزی مجلس شوریٰ کے نام اپنی سب داستان لکھ کر بھائی حنیف طیب معاملہ چلا سکتے ہیں صرف ان دو نامور مجاہدین کو بدنام کرنے کی یہ ایک سازش ہے۔ تاکہ نسلِ نوحہ کو یہ دو شخص آ مر ہیں۔ اپنی مشاورت کے فیصلہ کو بھی یہ نہیں مانتے۔ آپ خٹہ دل سے جمعیتِ علمائے پاکستان کی پالیسی کو سمجھیں۔ ہاں تصویر کا ایک رخ یہ بھی ہے کہ بھائی حنیف طیب کو بے یو پی سے نکالا گیا تھا۔ انہیں جماعتِ اہل سنت اور اپنے پیر مرشد کے جوتوں میں بیٹھنا باعثِ فخر سمجھنا چاہئے تھا۔ انہوں نے اپنے پیر مرشد کے ہوتے ہوئے بھی ایک طبعہ جمعیتِ اہلسنت کے نام سے جماعت بنائی۔ جمعیتِ اہل سنت کے خود مرکزی سیکرٹری جنرل بنے۔ مفتی سعادت علی قادری صاحب کو صدر بنایا۔ اب مفتی صاحب تو ۱۹۷۷ء میں بمبئی مروجہ کے الیکشن میں ملتان شریف میں چیلنج پارٹی کی امداد کرتے رہے۔ ان کی تمام تر صلاحیتیں مولانا حامد علی خان صاحب بے تاج بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت میں صرف ہوتی رہیں۔ آپ یہ اہل علم لوگ کسی نہ کسی بہانے اس گناہ کی کوئی توجیح پیش کرنے کی کوشش کریں گے لیکن نوجوانوں کو سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا ہوگا۔

برادرِ اسلام!

فطرتِ افراد سے انہماض بھی کر لیتی ہے کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف علامہ احمد سعید گامی رحمۃ اللہ علیہ نے جی یو پی کے سربراہ صدر قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی اور بطلِ حریت مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی کی قیادت کا ادنیٰ سپاہی رہنے پر فخر ہی نہیں کیا بلکہ مجمعِ عام میں لوگوں کو اس قیادت کے دست و بازو بن جانے کی ہدایت کی۔ کیا اب بھائی کے کا کوئی رستہ رہ جاتا ہے۔ آخر کون سا خلیہ ہاتھ ہے جس نے انقلابِ نظامِ مصطفیٰ ﷺ کی مرکزیت کو تباہ کرنے میں کارستانیوں کی ہیں علامہ شاہ احمد

نورانی کی قیادت و سیادت سے زبانی دکھائی کوئی بھی انکار کرتا مگر جب عملاً صورتِ حال سامنے آتی ہے تب سیاسی سمت کے لئے ہر کوئی طبعہ امام کا احباب کرتا ہے اس طرح تو لسانی تنظیم کے قائد الطاف حسین بھی قائد اہلسنت کو مذہبی پیشوا ماننے سے گریز نہیں کرتے۔ اسلام کو ملت کی اجتماعیت کو اس حقیقت کا کیا قاعدہ۔ ہر کسی کی دھوکے دار یا میٹھی میٹھی مخالفت آخر قائد اہلسنت پر ہی کیوں برتی ہے۔ اس کی بجلی وجہ ہو سکتی ہے کہ تمام شعبہ ہائے زندگی میں انقلابِ نظامِ مصطفیٰ ﷺ کے لئے گہری نظر رکھنے والی اس شخصیت کی عظمت کو کارکنان کی نظر سے گرا دو تاکہ اتحادِ اتفاق اور محبت کی فضا عوام میں پھیلنے نہ پائے۔ مستقل مزاجی سے کارکنان منزل کی جانب نہ چلنے پائیں۔ جزدی طور پر اسلام کو لاگو دیکھنے سے کوئی بھی نہیں گھبراتا مگر تمام شعبہ ہائے زندگی میں انقلابِ نظامِ مصطفیٰ ﷺ جاگیر داروں، سرمایہ داروں، سرداروں، صنعت، پیشہ ور علماء اور پیشہ ور صوفیاء کرام کو اچھا نہیں لگتا کیونکہ اس انقلاب میں تو ہر کسی کو خود محنت کر کے رزق کمانا پڑے گا۔ تمام شعبہ ہائے زندگی میں کوئی انقلاب چاہتا ہے کہ نہیں اس کی ایک ہی پہچان ہے کہ علامہ شاہ احمد نورانی کا نام لینے سے اس فرد کے چہرے پر خوشی کے آثار نظر آتے ہیں۔ تب سمجھ لیجئے کہ یہ فرد انقلابِ نظامِ مصطفیٰ ﷺ کے لئے کوشاں رہنے کی تڑپ رکھتا ہے۔ اگر نام سننے ہی چہرے پر تہجد بدلنے شروع ہو جاتے ہیں تب سمجھ لیجئے کہ جزدی انقلاب چاہتا ہے جب کہ اس وقت ملک میں ضرورت کلی انقلاب کی ہے۔

اب جو قوم اپنے محسنین کو بھول جاتی ہے یقیناً وہ منزل کی جانب سے ہی نہیں رکتی بلکہ صلیبِ ہستی سے مٹ جاتی ہے۔ ہمارے محسنین علامہ شاہ احمد نورانی، مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی، علامہ عبدالحمید بدایونی، شیخ الاسلام خلیفہ قرمر الدین سیالوی، مولانا حامد علی خان، شیخ القرآن مولانا عبدالغفور ہزاروی، غزالی زماں علامہ احمد سعید گامی، مفسر قرآن ابوالحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ کیا ان عظیم ہستیوں..... مصطفیٰ ﷺ اور مقامِ مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کے لئے اپنی زندگیوں وقف نہ کریں۔ آج برادرِ ڈاکٹر ظفر اقبال نوری صاحب کہتے ہیں کہ ان کا یہ نعرہ صرف سیاسی تھا (اس کے لئے ذخیرہ کامیابی کا شمار

مطالعہ فرمائیے۔

ان مقدس ہستیوں کی زندگیاں ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ ان کی زندگی کے گزرے لمحات پریشانی کے عالم کے وقت ہمارے لئے ایمان کی تازگی کا ساماں پیدا کرتے ہیں۔ علامہ شاہ احمد نورانی، مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی، علامہ احمد سعید گامیؒ آپس میں ایک دوسرے کے جوتے اٹھانے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ علامہ احمد سعید گامیؒ علامہ شاہ احمد نورانی، مولانا محمد عبدالستار خان نیازی کے آپس میں مل بیٹھنے سے ادب و احترام کا عجب ساماں پیدا ہوتا تھا۔ علامہ احمد سعید گامیؒ نے ہاربا دفعہ مولانا نورانی صاحب کو اپنے سرہانے کی جانب زبردستی بٹھایا۔ بحث و مکرار کے دوران ان کے پاس بھی دیکل ہوتی تھی کہ سیاسی امام، مذہبی امام سے اولیت کا حامل ہے۔ مجاہد ملت کی زبانی راقم الحروف نے خود سنا ہے کہ ملت کی بڑی بڑی ریاستوں کے شہنشاہوں کو بڑے ترک و احتشام کے ساتھ مولانا شاہ احمد نورانی کا استقبال کرتے میں نے خود دیکھا ہے۔ اگر آج ہم نے ان کی قدر نہ کی تو شاید تاریخ ہمیں معاف نہ کر سکے۔ بطل حریت مجاہد مولانا عبدالستار خان نیازی صاحب کے احترام میں مولانا نورانی صاحب خود کھڑے ہوتے ہیں جب تک مجاہد ملت بیٹھنے نہ پائیں ادباً علامہ شاہ احمد نورانی کھڑے رہتے ہیں۔ گاڑی میں اکھر و پیشتر علامہ شاہ احمد نورانی صاحب مجاہد ملت کو پہلی نشست پر بٹھاتے ہیں۔ ان کا نام اتنے ادب و احترام سے دھمکے لہجے میں لیتے ہیں کہ مجاہد ملت کی شخصیت کا احاطہ انسان کے ذہن میں خود بخود دین جاتا ہے۔

علامہ شاہ احمد نورانی، مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی کی قیادت و سیاست کے بارے میں کارکنان میں جو فلفلہاں پیدا کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں مگر ان کا احترام کم کرنے کی خاص سازش کے تحت جو سکیہیں سامنے آ رہی ہیں اس کی بڑی وجہ یہی ہے کہ بزرگوں کی قیادت میں اگر قوم منزل کی جانب چل پڑی تب منزل کا حصول بھی جلد ہی ہو جائے گا مگر اس ملک پاکستان میں نظام مصطفیٰؐ کا ہی عملی نفاذ نہیں بلکہ عالمگیر سطح پر بھی عاشقان مصطفیٰؐ عظیم انقلاب کے لئے جلد ہی کام کر سکیں گے کیونکہ ان

بزرگوں کی قیادت میں صرف قرآن و سنت کے مطابق ہی کام ہوگا۔ امریکہ، روس تمام سازشی عناصر کی پالیسیوں کو سنبھال دے گا۔ اسی اسلام کی بالادستی ہوگی جو سرکار مدینہ ﷺ نے ریاست مدینہ میں لاگو کیا تھا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ ہمارے پاس اتنے عظیم قائد اور ایک طویل داستان حریت رکھنے والی عظیم جمعیت علماء پاکستان بھی موجود ہے۔ انقلاب کا سفر آخر طویل کیوں ہوتا جا رہا ہے؟ یقیناً ہماری اپنی فلفلہ پالیسیوں اور ذاتی مفادات کو اجتماعی مفادات پر قربان نہ کرنے سے ہی ہے۔ ہر طالب علم کا حق بنتا ہے کہ وہ سوچے اگر کوئی ایک معمولی رجسٹر کی بنا پر تو سب کچھ اپنا داؤ پر لگا سکتا ہے مگر جب عظیم کا اجتماعی تاریخی قائد ایک ہی فیصلہ پر ہو تو اس وقت پالیسی ساز ادارے کے ممبر اور اس وقت کی قیادت کو عملاً کون سی مجبوریوں آڑے آتی ہیں کہ عظیم کی قیادت اور کارکنان کے جذبات سے کھیلنے ہوئے اور عظیم کے بے دارغ ماضی، فکر حریت اور خودداری کو یک دم تاریخ کے بد نما موڑ پر لا کھڑا کر دیتے ہیں۔ وہی غصیہ ہاتھ جنہوں نے ملت اسلامیہ کے بڑے لکری و انتھابی اجتماعات کی قوت کو پاش پاش کیا۔ اب اس وقت سے نوجوانوں اور بزرگوں کی ہم آہنگی سے خائف ہو کر انہوں نے آہستہ آہستہ اس مفید قربت کو دوری میں بدلنا شروع کر دیا تھا۔

سعودی عرب، عراق، لیبیا، شام، ترکی، مصر، اردن دیگر اسلامی ممالک میں بھی ملک پاکستان کے انقلاب کے بعد کوئی طاغوتی نام نہاد سپر طاقت انقلاب نظام مصطفیٰؐ کو نہیں روک سکتی؟ ذرا سوچئے کہ تمام اسلامی ممالک روس، امریکہ، دیگر اسلام دشمن ممالک کے مہولہ منت رہ کر زندگی گزار رہے ہیں۔ تب تو وہ اسلام دشمن ممالک ان اسلامی ممالک میں انقلاب کو اپنے لئے موت تصور کرتے ہیں۔ اس وجہ سے یہی طاغوتی طاقتیں ہماری بزرگ شخصیات کے بارے میں اپنی مخصوص ایجنسیوں کے ذریعے افواہیں پھیلاتی رہتی ہیں۔ تاکہ ملت اسلامیہ ایک مرکز پر نہیں متحد نہ ہو سکے۔ انقلاب کے لئے عظیم اور ہار کردار، باصلاحیت شخصیات کی قیادت ہونا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے پوری دنیا میں جتنی متقی و پرہیزگار اور جرأت مند قیادت، صاحب بصیرت، معاملہ فہم اور

گہری سوچ کی حامل ہمارے پاس ہے کسی اور کے لئے ایسا تصور کرنا بھی ممکن نہیں۔ جن کے دل پتھر کے ہیں ان پہ تو کیا ہوگا اثر میرے دل کی یہ صدا ہے درد مندوں کے لئے انجمن طلباء اسلام نے ۱۹۸۲ء اور ۱۹۸۳ء میں تمام طلبہ تحریکوں کے مقابلہ میں پہلی پوزیشن حاصل کر لی۔ لارڈ میکالے کے نظام تعلیم کے سرپرستوں کے لئے چیلنج تعلیمی اداروں میں اسلامی نظام تعلیم رائج کر دینے کے لئے مارشل لاء طاقت کو بھی ہم چیلنج کرنے کی پوزیشن میں تھے۔ اس عظیم قوت کو مستحضر کرنے کے لئے نام نہاد اسلامی لیبل کا داعی جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم جو کہ امریکی سامراج کا درپردہ قلام تھا اس نے ۹ فروری ۱۹۷۸ء کو طلبہ تحریکوں اور یونیٹز پر پابندی کا اعلان بحکم مارشل لاء کے ضابطہ ۱۳۷۱ء کے تحت کر دیا۔ اب اس سے ایک دن پہلے انجمن طلباء اسلام پنجاب کی طرف سے تحفظ پاکستان کانفرنس انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور میں تمام یونیٹز نمائندگان کے اعزاز میں رکھی گئی تھی اس کانفرنس میں انجمن طلباء اسلام پنجاب کی بھرپور قوت کا اظہار تھا۔ اس سے پہلے یہ پابندی صوبہ سرحد اور بلوچستان میں لگائی جا چکی تھی جب کہ صوبہ سندھ میں یہ پابندی گیارہ فروری کو لگائی گئی۔ انجینئرنگ یونیورسٹی میں تحفظ پاکستان کانفرنس کے موقع پر ہزاروں کارکنان کے جذبات دیکھ کر بھائی محمد حنیف طیب اس وقت کے مرکزی صدر برادر صاحبزادہ محمد نور المصطفیٰ رضوی صاحب آف خانقاہ ڈوگراں اور مرکزی سیکرٹری جنرل خالد علی انصاری (کراچی) ملک شاہنواز وارثی، ڈاکٹر محمد ظفر اقبال لوری راولپنڈی دیگر اراکین اور مرکزی مشاورت کے ارکان اور رفقاء انجمن طلباء اسلام نے کانفرنس میں بڑے اچھے جذبات کا اظہار کیا مگر جب عملاً تنظیم کی فکری، انقلابی طاقت کو روکنے کے لئے حکومت وقت نے پابندی لگا دی۔ جب یہ سارے حقیقی، تحقیقی، نام نہاد انقلابی دعویدار ایسے مزے میں مسرت و شادمانی سے فیصلہ دے رہے ہیں۔ جیسے قوم کے لئے بہت بڑا تاریخی سنہری حروف میں تحریری کارنامہ چھوڑ رہے ہیں۔ تنظیم کا نام تک بدل کر تحریک غلبہ اسلام رکھ دیا گیا۔ رسید بکس، لیڈر بیڈ وغیرہ اس نام سے فوراً چھپوا دیئے۔ تمام شاخوں کو سرکلر تحریک غلبہ اسلام کے نام سے اور اس احتجاج کی بجائے خاموشی کی ہدایات جاری کر دی گئیں۔

آئیے ذرا ایک نظر دیکھیں کہ اگر اس وقت یہ فیصلہ افرادی قوت کو ضائع ہونے سے بچانے کے لئے کیا گیا تھا تب تو اسی وقت مرکزی و صوبائی قائدین کو میدان میں نکل کر شہر دورہ کا پروگرام بنانا چاہیئے تھا تاکہ خود کارکنان کے پاس جا کر انہیں ہدایات جاری کر دی جائیں کہ کام کارکنان جاری رکھیں۔ درجہ قرآن، محفل میلاد کے نام سے تربیتی نشستیں جاری رکھیں۔ اخبارات میں خبریں شائع نہ کرتے تب تو افرادی قوت محفوظ رہ سکتی تھی پھر مناسب وقت پر انہیں نیا لائحہ عمل دیا جاتا مگر چونکہ اس فیصلہ میں اخلاص نہ تھا بلکہ قوم کو ایک خاص سازش کے تحت تربیتی و انقلابی پروگرام سے دور رکھنا مقصود تھا۔ مرکزی اور صوبائی قیادت نے کوئی دورہ تک نہ کیا۔ برادر ڈاکٹر محمد ظفر اقبال لوری صاحب بعض دفعہ کہتے ہیں کہ ہم نے یہ فیصلہ تو کیا ہے لیکن ہماری تنظیم کو اس وقت اتنا تجربہ نہ تھا تنظیمی تاریخ میں پہلی دفعہ عظیم ایسے مشکل حالات سے دوچار ہوئی ہے سبحان اللہ فریب ہی فریب، ہر افراد فریب مگر ہاشور کارکنان اچھی طرح سمجھتے ہوئے سازشوں کو تار تار کرتے ہیں۔ بلکہ دلش ناصحوں کی تحریک کے دوران عظیم کتنی فعال تھی، تحریک ختم نبوت میں جیل کی صعوبتوں نے کارکنان کے بلند عزائم میں کوئی کمی نہ آنے دی بلکہ تحریک نظام مصطفیٰ علیہ السلام نے ۱۹۷۷ء میں کارکنان میں ایک نئی انقلابی روح بیدار کی، برادر افتخار احمد شہید، حضور بخش شہید، ظفر اقبال شہید، انوار الحق شہید نے جان کے نذر مانے پیش کر کے یہ ثابت کیا کہ انقلاب کی راہ میں جان تک قربان کر دینا ہمیں ہماری منزل سے نہیں ہٹا سکتا۔ ہزاروں کارکنان نے جیل کی طویل صعوبتیں برداشت کیں مگر انقلابی نظریہ پہ شب خون مارنے والوں کی سازشوں کو ناکام بنا دیا اور اب مکر و فریب سے نوجوانوں کو ان کے مرکز سے دور رکھنے کی سازش ان شاء اللہ ناکام ہو چکی ہے۔ (شہیدوں کے طفیل ان شاء اللہ)۔

جب عرصہ بعد مارشل لاء ختم ہوا۔ تب ماؤ اگست میں ارکان کا اجلاس فیصل آباد میں طلب کر کے آئندہ سیشن کے اختیارات کروا دیئے۔ میں اس وقت ضلع فیصل آباد کا جنرل سیکرٹری تھا۔ اسی دن دوپہر کے وقت تک مجھے کوئی باقاعدہ اطلاع نہ تھی کہ پروگرام کہاں اور کیسے ہوگا۔ برادر محمد نور المصطفیٰ رضوی صاحب تشریف لائے اور جامعہ رضویہ فیصل آباد

میں پروگرام کا انعقاد کیا۔ اسی طرح نئی قیادت اگلے سال کے لئے منتخب کر لی گئی۔ برادر حامی محمد حنیف طیب صاحب، برادر ڈاکٹر محمد ظفر اقبال نوری کی باہم مشاورت نے قوم کو صرف ایک چودھری محمد اور یس المعروف احمد وقار مدنی صاحب کے صدر انجمن طلباء اسلام کے انتخابات پر زور دیا جب مخصوص سوچ کے حامل ارکان نے لبیک کہنے میں دیر نہ لگائی۔ بعض بچوں پر شاخوں نے مارشل لاء کے فیصلہ کی خدمت کی تھی اور اپنے تعلیمی مرکزی فیصلہ کی خلاف ورزی کی تھی۔ تعلیمی اداروں میں احتجاج کیا، کارکنان پابند سلاسل ہوئے تعلیمی اداروں سے اخراج برداشت کیا۔ مرکزی عیادت میں سے کسی نے بھی ان کی حوصلہ افزائی کا خط تحریر نہ کیا۔ کارکنان نے خود ہی یہ سزائیں مبروقہ سے برداشت کیں۔ جن شاخوں نے تعلیمی فیصلہ کی خلاف ورزی کی۔ کیا ان کے خلاف کوئی تادیبی کارروائی کی گئی۔ ایسا نہیں ہوا۔ اس وقت سے کارکنان اور ہاشور ساتھیوں کے ذہنوں میں فکری اختلافات نے حریدہ جنم لے لیا۔ بعد میں کارکنان کی قربانیوں کو قیادت نے بڑا سراہا اور تقاریر میں اپنے بلند دہانگ دھوؤں سے حکام کو لٹکانا شروع کر دیا۔ لیکن محامی سطح پر سب اس تکمیل کو دیکھ کر جتے کہ اس عظیم نے پہلے دن سے خاموشی اختیار کی تھی عرصہ دراز بعد انہیں مارشل لاء لابی کو لٹکانا کیسے آگیا۔ کارکنان نے بھی قیادت کی اس سیاسی چال پر گہری نظر رکھی۔ مرکزی قیادت کی طرف سے سال بعد منظم طریقے سے یوم سیاہ ماننے پر بھی پابندی ہوتی تھی۔

حتیٰ کہ ۱۹۸۵ء میں ملک میں غیر جماعتی انتخابات ملک گیر سطح کے ہوئے۔ برادر حامی محمد حنیف طیب نے الیکشن میں حصہ لیا۔ اپنے ساتھیوں سمیت جیت کو اسٹیبل میں پہنچ گئے۔ وفاقی وزارت بھی قبول کی اب برادر محمد اور یس مدنی صاحب نے ان کی خوبیاں گنوانے میں ہی اپنا وقت صرف کرنا تعلیمی کام سمجھا۔ ان کے بعد برادر ڈاکٹر محمد ظفر اقبال نوری صاحب کو ایک خاص منصوبہ بندی کے تحت پروپیگنڈہ کے ذریعے سیشن ۷۸-۱۹۸۶ء مرکزی صدر منتخب کر دیا گیا۔ کیونکہ ان کے تقویٰ کے ڈھول پورے ملک میں پینے گئے لیکن جیسے میں نے پہلے عرض کیا کہ تاریخی لحاظ سے نوجوانوں کی فکر حیرت کو کچلنے میں جو خاموشی اور نام نہاد حکمت عملی کے مہرے بنے رہے ان کے ان بدنام

کارناموں کو پس پشت ڈال کر ان کی تقریفوں کے پل بائندہ کر انہیں مرکزی صدر A-T-I کی حیثیت سے سامنے لایا گیا کیونکہ اس سے پہلے مظفر آباد مرکزی کونشن کے موقع پر برادر حامی محمد حنیف طیب کی آمد پر کارکنان کے احتجاج اقدام کو انہوں نے اپنی آنکھوں سے بغور مطالعہ کیا تھا۔ ہاں حیدر آباد مرکزی کونشن کے موقع پر ہمارے اور بھی برادران تحریر کی مگر سے ہی لیڈر بن کر میدان کونشن میں اترے تھے مگر واپسی پر جتنی بھی لیڈری میسر آئی اسی پر ہی انتفا کے سنبھل کر بیٹھ گئے۔ زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ جو تاریخی اہمیت کا حامل رہے گا کہ بھائی جان ڈاکٹر محمد ظفر اقبال نوری نے بحیثیت رکن کے بھی عظیم کی اجتماعیت کو نقصان پہنچنے وقت اپنی کسی مثبت امداد میں سوچ کا اظہار نہ کیا پھر مرکزی صدر ۸۷-۱۹۸۶ء بنے پر کسی ایک چھوٹی سی شاخ میں ہی یوم سیاہ کے موقع پر کہیں احتجاج کر لیتے۔ مگر ان لحاظ میں وہ اپنے آقا و مولیٰ بھائی حنیف طیب کے دربار میں اسلام آباد حاضر رہے۔ مگر ذرا خمیر سے کلمہ طیبہ کی ضرب لگا کر پوچھیں کہ ان دنوں تو اتنا بے بس اور خاموش سا کیوں ہو گیا تھا یقیناً یہی خمیر کہے گا کہ تو نے تو پہلے ہی اسلام آباد سرکاری خوشامد میں مجھے سیاہ کر دیا تھا اب تجھے کیا حق پہنچتا ہے کہ تو مجھے زندہ سمجھے؟

اس کے بعد کارکنان انجمن طلباء اسلام نے جب اپنی خودداری کی تاریخ کو ایک نظر دیکھا تبھی تو سب نے یک زبان ہو کر اپنی نظریاتی عظیم جو اپنے اندر برصغیر پاک و ہند کی طویل داستان حریت کی اٹین ہے۔ اس کو اپنے سے جدا ہونے کی سازش کو محسوس کر لیا تب بڑی شدت سے مطالعہ ہوا کہ انجمن طلباء اسلام کی واحد سیاسی نمائندہ عظیم جمعیت علماء پاکستان کا تحریری ثبوت ہونا چاہئے تاکہ آنے والے وقتوں میں کوئی نام نہاد سیاست دان اپنے مقاصد کے لئے ان عظیم تحریر کی سیدتوں کو استعمال نہ کر سکے کیونکہ اس سے پہلے راقم المعروف کی طرف سے بہاولپور یونیورسٹی میں پنجاب طلبہ کونشن کے موقع پر دعوت نامہ ارکان کے نام پوسٹ ہوا تھا، جس میں درج تھا کہ انجمن طلباء اسلام کی مذہبی، سیاسی و اجتماعی کن بزرگوں اور عظیم سے ہونی چاہیے اس سلسلہ میں ارکان کی ایک نشست ہوگی۔ ارکان میں سے وہ انقلابی نشست برادر ڈاکٹر محمد ظفر اقبال نوری صاحب اور عبدالرشید

ارشاد صاحب برادر احمد وقار مدنی صاحب نے نہ ہونے دی بلکہ بھانا بنایا کہ بھی یہ مشاورت کا مسئلہ ہے اس لئے اسے مشاورت حل کرے گی لیکن اس کنونشن میں ایک مذہبی رہنما تھے جنہوں نے دوران تقریر اعلائیہ اس وابستگی کی مخالفت کی حتیٰ دوسرے برادر ڈاکٹر ظفر اقبال نوری صاحب نے اپنے جوش خطابت میں وابستگی کے نقصانات گنوائے تھے پھر بعد میں سب احباب مجھے پوچھتے کہ معاملہ تو مشاورت حل کرے گی۔ آپ بتائیں کہ آپ یہ چیز کیوں چاہتے ہیں۔

میں نے ساری داستان حریت کارکنان کے سامنے رکھی اور کہا کہ ہمارے کام کرنے کا آخر ایک مقصد ہے اس کو یقیناً ایک اہم منزل سیاسی نظام ہی حفظ دے سکتا ہے۔ سب مارشل لائی خلیفے سوالیہ انداز میں مجھ پر برستے تھے کہ منہاج القرآن اور جماعت اہل سنت کے دو گروپ پھر نظام مصطفیٰ گروپ بھائی حنیف طیب اور ادارہ تعلیمات اسلامیہ سے وابستہ کارکنان کا کیا بنے گا۔ میں نے بھی کہا کہ بھی آپ ارکان کے سامنے صورت حال تو رکھ دیں، پھر دیکھا جائے گا۔ ساتھ ساتھ میں یہ عرض کرتا چلوں کہ جن اہل سنت کے گروپوں کے غم میں آپ پریشان ہیں۔ وہ تو ہم کارکنان کی وجہ سے ہی قائم ہیں تبھی تو وہ بھی مرکزیت کے قریب نہیں جانتے۔ جب ہم مرکزیت کی تلاش کر لیں گے ان کا معاملہ آپ ان کے ذمہ رہے دیں۔ آپ A-T-I کے اعراض و مقاصد کو سامنے رکھ کر انقلاب کے عملی لائحہ عمل کے بارے میں بات کریں۔ مگر یہی کہا جاتا کہ مشاورت کا معاملہ ہاؤز بریج بحث لانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اب ۸۷-۱۹۸۶ء کے سیشن میں راقم الحروف مشاورت کا رکن ہونے کے ساتھ ساتھ مرکزی جوائنٹ سیکرٹری بھی تھا۔

اب تو معاملہ کو قانونی لحاظ سے بہانوں میں نہیں چھوڑا جاسکتا تھا۔ مشاورت کی پورے سال کی بحث میں لا حاصل نتائج سامنے رہے۔

اب دوستوں کے پاس ایک بہانہ ہے کہ ہم نے لکھ کر دیا تھا، عبدالرؤف مرزا صاحب نے بزرگوں کو بتایا نہیں۔

آپ نے ذرا غلطے دل اور غور سے سوچیں کہ ہماری آنکھوں پر تصب کی میٹک

تو نہیں ہے پھر ذرا دیکھئے کہ اگر عبدالرؤف مرزا صاحب نے غلطی بتا دیا تھا کیا اس کے بعد کوئی ایسا چانس نہ تھا وہ تحریر کہ انجمن طلباء اسلام جمعیت علمائے پاکستان کو اہل سنت کی واحد سیاسی نمائندہ عظیم تسلیم کرتی ہے۔ اس کو بزرگوں کے حضور پیش کیا جاسکے۔ کیا مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی ۲۹/۱۸ ستمبر ۱۹۸۷ء کو لاہور میں نہ تھے انہیں بھی یہ تحریر پیش کر دی جاتی۔ یقیناً ہم یکم، دو اکتوبر کو لاہور میں اپنا کنونشن نہیں کروا سکتے تھے اس کے بعد ۱۲ اکتوبر جمعیت علماء پاکستان نے اپنی ذیلی عظیم انجمن نوجوانان اسلام کی بنیاد رکھی۔

اس دن پاکستان کے چاروں صوبوں سے آئے ہوئے لوگوں کے سامنے یہ تحریر پیش کر دی جاتی جس میں جمعیت کی مرکزی قیادت کے پاس آج کوئی بہانہ نہ ہوتا۔ بلکہ جمعیت کے افراد جو اس اجتماع میں شریک تھے وہ اس تحریر کے گواہ ہوتے۔ صد ہا مواقع جان بوجھ کر گنوائے گئے ذرا سوچئے کہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۸۷ء تک اس A-T-I کے جھگڑے کو کتنا عرصہ ہو چکا تھا۔ اب ساہا سال سے یہ معاملہ بڑی چالوں کے ذریعے بار بار کیوں باعث نزاع کے طور پر قوم کو پیش کیا جاتا ہے۔ کیا اپنے والدین کو بھی بازو دکھائے جاتے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو ایسی اولاد کو حوام الناس کی زبان میں جو کہتے ہیں۔ یہ سب کچھ کارکنان جانتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے انجمن طلباء اسلام اور جمعیت علماء پاکستان کے خوشگوار تعلقات جو ملتان شریف اور رائے وٹ کے اجتماعات کے موقع تک تھے وہ تعلقات کارکنان نے بحال کر لئے ہیں۔ جمعیت علماء پاکستان اور انجمن طلباء اسلام کی علیحدہ علیحدہ شوریٰ ہے ہر کوئی اپنے فیصلوں میں آزاد ہے۔ ذیلی عظیم وہ ہوتی ہے جس میں ایک دوسرے کی جماعت کی شوریٰ میں تھپیوں کے نمائندے ہوتے ہیں۔ ملتان شریف اور رائے وٹ کے اجتماعات سے پہلے بھی ملک پاکستان میں کچھ سیاسی گروپ موجود تھے۔ اس وقت ان کی ہمدردیاں کیوں نہ حاصل کی جاتی تھیں۔ اس وقت ان کے اتحاد کے بارے میں احباب کیوں نہ کوشاں ہونے کی کوشش کرتے تھے کارکنان اچھی طرح بات کو سمجھ چکے ہیں کہ ملک کے اندر یہ دو روحانی تربیتی، انقلابی اجتماعات کے بعد جمعیت علماء پاکستان کے جو احباب کم ہمت پست حوصلہ بزدل، صرف اتانیت کے لئے زندہ تھے وہ سامراج

کے ہٹے چڑھ گئے۔ انہوں نے A-T-I کا ڈرغ بدلنے کی کوشش کی مگر کارکنان نے ان کے مذموم مقاصد کو ناکام بنا دیا ہے۔

۴ اور ۵ فروری ۱۹۸۷ء کی درمیانی شب ادارہ تعلیمات اسلامیہ میں تربیتی نشست اراکین کے اختتام پذیر ہونے کے بعد رات ساڑھے گیارہ بجے سے رات اڑھائی بجے تک میرے اور برادر ڈاکٹر ظفر اقبال نوری صاحب کے درمیان تنظیمی امور کے سلسلہ میں ہاں تفصیل انتظامی خطوط سے عظیم کو دور لے جانے کے نقصانات کے سلسلہ میں گفتگو ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب کا محضرت خواہانہ رویہ کھل کر سامنے آ گیا تھا۔ اپنے آقاؤں کی کھل کر امداد و تعاون کے سلسلہ میں مرکز سے ہٹ جانے پر تلے رہنے پر اصرار کیا۔ مگر انہوں نے اب بزرگوں کو درمیان میں لا کر بدنام کرنے کا ایک منصوبہ بنا رکھا ہے جب کہ معاملہ ہمارا اپنا تنظیمی نوعیت کا ہے۔

کارکنان انجمن طلباء اسلام ۱۰۰ سالہ داستانِ حریت بلکہ ایک عظیم تحریک جمعیت علماء پاکستان سے وابستہ ہو چکے ہیں۔ قیادتیں وقت کے ساتھ ساتھ بدلتی رہیں گی مگر طلباء کی عظیم تحریک انجمن طلباء اسلام کے کارکنان ابھی طرح سمجھتے ہیں کہ برصغیر پاک و ہند میں ہمارے عقائد و نظریات کے تحفظ کے لئے سیاسی و مذہبی فکری تشخص کے لحاظ سے جمعیت العلمیۃ الرکزیہ پلیٹ فارم تھا جس کے پہلے مرکزی صدر امیر ملت حافظ عبد جماعت علی شاہ تھام اعلیٰ سید فہیم الدین مراد آبادی تھے۔ پاکستان معرض وجود میں آ جانے کے بعد اسی کا نام جمعیت علماء پاکستان ہے۔ اس پر کسی قسم کی آنچ نہ آنے دیں گے۔ بلکہ ان کے شانہ بشانہ چل کر مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ اور انقلاب نظام مصطفیٰ ﷺ کے عملی نفاذ کے لئے کام کریں گے۔ انقلاب کے راستہ سے چھوٹے چھوٹے بیکار پتھروں کو پاؤں کی ٹھوکر سے ہٹا دیں گے۔ یقیناً جو طلباء نظام مصطفیٰ ﷺ کے عملی نفاذ کے لئے کام کرنا چاہیں گے وہ ان کے ساتھ چلیں گے مگر جو بے راہ روی کی زندگی اور بے مقصدیت کے ساتھ وقت گزارنا چاہیں گے وہ انجمن طلباء اسلام کے عظیم قافلے کے ساتھ نہیں چلیں گے۔

میں جانتا ہوں جینوں پہ نکل پڑیں گے قلم کا فرض تھا آخر ادا تو ہونا تھا

اشاعت خاص
کردارِ نورانی زندہ

انوارِ رضا
نورانی زندہ

قادیانی فتنہ کے خلاف اصل سنت کی نورانی تاریخ کی چند جھلکیاں

تحریر: مرزا فہیم اختر نورانی



علامہ شاہ احمد نورانی ریسرچ سنٹر پاکستان

زاویہ قادریہ سیدانور علی گڑھ (۱) سرگودھا روڈ جوہڑ آباد (41200)

0321-0300-0313-9429027 mahboobqadri787@gmail.com



حضور سرور کونین سید العالمین رحمت للعالمین ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جہاں تمام تر
زیبائی، رحمتی، نکل کائنات کی فرمانروائی اور جمع انبیاء و رسل کی پیشوائی کا شرف عطا فرمایا۔
وہاں آپ ﷺ کے سراقس پر ختم نبوت کا تاج بھی سپایا۔ اور ارشاد فرمایا:

ماکان محمد لہا احد من رجالکم ولكن الرسول اللہ وعائہ النبین
اس آیت کریمہ میں خاتم النبیین ﷺ کے اس معنی پر کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی
ظلی، مدودی، حقیقی یا غیر حقیقی نبی کا آنا نہ صرف محال بلکہ ناممکن ہے۔ پوری امت محمدیہ
ﷺ کے سلف و خلف کا قطعی اجماع ہے۔ خود سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: "انا
عائہ النبین ولا نبی بعد" اس "لا" کو لینی جس کا "لا" کہا جاتا ہے جس کا معنی ہے جس
نبوت میں سے کوئی حضور ﷺ کے بعد نہیں آ سکتا۔

حضور اقدس ﷺ کے ارشادات گرامی لا تعداد موجود ہیں جو اس اجماعی مسئلہ پر
قطعی فیصلہ دیتے ہیں۔ حضور ﷺ کے تمام صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ملا امت، محدثین،
مفسرین، علماء اور فضلا بھی معنی فرماتے چلے آئے ہیں لیکن اس معنی سے بناوٹ قرن مقدس
سے ہی شروع ہو گئی تھی۔ حضور اکرم ﷺ کی حیات ظاہری میں یمن کے شہر یمامہ میں ایک
مضرب میلہ نامی پیدا ہو چکا تھا۔ جس نے سیدنا صدیق اکبر ﷺ کے عہد مدلول گستر میں
اپنے اس جرم کی سزا پائی اور یمامہ کے مقام پر مجاہدین ختم نبوت کی خانہ کفایت شمشیر سے
جہنم رسید ہوا۔ لیکن یہ چنگاری امدادی امداد دہتی رہی۔ "اسودوسی" اور "بخت سہاج" نامی
لوگ فتنہ افکار ختم نبوت کو ہوا دیتے رہے ان کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے دور میں مردان

هَذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي

امت مسلمہ کے لیے خوشخبری

عالم اسلام کے عظیم مفسر امام فخر الدین رازیؒ (م: ۷۰۶ھ)

کی مقبول ترین تفسیر "مصابہ العقب" پر مبنی مقبول ترین زبان اردو میں پہلی بار

فضل قدیر ترجمہ تفسیر کبیر

از

محقق العصر مفتی محمد خان قادری

☆ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے رشتہ محبت و غلامی کو مضبوط و مستحکم بنانے
☆ فرقہ واریت کے ظلمت کدوں سے نکل کر حقیقی اسلام سے شناسائی حاصل کرنے
☆ عقائد و اعمال کی اصلاح کی غرض سے مؤثر رہنمائی کے حصول
اور
☆ فکر قرآن سے اپنے قلوب و اذہان کو منور کرنے کے لیے

امت کے متنفذ امام کی تفسیر کا مطالعہ کیجیے

مرکز تحقیقات اسلامیہ لاہور

پتہ: اسلام آباد، لاہور 1۔ اسلام آباد، لاہور 1۔ اسلام آباد، لاہور 1۔ اسلام آباد، لاہور 1۔
042,35300353...03004407048

حق آگاہ کو جماعت عطا فرمائی اللہ کے اہل قانون فتح نبوت کی بنیاد کسی پنپ نہ سکی۔ اصل میں مکررین، مقام مصطفیٰ ﷺ کی عظمت و شان رسالت کو دیکھ نہیں سکتے۔ اس لیے اس آتشِ حسد و انقام میں جلتے رہتے ہیں۔ مگر امت محبوبِ خدا ﷺ کی جنگلاتی تاریخ اس کی گواہ ہے کہ ایسے فتنے کی سرکوبی بھی قاضائے حالات کے مطابق ہوتی رہی۔ اگر مکررین مقام مصطفیٰ ﷺ انقام اور حسد کے آتشِ کدے دہکاتے رہے ہیں تو عاشقانِ حسنِ حبیب کبریا بھی مشق و محبت کے چمن سہاگے اور نسیم بہار سے عباد کی سوس کو مٹاتے رہے ہیں۔

برصغیر پاک و ہند میں اسلام فاتح کی حیثیت سے محمد بن قاسم رضی اللہ عنہ کے ذریعے پہنچا۔ یہ پہلی صدی ہجری کو اعزاز حاصل ہے کہ بھگتہ ہند میں نعرہٴ تکبیر و رسالت بلند ہو گیا اور زحرہٴ توحید سے غوغائے شرک مٹنے لگا۔ ہندوگان مصطفیٰ ﷺ بحق درجہٴ برحق برصغیر میں وارد ہوئے اولیائے امت محمدیہ نے چشتی، قادری، سہروردی، شاذلی، اویسی اور نقشبندی سجادے سہاگے اور مشقِ مصطفیٰ ﷺ کی خیرات تقسیم کی۔ جس سے شرک کی کر ٹوٹ گئی۔ حتیٰ کہ ۱۸۴۰ء میں خلیفہ گورداسپور (پنجاب) کی ایک بہتی رسول پور قاضیاں جس کا بعد میں بکرا کر نام (قادیان) ہو گیا میں ایک شخص مرزا غلام احمد قادیانی پیدا ہوا۔ مثلِ خاندانِ ہمیشہ صحیح العقیدہ حنفی سنی خاندان تھا۔ تصوف سے ہندوستان کا ہر باشعور فرد حلق تھا۔ غلام احمد قادیانی نے بھی تصوف کا مطالعہ کیا۔ اس زمانہ میں پنجاب میں فرید الزمان امیر عاشقان، قانی اعظمی حضرت خواجہ غلام فرید رضی اللہ عنہ (چاچا اں شریف) کا روحانی تذکرہ عروج پر تھا۔ ایسے عالم میں مرزا غلام احمد قادیانی تصوف کے راستے سے فیض لینے کی بجائے خلافت میں آگیا۔ اگر وہ فرید الزمان کے حضور زانوئے عقیدت تہہ کر لیتا تو تصوف کا لیضان اس کو گچ بنا مگر اس نے تصوف سے شکست اور اس کے بعد تصنیف کو عروج دیا۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے بعد میں یہ جھوٹا پروپیگنڈہ کیا کہ اسے حضرت خواجہ غلام فرید رضی اللہ عنہ کی سرپرستی حاصل ہے۔ حالانکہ یہ بھی اس کی جھوٹی نبوت کی طرح جھوٹا دعویٰ تھا جس کو اسی وقت ”فرمانِ فرید الزمان“ کے نام سے بہادول پور سے چھپنے والے ایک رسالہ نے طشت ازہام کر دیا تھا۔ خواجہ صاحب کا تصوف، حضوری والا تھا لیکن قادیانی نے تصوف کے نام پر

سرکارِ دو عالم ﷺ سے دوری کا کھیل کھیلایا۔ مرزا غلام احمد قادیانی اردو، عربی اور فارسی کی واجبی تعلیم رکھتا تھا۔ اسے سب سے زیادہ ڈگمگاہٹ عقیدہٴ توحید میں ہوئی حالانکہ ہر عالم کا یہ بنیادی فرض ہے کہ وہ سب سے پہلے عقیدہ سے آشنا ہو، لیکن قادیانی کو سب سے زیادہ اسی علم (کے حصول) میں ناکامی ہوئی وہ عقیدہٴ توحید، رسالت، معاد اور آخرت پر سب سے زیادہ پریشان خیالی اور توحید کے بارے میں سب سے زیادہ جہالت کا شکار ہوا۔ چنانچہ مرزا کا قول ہے کہ ”اللہ تعالیٰ روزہ رکھتا ہے، نماز پڑھتا ہے، سوتا ہے، جاگتا ہے، لکھتا ہے اور دھنسا کرتا ہے۔ یاد رکھتا ہے، بھول جاتا ہے، مجامعت کرتا ہے اس کا تجزیہ ہو سکتا ہے اس کو تشبیہ دی جاسکتی ہے اس کی تجسیم بھی ہو سکتی ہے۔“ (معاذ اللہ) (البحرین جلد نمبر ۱۲، صفحہ ۹۷)

یہ کتاب قادیانی صاحب کی اپنی تصنیف اور یہ عقیدہ ان کا اپنا بیان کردہ ہے۔ مرزا صاحب دوسری جگہ لکھتے ہیں۔ ”وہ خدا جو ہمارا خدا ہے۔ وہ ایک کھا جانے والی اگ ہے۔“ (سراجِ منیر صفحہ ۵۵ روحانی خزائن جلد ۷، صفحہ ۱۲)

تیسری جگہ مرزا صاحب کا فرمان ہے۔ ”ہم تخلیقی طور پر فرض کر سکتے ہیں کہ قیوم العالمین ایک ایسا وجود ہے جس کے بے شمار ہاتھ ہیں بے شمار پر اور ہر ایک عضو اس کثرت سے ہے کہ تعداد سے خارج اور لا انحصار عرض طول رکھتا ہے۔“ (فتح المرام صفحہ ۷)

توحید کے بارے میں قادیانی کا یہ عقیدہ ایسے ملک میں پھیلا دیا گیا جس میں اولیائے عظام اپنی روحانی اور علمی قوتوں سے شرک کا مقابلہ کر رہے تھے۔ وہاں پر وہ ثابت کر رہے تھے کہ ”اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک ہے۔ جسم، تخمیل اور تجوی طول و عرض موت و حیات سے پاک ہے۔“ یہ شریعتِ فتنہ حنفی کی مستند ترین کتاب، جامع صغیر، جامع کبیر، شامی اور قاضی خان سے بھی مستند اور معتبر اردو تصنیف ہے۔ صدر الشریعہ، ہدایہ الطریقہ حضرت مولانا امجد علی صاحب اعظمی رضی اللہ عنہ نے پہلی دو جلدوں میں عقیدہ کی وضاحت فرمائی ہے۔ قادیانی رضویہ امامِ لاسٹ اعلیٰ حضرت مجددِ بریلوی کی لازوال تصنیف ہے۔ بہارِ شریعت اس کا مکمل جمل ہے جس میں حکام کے تمام اجزاء پر تفصیلی بحثیں موجود ہیں مگر آجہائی قادیانی نے کائناتِ عقیدہ میں بے پناہ خیانتیں اور جہالتیں نکھری ہیں۔ عقیدہ

رسالت کے بارے میں بھی قادیانی کی وہی جہی اس کی کتابوں "انجامِ آخرت"، "البشری"، "سراجِ منیر" اور "بمراہینِ احمدیہ" وغیرہ کے ورقِ ورق میں بکھری پڑی ہیں۔
 علماء حق نے اس کے عقائدِ باطلہ کو اسی طرح مسترد کیا اور شمشیرِ خاتمہ سے افکارِ باطلہ کا سرِ ظم کیا جس طرح اصدقِ الصادقین، سیدِ المستحقین، خلیفہ بلا فضل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی شمشیرِ جہرِ مبارک سے مسلمہ کذاب کوئی نکال دیا۔ اسی سنت کے مطابق علماءِ رہائی نے قادیانی کا تعاقب فرمایا۔ قادیانی نے طمسِ کام تقریباً ۱۸۹۰ء سے شروع کیا۔ ۱۹۰۰ء تک اس کے عقائد اسی طرح ملتے ہیں جس طرح دیگر اہلسنت کے ہیں۔ ۱۹۰۰ء میں اس نے مسیحیت کا دعویٰ کیا اور ۱۹۰۱ء میں نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ اس سے پہلے نبی کریم ﷺ کی فتح نبوت کے موضوع پر اہلِ حضرت امامِ اہلسنت مجددِ اعظم بریلوی نے ایک لازوال تصنیف شائع فرمائی تھی جس کا نام تھا "جہادِ اللہ بآلہِ محمد النبوة" کیونکہ ۱۸۹۰ء میں ایک صاحب نے اثرِ ابنِ عباس کی آڑ میں حضور ﷺ کی فتح نبوت کے خلاف کسی اور نبی کے آجانے کا امکان تراشا تھا۔ اس میں یہ کہا گیا کہ اگر "بافرض بعد زمانہ نبوی کوئی اور نبی بھی آجائے تو حضور ﷺ کی فتح نبوت میں فرق نہیں آئے گا۔" اس میں "بافرض" کے پردے میں حضور ﷺ کے بعد نبوت کے امکان کا شائبہ ملتا ہے۔ علماءِ حرمین نے اس عقیدہ کو بھی کفر قرار دیا تھا۔ اہلِ حضرت فاضل بریلوی نے اپنی اس تصنیفِ لطیف میں اسی امکانی نظریہ کا رد کیا تھا ایک مسئلہ یہ بھی پیدا ہوا تھا۔ تقدم و تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں لیکن اہلِ حضرت فاضل بریلوی نے حضور ﷺ کی تاخر زمانی کے مجرے کو بھی معیارِ فضیلت اور معیارِ فتح نبوت قرار دیا تھا۔ اسی پر امت کا اجماع نقل فرمایا۔ ۱۹۰۱ء میں قادیانی کا دعویٰ نبوت اصل میں ۱۸۹۰ء کے اسی امکانی نظریہ کی ہادگشت تھا۔ قادیانی کے اس باطل نظریہ اور اعلانِ کفر کے خلاف امامِ اہلسنت مجددِ بریلوی کے صاحبزادے جید عالم دین رحمۃ اللہ علیہ مولانا حامد رضا خان نے الصارمِ اہلِ رہائی علی اسرافِ قادیانی کے نام سے لازوال تصنیف مرتب فرمائی۔ سنی علماء نے السواءِ اصحابِ علی مسئلہ کذابِ اہلِ حضرت کی قاطعہ تصنیف کی روشنی میں قادیانی کا بھرپور تعاقب فرمایا۔ احرارِ پنجاب کی سر زمین میں

قادیانیت کے خلاف برقِ الٰہی اللہ کی عظیم برہانِ مہرِ عالم تاب، غوثِ الاسلام حضرت علامہ سید مہر علی شاہ گلڑوی قدس سرہ ابھرے۔ انہوں نے قادیانیت کے گریبان میں ہاتھ ڈالا طوسی میدان میں قادیانی کی خرافات کی چھتار کر دی، اس پر قادیانی اپنی روایتی زبان میں گالی گلوچ پر اتر آیا۔ چنانچہ "تحفہ گلڑویہ" کے نام سے باقاعدہ تصنیف میں مرشدِ الاسلام غوثِ گلڑہ کو کنگی گالیوں سے نوازا۔ حضرت سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے قادیانیت کا سب سے اہم مسئلہ "حیاتِ مسک" کے افکار کو نوکِ قلم پر رکھا۔ کتابِ دست، دلائل و شواہد کی یلغار فرمائی اور یادگار کتاب "سیفِ چشتیائی" تصنیف فرمائی۔ اس میں قادیانی کے تمام حرعومات اور خرافات کا جواب دیا آج تک قادیانی امت کا کوئی بزرگوار ایسا نہ ابھر سکا۔
 اس لازوال کتاب کا جواب دینا پنجاب میں امیر ملت قبلہ عالم سید حافظ جماعت علی شاہ علی پوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی قادیانی کا طوسی، تحریری، تقریری تعاقب فرمایا۔ قادیانی ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کو لاہور کے بمطرحہ روڈ کی احمدیہ ملنگ میں ذلت کی موت مرا۔ ۲۶، ۲۷ اور ۲۸ مئی ۱۹۰۸ء کو امیر ملت کی صدارت میں شاہی مسجد لاہور میں لاکھوں افراد کے جلو میں فتح نبوت کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ اس میں ملک بھر کے علماء اہلسنت موجود تھے۔ حضرت سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کو یہ اعلان فرمایا کہ اگر قادیانی ۳۳ گھنٹے کے اندر ذلت کی موت نہ مرجائے تو مجھے سید نہ کہنا۔ خدا کا کرنا ہی ہوا حضرت کی دعا سے وہ ۳۳ گھنٹے گزرنے سے پہلے پہلے مر گیا۔ (سیرتِ امیر ملت، انوارِ سنونی، قصور) (امیر ملت بہرِ دیر)

پنجاب میں ایک عاشقِ رسول ﷺ حضرت علامہ مولانا نواب الدین رضا بھی اسی زمانہ میں ابھرے۔ مولانا نواب الدین رضا کے داماد مشہور مصنف چمچدری محمد شریف السروف نسیم حجازی مرحوم اور دوسرے داماد سلطان الواسطین حضرت مولانا ابوالاعلیٰ محمد بشیر (کوٹلی لوہار) خدا کے فضل سے موجود ہیں۔ مولانا نواب الدین کے نامور صاحبزادے بزمِ شعر و سخن کے تاجدار حضرت مولانا حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ جو برس برس روزنامہ کوہستان راولپنڈی کے ایڈیٹر رہے اور نشانِ ماہ کے عنوان سے لازوال کالم لکھتے رہے۔ مولانا نواب الدین مرحوم کے اس پس منظر میں ان کا طوسی اور روحانی کردار اپنی جگہ

پر قابلِ فخر ہے۔ مگر قادیانی کے خلاف یہی مردِ جلیل تھا۔ جس نے سب سے پہلے قادیانی کی اپنی عبادت گاہ میں جا کر اس سے مناظرہ کیا اور اس کو شکستِ قاش سے آشنا کیا۔ ”ماہِ طیبہ“ کوئی نو ہماراں لاہور میں مولانا نواب الدین پر تفصیلی مضامین چھپ چکے ہیں۔ ختمِ نبوت کی تحریک کو عظیم ملی سرمایہ حیدر آباد (دکن) کے ملی آفتاب اور خالص سنی حلقی رہنما حضرت علامہ پروفیسر محمد الیاس برنی رحمۃ اللہ علیہ نے ”قادیانی مذہب کا ملی محاسبہ“ لکھ کر فراہم کیا آج تک قادیانی امت اس کتاب کا جواب نہیں دے پائی۔

حضرت پروفیسر الیاس برنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی طرف سے اس کتاب میں کچھ نہیں لکھا صرف مضامین کی سرخیاں ان کے موئے قلم کا شاہکار ہیں۔ دوسرا تمام مواد مستند قادیانی لٹریچر کا خلاصہ ہے اور قادیانیت کے تضادات کو خوبصورت ترتیب دیا گیا ہے۔ حضرت پروفیسر مرحوم نے قادیانیت کا محاسبہ حیدر آباد دکن میں میر عثمان علی خان مرحوم والی حیدر آباد کے زیرِ اہتمام منعقد ہونے والی محافلِ میلاد میں تقاریر کے ذریعہ فرمایا۔ بعد میں اپنی تقاریر کو کتابی شکل میں مرتب فرمادیا۔ قادیانی امت کے خلاف ہمیشہ اہل سنت کا لٹریچر اور کام نمایاں رہا ہے۔ پاکستان میں ۱۹۵۳ء کی تحریک ختمِ نبوت کی قیادت جمعیت علماء پاکستان کے پہلے صدر حضرت علامہ سید ابوالحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی۔ اس وقت مسلم لیگ کی مجلسِ عالمہ میں اہلسنت کے بزرگ ملی قائد حضرت سید احمد سعید گامی رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل تھے۔ جنس منیر نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے کہ مسلم لیگ کی صوبائی کونسل میں سب سے پہلے علامہ گامی رحمۃ اللہ علیہ نے قادیانیوں کے خلاف شرعی فیصلہ کرنے کا مطالبہ کیا کہ انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ خواجہ ناظم الدین مرحوم اس وقت پاکستان کے وزیرِ اعظم تھے۔ ان سے تمام دینی جماعتوں کے رہنماؤں نے ملاقات کر کے قادیانیوں کے خلاف شرعی فیصلہ نافذ کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔ اس وفد میں اہل سنت کے اکابرین حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی اور قائد اہلسنت علامہ امام شاہ احمد نورانی موجود تھے۔ جس کی تفصیلی مجلسِ احرار کے رہنما چانہاز مرزا کی کتاب ”سوانح امیرِ شریعت“ شورشِ کاشمیری کی مشہور کتاب ”سید عطاء اللہ شاہ بخاری“ اور جنس منیر کی رپورٹ میں موجود ہے۔

پاکستان کی پارلیمانی تاریخ میں اگرچہ ۱۹۴۹ء میں ناخدا اسمبلی میں بھی علماء تھے۔ ۱۹۶۲ء کے ایوانِ آئین کی تشکیل اور اس کے زیرِ سایہ اسمبلی میں بھی علماء موجود تھے۔ دن یونٹ کی مغربی پاکستان اسمبلی میں علماء موجود تھے۔ پاکستان کے کسی پارلیمانی فورم پر قادیانیت کا مسئلہ اٹھانے کی کسی کوشش حاصل نہیں ہوئی۔

۱۹۷۰ء کے انتخابات کے بعد ۲۳ اپریل ۱۹۷۲ء کو بلیوے السیف پاکستان میں اسمبلی کا اجلاس بھٹو نے بلایا اس میں پہلے ہی روز قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی نے قادیانیت کے خلاف آواز اٹھائی۔ اس سے پہلے بکچی خان سے قائد اہلسنت نے ڈھاکہ میں مذاکرات کئے اس میں بھی مشہور قادیانی ایم ایم احمد کی سازشوں سے صرف قائد اہلسنت نے پردہ اٹھایا۔ جمعیت کا وفد شیخ الاسلام حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت پر عجیب الرحمن سے مذاکرات کرنے گیا تھا۔ جس کی قیادت قائد اہلسنت نے فرمائی جس میں جناب بھرمہ کرم شاہ اور ظہور الحسن بھوپالی مرحوم شامل تھے۔

قائد اہل سنت نے عجیب الرحمن کو بھی قادیانیوں کے خلاف اپنا ہم خیال بنالیا تھا۔ قائد اہلسنت نے قادیانیوں کے خلاف ۱۹۷۳ء کے دستور میں ترمیم پیش کی۔ آج تک ۱۹۷۳ء کے دستور میں بارہ ترمیم ہو چکی ہیں۔ ان میں ترمیم نمبر ۴ ہی حلقہ ہے۔ جو قادیانیوں سے متعلق ہے۔ یہ اہلسنت کے قائد امام شاہ احمد نورانی نے پیش کی تھی اور اہل سنت کی جبین قادیانیت کے اجتماع کے فخر سے جگمگاتی۔ اہل سنت کی تاریخ روشن ہے۔ آج بھی قادیانیوں کے خلاف سب سے موثر آواز اہل سنت کی ہے۔

دلوں عالم میں تمہیں مقصود گر آرام ہے

ان کا دامن تمام لو جن کا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نام ہے

اس لیف لٹ کے آخر میں سنی ریسرچ سنٹر مہمان روڈ بھائی پھیرو (قصور) کی طرف سے اہم اعلان اور چمکا دینے والے چند سوالات بھی شائع ہوئے تھے۔ مرزا فہیم اختر نورانی کا یہ کتابچہ سالہ ۱۹۸۰ء میں شائع ہوا۔ (ادارہ)

زکوٰۃ و صدقات اور عطیات کا بہترین معرف
زکوٰۃ، صدقات، کفارات یمن و صیام، فدیہ صوم
اور عطیات کے ذریعے

اہلسنت و جماعت کی عظیم دینی درس گاہ

دارالعلوم نعیمیہ

کے مستحق طلبہ کی اعانت کیجئے

(علامہ مولانا) جمیل احمد نعیمی ضیائی

ناظم نشر و اشاعت و استاذ الحدیث

دارالعلوم نعیمیہ

بلاک نمبر 15 - فیڈرل بی ایریا کراچی

فون نمبر 021-36314508-36324236

اشاعت خاص
کردار نورانی زندہ ہے



فاتح مرزا نیت

حضرت قائد اہلسنت

امام شاہ احمد نورانی صدیقی مدظلہ

صدر جمعیت علماء پاکستان و چیئر مین ورلڈ اسلامک مشن



مرتبہ

محمد سلیم مست قادری

علامہ شاہ احمد نورانی ریسرچ سنٹر پاکستان

زاویہ قادریہ سیدنا غوث اعظم سیرت (دہلی) سروس پروڈیوہر آباد (41200)

0321/0300/0313-9429027 mahboobqadri787@gmail.com



ختم نبوت کے مسلمہ اجماعی عقیدہ میں نقب زنی کرنے والے:

دیوبندی مکاتب فکر کے مولوی صاحبان نہایت کمال ہوشیاری کے ساتھ ختم نبوت کے موضوع پر جلے منعقد کرتے ہیں۔ نشر و اشاعت اور اشتہار بازی کے ذریعے سادہ لوح مسلمانوں کے ذہنوں میں یہ بات راسخ کرنے کے لئے کوشاں رہتے ہیں کہ عقیدہ ختم نبوت کے ہم ہی محافظ ہیں۔ حالانکہ حقیقتاً صورت حال اس کے بالکل برعکس ہے جیسا کہ قادیانی حضرات مرزا قادیانی کی جھوٹی نبوت ثابت کرنے کے لئے ہائی مدرسہ دیوبند قاسم نانوتوی کی درج ذیل تحریر کو پر زور انداز میں اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں۔

”اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نئی پیدا ہو جائے تو پھر بھی خاتمیت عہری میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ چہ جائیکہ آپ کے معاصر، کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نئی تجویز کیا جائے“ اور خاتم النبیین کا معنی آخری نبی کرنا عوام کا خیال ہے اہل علم کا نہیں۔“ (تذہیب الداس (کتاب خانہ امدادیہ) ص ۲۳)

قاسم نانوتوی کی یہ گستاخانہ تحریر قرآن وحدیث سے کھلم کھلا بغاوت اور انحراف ہے۔ حضور پر نور ﷺ کا آخری نبی ہونا نص قطعی یعنی قرآن پاک اور حدیث مصطفوی ﷺ سے ثابت ہے چنانچہ دیکھئے رب تعالیٰ جل جلالہ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

☆ خاتم نانوتوی کو ہائی دارالعلوم دیوبند مشہور کیا گیا ہے جبکہ حقیقت میں اس کے ہائی حضرت سید حامی عابد حسن احمدی ہیں جو راست العقیدہ سنی حنفی تھے اور سلسلہ عالیہ قادریہ شریف کی عظیم نسبت کے حامل مولیٰ تھے۔ عقائد کے حامل افراد نے درس گاہ پر قبضہ کر لیا۔ (ادارہ)

(10 اگست 1970ء)



جمعیت علماء پاکستان کے رہنما علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی جمعیت

کی طرف سے دیئے گئے استقبالیہ میں خطاب کر رہے ہیں

بھکرہ جگہ گورنمنٹ ہائی اسکول راجپوت رشی

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِنِ الرَّسُولَ الَّذِي وَعَاهَدَ النَّبِيِّينَ
محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔

(کنز الایمان)

مشہور حدیث پاک ہے:

لَا تَحَادُّهُ النَّبِيُّونَ لَكُنِّي بَعْدِي
میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

حضرت نبی مکرم شفیع معظم ﷺ نے فرمایا اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر فاروق (خلیفہ ثانی) ہوتے۔ قرآن وحدیث کی تعلیمات کی روشنی میں ہر مسلمان اس پر ایمان رکھتا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے آخری رسول ہیں۔ اور امام الانبیاء ﷺ پر باب نبوت ہمیشہ کے لئے بند کر دیا گیا ہے اور ہر مسلمان یہ بھی پختہ عقیدہ رکھتا ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا ہو ہی نہیں سکتا۔ مسئلہ ختم نبوت کا مفہوم بہت سیدھا سادہ، عام فہم، واضح اور حائل آفتاب روشن ہے جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا اب اگر کوئی شخص اپنے آپ کو مسلمان بھی کہلاتا ہو مگر اسے حضور پر نور ﷺ کے ختم المرسلین ہونے پر پختہ یقین نہ ہو اور وہ یہ کہے کہ ”حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا ہو سکتا ہے اور حضور ﷺ کو آخری نبی خیال کرنا حوام کا خیال ہے اہل علم کا نہیں۔“

تو ایسا عقیدہ رکھنے والا شخص مسلمان نہیں رہتا۔ بلکہ وہ قرآن وحدیث کی تعلیمات سے بے بہرہ، گمراہ، گمراہ کن اور دائرہ اسلام سے خارج ہے؟

”اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد دین و ملت علامہ مولانا مفتی محمد احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمہ اللہ نے اس عبارت اور مکتبہ دیوبند کے دوسرے اکابر جن میں مولوی رشید احمد کنکوی، مولوی ظلیل احمد انصاری، مولوی اشرف علی تھانوی اور مرزا قادیانی کی مختلف عنوانات پر لکھی گئی کتابوں میں کفریہ عبارات کے سلسلے میں یکے بعد دیگرے طبعہ طبعہ خطوط ارسال کئے یا تو ان عبارات کا صحیح عمل بیان کیجئے یا پھر توبہ کر کے ان عبارات کو اپنی

تحریروں سے نکال دیجئے۔ اس سلسلے میں رسائل بھی لکھے گئے۔ مرزا قادیانی اور علماء دیوبند اس سے منہ نہ ہوئے۔ علامہ محمد عبدالکیم شرف قادری کتاب حسام الحرمین کے (مقدمہ) ہجاء آغاز میں رقم طراز ہیں کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں نے تحذیر الناس کی تصنیف کے تیس سال بعد ان عبارات کی بناء پر ۱۳۲۰ھ میں المستعد المستعد کے حاشیہ المستعد المستعد میں مذکورہ افراد پر فتویٰ کفر صادر فرمایا۔ ۱۳۲۳ھ میں اعلیٰ حضرت نے المستعد المستعد کا وہ حصہ جو فتویٰ پر مشتمل تھا حرمین طہن کے علماء کی خدمت میں پیش کیا۔ جس پر وہاں کے پینتیس جلیل القدر علماء کرام نے زبردست تقریضیں لکھیں اور واقفان الفاظ میں تحریر کیا کہ مرزا قادیانی کے ساتھ ساتھ افراد مذکورہ بھی بلا تک وشبہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور امام احمد رضا خان قادری بریلوی کوحامیت دین کے سلسلہ میں بھرپور خراج تحسین پیش کیا۔ علماء حرمین طہن کے یہ فتویٰ حسام الحرمین علی منہوا الکفر واللعن (۱۳۲۳ھ) کے نام سے شائع کر دیئے گئے۔ تحذیر الناس کے حامی بڑے دھڑلے سے یہ بات پیش کیا کرتے ہیں کہ فلاں فلاں جگہ مولوی تالوتوی نے عقیدہ ختم نبوت امت مسلمہ کے مطابق پیش کیا ہے۔ وہ ختم نبوت (زمانی) کے کیسے منکر ہو سکتے ہیں؟ لیکن وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ ایک دفعہ کالکھار سینکڑوں وفد کے اقرار پر پانی پھیر دیتا ہے۔ کیا دعویٰ نبوت کے باوجود مرزا قادیانی کی متعدد تصریحات موجود نہیں ہیں۔ جن سے عقیدہ ختم نبوت کی حمایت کا پتہ چلتا ہے؟ اس عنوان پر غزالی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ کی تصنیف ”التبشیر برد التعلیل“ کا مطالعہ سودمند رہے گا۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ نے اکابر دیوبند کے غیث باطن کا پردہ چاک کر کے ناموس رسالت کی پاسداری کا کما حقہ فریضہ ادا کیا اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بریلوی اور دیوبندی نزاع (جھگڑا) کی اصل بنیاد یہ عبارات ہیں نہ کہ فردی مسائل۔“ (علامہ محمد عبدالکیم شرف قادری، حسام الحرمین: مقدمہ، ہجاء آغاز)

اکابر دیوبند محافظ ختم نبوت یا محسن قادیانیت؟

دراصل قادیانی جماعت کے محسن بھی یہی اکابر دیوبند ہیں جنہوں نے قادیانیوں کے بھولنے نبی مرزا قادیانی کو دعویٰ نبوت کی بنیاد فراہم کی۔ اب آپ خود فیصلہ کریں کہ

اکابر دیوبند حافظ ختم نبوت ہیں یا حسن قادیانیت؟ کیا قاسم نانوتوی نے مسئلہ ختم نبوت کے خلاف ناکام سعی کر کے ناقابل طافی جرم کا ارتکاب نہیں کیا؟ اگر موجودہ دیوبندی حضرات ختم نبوت کے مسئلہ میں قلعہ ہیں تو وہ تعصب و فرقہ واریت سے بالاتر ہو کر جرأت مندی کے ساتھ مذہبی غیرت کا مظاہرہ کریں اور قاسم نانوتوی و دیگر اکابر دیوبند کی کفریہ عبارات سے اظہار لاف لٹکی کریں اور مذکورہ افراد کو کافر جانیں۔

۱۹۵۲ء میں مرزا نیوں کے خلاف کراچی میں آل پاکستان مسلم پارٹیز کانفرنس کا انعقاد ہوا تو آپ اس بورڈ کے اہم رکن مقرر ہوئے۔

(ماہنامہ ترجمان اسلام کراچی۔ ختم نبوت نمبر۔ ش۔ اگست ۱۹۷۲ء)

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں آپ کراچی میں مولانا عبدالحمید بدایونی علیہ الرحمۃ اور دیگر علماء کے ساتھ تحریک میں شامل ہوئے آرام باغ میں جمعہ کے دن تحریک کا آغاز ہوا تو امام نورانی پیش پیش تھے۔ گرفتاری کے لئے رضا کاروں کی تیاری کے علاوہ دیگر ضروری انتظامات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ (رپورٹ: تحقیقاتی عدالت جسٹس میر پورٹ ص ۸۰)

۱۹۶۹ء میں امام نورانی نے پاکستان آنے کے بعد سب سے پہلا قادیانیوں کے بارے میں بیان جاری کیا تھا۔ آپ نے یحییٰ خان (سابق صدر پاکستان) کو مخاطب کرتے ہوئے صاف کہا تھا کہ تمہارا قادیانی شیر ایم۔ ایم۔ احمد پاکستان کی معیشت کو تباہ کر رہا ہے۔ جس کے نتیجے میں مشرقی پاکستان ہمارے ہاتھ سے نکل سکتا ہے۔ (ماہنامہ نیاے حرم شمس دسمبر ۱۹۷۴ء ص ۱۲)

قومی اسمبلی میں امام نورانی کی نظام مصطفیٰ کے نفاذ اور ختم نبوت کے تحفظ کی پہلی آواز:

اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے حضرت امام نورانی کو مستقبل میں ہونے والے واقعات و حالات اور ملک کو آمدہ و پیش سنگین مسائل پر قبل از وقت تجزیہ کرنے کا وافر ملکہ عطا فرمایا ہے۔ وقت کے دھارے نے یہ ثابت کیا ہے کہ اس دور بین قائد کے مستقبل کے بارے میں تجزیے اکثر اوقات بالکل صحیح ثابت ہوئے جو آپ کے علم و فضل، فہم و فراست اور سیاسی بصیرت کا منہ بولا ثبوت ہے۔ قومی اسمبلی کا رکن منتخب ہوتے ہی آپ نے مستقبل کی منصوبہ بندی تیاری کر لی تھی۔ امام نورانی نے نظام مصطفیٰ کے نفاذ و مقام مصطفیٰ

کے تحفظ کے لئے پارلیمنٹ کے اندر آنکلی و قانونی جنگ لڑنے کا فیصلہ کیا۔ آپ نے اس آنکلی جدوجہد کا آغاز کرتے ہوئے قومی اسمبلی کے پہلے اجلاس میں ہی نظام مصطفیٰ کے نفاذ اور مسئلہ ختم نبوت کے بارے میں صدائے حق بلند کی۔ آپ نے مرزا نیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلانے کی بنیاد رکھنے کے لئے معزز ایوان میں مطالبہ کیا کہ آئین میں مسلمان کی تعریف درج ہونی چاہیے۔ اس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

”۱۵ اپریل ۱۹۷۲ء کو قومی اسمبلی کے پہلے اجلاس میں عبوری آئین پر تقریر کرتے ہوئے امام شاہ احمد نورانی نے اسلام اور ختم نبوت کے تحفظ کی پہلی آواز بلند کرتے ہوئے سب سے پہلے یہ نعرہ حق بلند فرمایا کہ جو آئین فریم میں سجا کر پیش کر دیا گیا ہے اس میں اسلام کو قطعاً کوئی تحفظ نہیں دیا گیا۔ میں اس دستور کو اس معزز ایوان کے لئے قابل قبول نہیں سمجھتا ہوں اور میں اس دستور کی مخالفت کرتا ہوں اگر اس دستور کو نافذ ہی کرنا ہے تو وہ دفعات جو اسلام کے اندر اسلام کے مستحق ہیں۔ ان دفعات کے متعلق کسی کمیٹی کے سامنے میں بیان دے سکتا ہوں بہت سے یہاں عالم موجود ہیں۔ وہ بھی بیان دیں گے اسلام کے مطابق دستور کی دفعات بنانے میں تعاون کریں اور ان دفعات کی تصحیح کی جائے جو اسلام کے خلاف ہیں پھر اس عارضی دستور میں ترمیم کر دی جائے تب یہ قابل قبول ہو سکتا ہے۔ اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ پاکستان کا صدر مسلمان ہوگا مگر مسلمان کی تعریف کوئی نہیں جانتا کہ کیا ہے؟ ہر شخص مسلمان بننے کی کوشش کرتا ہے اس ملک میں اسلام کے بدترین قسم کے دشمن موجود ہیں۔ وہ مسلمان بن کر یہاں حکمران بن سکتے ہیں اور چور دروازے سے حکومت کرنے کے لئے یہاں آسکتے ہیں۔ مسلمان کی تعریف کروں گا آپ نے فرمایا کہ آئین میں یہ بات درج ہونی چاہیے کہ مسلمان وہ ہے جو خدا کی وحدانیت قیامت کے آنے، قرآن پاک خدا کی آخری کتاب ہونے، رسول اللہ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے اور رسول کریم ﷺ کی سنت و حدیث اور قرآن پاک کے احکامات پر کامل یقین رکھتا ہوں۔ اس قسم کی تعریف اور پابندی اس کے اندر موجود نہیں اگر کوئی کیونٹ ہے تو وہ بھی صدر مملکت بننے کے قابل نہیں ہے۔ سوشلسٹ اگر کیونٹ ہے تو وہ بھی اس

قابل نہیں ہے میں عرض کر رہا تھا وہ یہ ہے کہ دستور میں مسلمان کی تعریف نہیں ہے جو آنحضرت ﷺ کو آخری نبی نہیں مانتے ہم ان کو مسلمان نہیں سمجھتے تو پھر یہ کیسے چور دروازے سے آکر سلام کے نام پر حکمران بن سکتے ہیں اور جابی کا سامان پیدا کر سکتے ہیں میں وزیر قانون کی خدمت میں عرض کروں گا کہ دستور جو ہو وہ اسلام کے مطابق ہو۔ یہ آئین وزیر قانون کے نزدیک صحیح ہو سکتا ہے اور مکمل ہو سکتا ہے مگر ہم اس میں ترمیم کرنے کے بغیر اسے ٹھیک نہیں سمجھتے۔ اسے بڑا خوشنما بنا کر ہمارے سامنے سجا کر رکھا گیا ہے اس میں خوشنما ہی خوشنما ہے مگر کام کی بات نہیں رکھی گئی اور اس کے اندر اسلامی روح موجود نہیں ہے بلکہ اسلامی روح کو مسخ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

(روایت قومی اسمبلی: سورہ ۱۱۵، اپریل ۱۹۷۲ء صفحہ ۱۱۸، ۱۱۹)

لہذا آپ کی کوششوں سے آئین میں مسلمان کی تعریف درج کی گئی۔

مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کا عظیم کارنامہ

امام انقلاب حضرت علامہ شاہ احمد نورانی مدظلہ صاحب نے مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ اور حضور خاتم النبیین ﷺ کی عظمت و رفعت اور شان و شوکت کو بلند رکھنے کے لئے ۳۰ جون ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی میں ایک تاریخی قرارداد پیش فرمائی کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے قرارداد کا مسودہ تیار کرنے کے بعد خان عبدالولی خان سے آپ نے فرمایا۔ خان صاحب! آج شام میں آرہا ہوں قرارداد کے مسودے پر آپ کے دستخط کروانے ہیں شام کو آپ خان صاحب کے پاس تشریف لے گئے خان صاحب نے پوچھا ”مولانا فرمائیے! کیا حکم ہے؟ علامہ نورانی نے فرمایا کہ یہ مسودہ ہے یو لے کیا اس پر میرے دستخط چاہیں میں نے کہا آپ کے دستخط سب سے پہلے ہوں گے۔ علامہ نورانی صاحب نے کہا کہ آپ مسودہ ایک نظر دیکھ لیں۔ یو لے، کوئی ضرورت نہیں اور بلا کسی تردد کے انہوں نے قرارداد کے مسودے پر دستخط کر دیئے اس وقت غوث بخش بزنجو صاحب ان کے پاس بیٹھے تھے انہوں نے بھی بغیر کسی لیت و لعل کے دستخط کر دیئے۔

اس قرارداد پر حزب اختلاف کے ۲۲ افراد (جن کی تعداد بعد میں ۳۷ ہو گئی) نے دستخط کئے۔ البتہ جمعیت العلمائے اسلام کے (دو بڑی مکاتب فکر) مولوی غلام غوث ہزاروی اور مولوی عبدالحکیم نے اس قرارداد پر دستخط نہیں کئے۔ اس تحریک میں امام نورانی کو قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی اور رہبر کمیٹی کا ممبر بھی منتخب کیا گیا۔ آپ نے پوری ذمہ داری کے ساتھ دونوں کمیٹیوں کے اجلاس میں شرکت کی۔ آپ نے قادیانیت سے متعلقہ ہر قسم کا لٹریچر اسمبلی کے ممبروں پر تقسیم کرنے کے علاوہ ممبروں سے ذاتی رابطہ بھی قائم کیا اور شتم نبوت کے مسئلہ سے انہیں آگاہ کیا۔ اس تحریک میں تین ماہ کے دوران آپ نے صرف پنجاب کے علاقہ میں تقریباً چالیس ہزار میل کا دورہ کیا۔ ڈیڑھ سو شہروں، قصبوں اور دیہاتوں میں عام جلسوں سے خطاب کرنے کے علاوہ سینکڑوں کتابوں کا مطالعہ کیا۔“

(کتاب، مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا ابوبکر محمد صادق ص ۱۶۰)

مذکورہ قرارداد اسمبلی میں پیش کرنے سے پہلے آپ نے اس کی ایک ایک کاپی تمام اخبارات اور دیگر ذرائع ابلاغ کو بھجوا دی تھی اور اخبارات نے اسے سرخیوں کے ساتھ شائع کر دیا تھا آپ کی قرارداد میں مرزا ناصر (ناسور) نے ایک بیان دیا تھا جس میں کہا گیا تھا کہ علامہ مولانا شاہ احمد نورانی کی قرارداد ایک طرف ہے انہوں نے ایک بیان میں مطالبہ کیا تھا کہ اگر شاہ احمد نورانی اس قرارداد کو قومی اسمبلی میں پیش کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں بھی اس بات کا حق دیا جائے کہ ہم بھی قومی اسمبلی میں اپنے موقف کی وضاحت کر سکیں جب آپ قرارداد کا مسودہ صاحبزادہ فاروق علی خان پٹنکر قومی اسمبلی کو پیش کرنے کے لئے ان کے جیمبر میں تشریف لے گئے وزیراعظم مسٹر بھٹو اور حفیظ جہزادہ بھی اس وقت وہاں موجود تھے مسٹر بھٹو اس وقت بہت پریشان تھے اور وہ اس قرارداد کے پیش کرنے پر علامہ نورانی سے خفا تھے ان کا موقف تھا کہ مولانا! آپ نے میرے لئے خواہ خواہ ایک مسئلہ اور مصیبت کھڑی کر دی ہے۔ مسٹر بھٹو آپ سے کہنے لگے دیکھئے مولانا! قومی اسمبلی کو قومی اسمبلی رہنے دیں کیا اب اسمبلی میں مجلس مناظرہ ہوگی ویرہ وغیرہ۔ مسٹر بھٹو کا موقف یہ تھا کہ آپ لوگ قادیانیوں کو خارج از اسلام قرار دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں علماء کرام کے فتوؤں سے ہم نے انکار تو نہیں کیا پھر اس معاملے کو قومی اسمبلی میں لانے کی

کیا ضرورت تھی؟ بھٹو نے کہا کہ یہ سب مذہبی جنوں کی باتیں ہیں علامہ نورانی صاحب نے کہا بھٹو صاحب ایسے سب محض مذہبی مسئلہ نہیں ہے پاکستان کے اندر یہ مسئلہ بہت حد تک سیاسی بن چکا ہے مسٹر بھٹو نے کہا کہ مرزا ناصر احمد نے جو بیان دیا ہے کہ یہ سب یک طرفہ ہے آپ نے کہا کہ اس کا حل یہ ہے کہ آپ مرزا ناصر کو بلا لیجئے بھٹو کہنے لگے مرزا ناصر الدین کو اسمبلی میں کیسے بلایا جاسکتا ہے؟ علامہ نورانی نے کہا کہ مرزا ناصر الدین کو کیمرے میں بلایا جاسکتا ہے اسے "پارلیمنٹ ان کیمرہ" کہتے ہیں کوئی بھی محض اس میں ترمیم نہیں کر سکتا ہم اراکین اسمبلی الہتہ ہوں گے مرزا صاحب آئیں اور وہ اپنا بیان دے دیں آپ ان کی سن لیجئے اس کے بعد قومی اسمبلی جو مناسب سمجھے وہ کرے اس قرارداد پر قومی اسمبلی میں دو ماہ سات روز تک عام بحث ہوتی رہی۔

اسی دوران بھٹو صاحب سے اسی سلسلہ میں آپ کی تین میٹنگز ہوئیں۔ ایک میٹنگ رات دو بجے تک چلتی رہی۔ اس میں سردار شیر باز مزاری، حامی مولا بخش سومرو (الہی بخش سومرو کے والد) اور جنس افضل چیمہ بھی موجود تھے۔ بھٹو صاحب نے کہا کہ اس قرارداد کے منظور ہونے سے پاکستان پیپلز پارٹی کی بہت بدنامی ہوگی۔ لوگ پاکستان پیپلز پارٹی کو ایک سیکولر پارٹی سمجھتے ہیں۔ امام نورانی نے کہا کہ اگر کچھ لوگ اس طرح کی باتیں کرتے بھی ہیں تو آپ کو ان کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔ کیونکہ یہ بات پیپلز پارٹی کے منشور میں شامل ہے کہ اسلام ہمارا دین ہے۔ بھٹو صاحب بڑی مشکل سے قائل ہوئے تو انہوں نے یہ قرارداد اسمبلی سے باہر اپنی پارٹی کے اراکین کے سامنے رکھی۔ بے رحم اور شیخ رشید نے اس کی بہت شدید مخالفت کی۔ مگر بھٹو صاحب نے کہا کہ یہ اسلام کی بات ہے مذہب کا معاملہ ہے۔ پیپلز پارٹی اس کی مخالفت نہیں کرے گی۔ بے رحم نے قرارداد کی مخالفت میں بہت ہنگامہ کیا۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ یہ قرارداد اسمبلی میں منظور ہوا۔ اس دوران قادیانی بھی اپنا کام کرتے رہے اور مسلمان ممبروں کے ذہن میں شکوک و شبہات پیدا کرتے رہے۔ چنانچہ ایک رکن اسمبلی نے حضرت امام نورانی سے کہا کہ مرزا ناصر کہتا ہے کہ جب کوئی مسلمان قادیانی الرسول کے جذبے سے سرشار ہو کر مقام صدیقیت پر فائز ہو جاتا ہے تو اس کے لئے نبوت کی کھڑکی کھل جاتی ہے۔ امام نورانی نے یہ بات سن کر اس

ممبر سے کہا کہ مرزا ناصر کا یہ کہنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی یہ کہے کہ جب مسلمان عبادت و ریاضت سے خدائی اللہ کا درجہ حاصل کر لے تو کیا اس کے لئے الوہیت کی کھڑکی کھل جاتی ہے؟ یہ جواب اس ممبر کی سمجھ میں آگیا۔ اس نے کہا کہ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔

اسمبلی میں حضور ﷺ کا زندہ معجزہ

قومی اسمبلی میں جب قادیانوں کے سربراہ مرزا ناصر پر جرح ہو رہی تھی اس موقع پر قومی اسمبلی کے اراکین نے اپنی ٹکٹوں سے حضور نبی کریم ﷺ کے زندہ معجزے کا مشاہدہ کیا۔ اسلام آباد میں کئی منزلہ عمارت میں جو چاروں طرف سے بند اور ایئر کنڈیشنڈ ہے قومی اسمبلی کا اجلاس ہوتا تھا اور اسمبلی کے اجلاس کے دوران کبھی ایسا نہیں ہوا تھا کہ اوپر سے کوئی چیز کسی بھی رکن پر پڑی ہو۔ لیکن اس وقت کے اراکین قومی اسمبلی اس امر کے شاہد ہیں کہ جب مرزا ناصر نے اپنا ۸۰ صفحات پر مشتمل مضمر نامہ پڑھنا شروع کیا تو کسی پرندہ کا ایک پر جو غلاطت سے بھرا ہوا تھا۔ چھوٹے پتکے سے نکل کر آہستہ آہستہ گھومتا ہوا سیدھا مرزا ناصر کے مضمر نامہ پر گرا اور لوگوں نے دیکھا کہ مرزا ناصر کا مضمر نامہ گندہ سے بھر گیا اور وہ بری طرح کانپ گیا اور اس کے منہ سے نکلا "آئی ایم ڈسٹربڈ" بہر حال مضمر نامہ پڑھا گیا۔ اراکین اسمبلی نے مرزا ناصر سے ختم نبوت، حیاتِ مسیح علیہ السلام اور دیگر متعلقہ ضروری مسائل پر ایک سو اسی سوالات کئے جن میں ۷۵ سوالات جمعیت علماء پاکستان کے اراکین کی طرف سے کئے گئے۔

سوالات لکھ کر اسمبلی کے سیکرٹری کو دیئے گئے اور ان سوالات کو پوچھنے کی ذمہ داری انٹرنی جنرل پاکستان جناب یحییٰ بختیار کے سپرد کی گئی۔ مسلسل گیارہ روز تک مرزا ناصر سے جرح ہوتی رہی اور سوال اور جوابی سوال کیا جاتا رہا۔ مرزا کو صفائی پیش کرتے کرتے پینہ چھوٹ جاتا اور آخر تک آکر کہہ دیتا کہ بس اب میں تھک گیا ہوں۔ ایئر کنڈیشنڈ کمرے میں پچاس سے زائد گلاس پانی کے مرزا ناصر روزانہ پیتا تھا اسے یہ گمان نہیں تھا کہ اس طرح عداوتی کٹہرے میں بٹھا کر اس پر جرح کی جائے گی۔

مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلانے کا سہرا امام شاہ احمد نورانی کے سر ہے

خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں مسلمہ کذاب جموں نے مدی نبوت کا سرگرم کر کے اس فتنے کا قلع قمع کیا تھا۔ مرزا غلام قادیانی انگریزوں کا پروردہ ایجنٹ اور مسلمہ کذاب کا جھوٹا کار تھا۔ مرزا غلام قادیانی کے باطل نظریات کی بخ کنی کا سہرا بھی اسی خانوادہ صدیقی کے چشم و چراغ عاشق رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم، جانشین حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، مدعی انقلاب نظام مصطفوی، امام اہلسنت حضرت علامہ مولانا القاری الحافظ الشیخ الشاہ احمد نورانی صدیقی صاحب مدظلہ العالی کے سر ہے۔ چنانچہ آپ کی پیش کردہ قرارداد پر ۷ ستمبر ۱۹۷۳ء کو قومی اسمبلی میں قادیانی جماعت و لاہوری جماعت کے مرزائی قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔

ماہنامہ ضیائے حرم لاہور (ش۔ دسمبر ۱۹۷۳ء) کے نمائندہ خصوصی کے ایک سوال کہ کسی بات کو آئین کا حصہ بنادینے سے عوام کو کیا حاصل، عوام تو معاشرتی زندگی میں اس کا نفاذ چاہتے ہیں؟ کا جواب دیتے ہوئے امام نورانی نے فرمایا ”ٹھیک ہے“ آئین پر عمل درآمد نہایت ضروری ہے۔ قادیانی مسئلہ میں ہم اللہ کے فضل سے کامیاب رہے ہم نے سخت جدوجہد کے بعد اسمبلی میں اس مسئلہ کو حل کرایا ہے۔ الحمد للہ یہ فیصلہ اب دستور کا حصہ بن چکا ہے اب اگر کوئی حکمران اس پر عمل نہیں کرتا تو یہ اس کی اپنی بدبختی ہے حضرت امام نورانی نے اس فیصلے کے بعد ملکی اور عالمی سطح پر اس کے اثرات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ قادیانی ملک کے وفادار نہیں ان کی ہمدردیاں آج بھی اس ملک کے ساتھ ہیں جہاں ان کا ”قادیان“ ہے وہ ہمیشہ اکھٹے بھارت کی علمبردار رہے ہیں۔ اس فیصلے سے ملک کی سالمیت کا تحفظ ہو گیا ہے اب وہ ہمارے ملک کے خلاف کوئی سازش نہیں کر سکیں گے جہاں تک عالمی سطح پر اس کے اثرات کا تعلق ہے تو قادیانی اخبار اور رسائل بھی چھپنے لگے ہیں کہ اب وہ دنیا میں تبلیغ کس طرح کر سکیں گے؟ قادیانیوں نے دنیا بھر میں مشہور کر رکھا تھا کہ پاکستان میں ”احمدیوں“ کی اکثریت ہے۔ اب یہ لوگ وہاں تبلیغ کرنے جائیں تو ان سے کہا جائے گا کہ پاکستان کے مسلمانوں نے تو تمہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا ہے تم یقیناً ہمیں اسلام کی نہیں بلکہ کسی اور مذہب کی دعوت دے رہے ہو۔ حضرت امام نورانی

نے اپنے ایک اخباری بیان میں ایک اہم انکشاف فرمایا کہ پارلیمنٹ نے قادیانیوں کے بارے میں جو فیصلہ کیا ہے اس فیصلے کے بعد پچاس ہزار قادیانیوں نے اسلام قبول کیا اگر اس فیصلے کی موثر طریقے سے تشہیر کی جاتی تو باقی ماندہ قادیانی بھی اسلام قبول کر لیتے۔

قادیانیوں کی طرف سے پچاس لاکھ کی پیشکش

کراچی کی ایک دعوت کے موقع پر حضرت مولانا مفتی ظفر علی نعمانی صاحب اور مفکر اسلام پروفیسر شاہ فرید الحق صاحب سے آگرہ کے اکبر عادل صاحب سی۔ ایس۔ پی ریٹائرڈ سیکرٹری وزارت صنعت و حرفت حکومت پاکستان نے ذکر کیا کہ ”آپ کے صدر جمعیت عجیب آدمی ہیں کہ محض اپنی قرارداد سے دو لاکھوں کے اخراج پر انہیں بہت بڑی رقم مل رہی تھی جو انہوں نے لشکر ادبی مفصل واقعہ بیان کرتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ اسلام آباد میں تحریک ختم نبوت کے دوران میرے مکان پر علامہ شاہ احمد نورانی کی دعوت تھی کچھ اور لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے کہ بعض آدمی مرزائی فرقہ کے لاہوری گروپ سے متعلق تھے وہاں آئے اور پوچھا کہ معلوم ہوا ہے کہ آپ کے ہاں مولانا نورانی تشریف فرما ہیں ہم ان سے بات کرنا چاہتے ہیں ان کو اندر لے گیا اور حضرت نورانی صاحب سے کہا کہ یہ لوگ آپ سے کوئی بات کرنا چاہتے ہیں حضرت نے فرمایا کیا بات ہے؟ ان لوگوں میں تین چار سرکاری افسر بھی تھے ایک صاحب نے کہا جناب ہم نے سنا ہے کہ آپ نے اپنی قرارداد میں لاہوری گروپ کو بھی غیر مسلم قرار دیا ہے حالانکہ ہم مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتے لہذا آپ کی قرارداد میں ہمارا ذکر درست نہیں ہے آپ یوں کریں کہ اپنی قرارداد سے ہمارا نام نکال دیں ہم اس کے عوض آپ کو پچاس لاکھ روپے پیش کرتے ہیں۔

علامہ نورانی نے فرمایا آپ کی پیش کش ہمارے جوتے کی ٹوک پر ہے اس لئے کہ ہمارا جوتا اس پیش کش سے قیمتی ہے مرزا مدعی نبوت ہے اور جہاں سے جہاد مسلح یا مسلمان مانتا ہے وہ بھی کافر ہے اور میری قرارداد سے کوئی لفظ حذف نہیں ہوگا آپ لوگ یہاں سے نکل جائیں وہ لوگ چلے گئے تو علامہ نورانی نے فرمایا کہ کئی ایسے سرکاری افسر ہیں کہ وہ بار بار ان لوگوں کی سفارش کرتے ہیں کہ صاحب ان لوگوں کا آپ کیوں ذکر لے آئے ہیں یہ تو نبی نہیں مانتے لیکن الحمد للہ اللہ کریم نے استقامت عطا فرمائی ہے یہ پیسے آتی جاتی چیز ہے اصل

دولت، دولت ایمان ہے اور سرمایہ آخرت۔ (کتاب: سوانح شاہ احمد نورانی، مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ صفحہ ۱۵۷)
قادیانیوں کے لئے نکلی تلوار

حضرت علامہ ارشد القادری صاحب جو اہل سنت و جماعت کے عالمی مبلغ، کثیر الاشاعت کتب کے مصنف اور ورلڈ اسلامک مشن کے سابق ڈائریکٹر جنرل ہیں نے ۱۹۹۱ء میں حیدر آباد (پاکستان) میں منعقدہ امام احمد رضا کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے حضرت امام شاہ احمد نورانی کی جرأت و بے ہاکی کا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ سرینام جو ساؤتھ افریقہ میں واقع ہے۔ وہاں پر عید میلاد النبی ﷺ کا جلسہ تھا اس جلسہ میں سرینام کے وزیراعظم کو مدعو کیا گیا تھا۔ جلسہ گاہ میں سٹیج پر پروفیسر سید شاہ فرید الحق، میں (علامہ ارشد القادری) اور دیگر علماء کرام تشریف فرما تھے۔ امام شاہ احمد نورانی صاحب تقریر فرما رہے تھے وزیراعظم سرینام اپنے ساتھ ایک وزیر کو ساتھ لے آیا۔ سوہ اتفاق کیسے کہ وہ وزیر قادیانی تھا اور امام شاہ احمد نورانی اسے جانتے تھے کہ یہ قادیانی ہے۔ جیسے ہی اس وزیراعظم نے سٹیج پر قدم رکھا امام نورانی نے ان کا خیر مقدم کیا اور فرمایا کہ پرائم منسٹر صاحب آپ ہمارے مہمان ہیں۔ آپ تشریف رکھیے اور قادیانی وزیر کی طرف دیکھتے ہی فرمایا کہ یہ ”غیبت“ کہاں سے آگیا؟ پرائم منسٹر صاحب آپ اس کو یہاں سے ہٹائیے گا آپ کی مہربانی ہوگی۔ یہ قادیانی ہے یہ ہماری سٹیج پر نہیں بیٹھ سکتا۔ چنانچہ وزیراعظم کو مجبور ہو کر اس قادیانی وزیر سے کہنا پڑا کہ اچھا تم چلے جاؤ۔ اس طرح وہ قادیانی وزیر چلا گیا۔ علامہ ارشد القادری صاحب نے درد بھرے لہجے میں کہا کہ لوگوں نے امام شاہ احمد نورانی کو سمجھا نہیں ہے جب وہ نہیں رہیں گے اس وقت آپ سمجھیں گے۔ اس وقت سمجھنا بے کار ہے۔ امام نورانی نے پاکستان کی قومی اسمبلی میں مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلا یا اور پوری دنیا نے اس فیصلے کی بیخودی کی۔

حسبِ خدا کی، اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ ایسا مرد مجاہد، بے لوث، ہڈ رو بے خوف، مجاہد حق و صداقت، قادیانیوں کے لئے نکلی تلوار اور ایسا مستحقِ قائد میں نے آج تک نہیں دیکھا اس لئے آپ کو ایسے بے باک قائد کی قدر کرنی چاہیئے۔

اگست ۱۹۷۲ء کے ماہنامہ ترجمانِ اہلسنت کراچی کے شمارہ میں امام شاہ احمد

نورانی صدیقی کا مرزائیت و قادیانیت کے بارے میں ایک انٹرویو شائع ہوا اس مضمون کی مناسبت سے آپ سے کئے گئے چند سوالات کے جوابات تحریر کئے جاتے ہیں۔

سوال: بیرونی ممالک میں کبھی قادیانیوں سے آپ کا واسطہ پڑا ہے؟

جواب: بیرونی ممالک میں متعدد بار قادیانیوں سے واسطہ پڑا ہے۔ نیروبی، دارالسلام، مارشس اور لاطینی امریکہ میں سرینام، برٹش، گیانا اور ٹرینی ڈاڈ کے مقامات پر بھی ساتھ پڑا اور مناظرے بھی ہوئے۔

الحمد للہ! ان مناظروں میں جو پانچ پانچ چھ چھ کھینے جاری رہتے تھے۔ مجمع عام میں قادیانیوں کو کھل شکست دی۔ قادیانیوں کا لندن سے رسالہ نکلا ہے ”اسلامک ریویو“ اس کے ایڈیٹر سے ۱۹۶۸ء میں ٹرینی ڈاڈ میں مناظرہ ہوا جو ساڑھے پانچ کھینے چلتا رہا۔ اور بالآخر وہ کتابیں لے کر بھاگ گئے دوسرا مناظرہ جنوبی امریکہ میں سرینام کے مقام پر ہوا۔

قادیانیوں کے مشہور مناظر موجود تھے اور انہوں نے راہ فرار اختیار کی نیروبی میں مرزائی مناظر مبارک احمد کے نام سے تھا۔ مناظرہ کی تاریخ مقرر ہوئی لیکن وہ فرار ہو گیا اس طرح بے شمار مناظرے ہوتے رہے اور یہ لوگ میدان چھوڑ کر بھاگتے رہے اس طرح میں نے عقیدہ ختم نبوت کو ثابت کیا اور ان کے کفر کو باطل کیا۔

سوال: اس کے نتیجے میں کچھ لوگوں نے توبہ کی یا ان پر کوئی اثر نہ ہوا؟

جواب: الحمد للہ! اس کے نتیجے میں اب تک ۶۰۰ قادیانیوں نے توبہ کی ہے اور یہ مناظروں اور ان کے راہ فرار اختیار کرنے کے بعد ہوا اور لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ یہ جھوٹے اور فریبی ہیں۔

سوال: تحریری طور پر اس سلسلے میں آپ نے کیا کچھ کام کیا ہے؟

جواب: انیسویں کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں کے جذبہ دینی میں کوئی شبہ نہیں لیکن اس کا عملی مظاہرہ کچھ دیر سے ہوتا ہے۔ تحریری طور پر ختم نبوت پر انگریزی زبان میں میرے پاس ایک کتاب ہے جس میں میں نے ایک سو سے زائد آیات اور تین سو سے زائد احادیث نبوی ﷺ سے صراحتاً حضور اکرم ﷺ کی ختم نبوت کو ثابت کیا ہے۔ لیکن وہ کتاب طبع

نہیں ہو سکی اور نہ ابھی اس کے طبع ہونے کی امید ہے اس لئے کہ وہ ختم بھی ہے اور اس کی طباعت کے اخراجات بڑھتے جا رہے ہیں۔ پہلے اس کی طباعت پر ۲۵ ہزار کے خرچ کا اندازہ تھا اب کاغذ کی گرانی کے سبب اس کے اخراجات میں مزید اضافہ ہو گیا ہے اس لئے فی الحال اس کی طباعت ممکن نہیں اور دوسری کتاب میں نے اس سلسلے میں لکھی تھی جس کو مرزائی اپنے عقیدے کی بنیاد بتاتے ہیں۔ ”حیاتِ محکم علیہ السلام“ اس میں حضرت یحییٰ عیسیٰ کی حیات کو ثابت کیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ مرزا قلام احمد کے دعویٰ کہ میں مسیح ہوں جھوٹ پر مبنی ہے اور حضرت یحییٰ عیسیٰ کا ظہور ابھی نہیں ہوا ہے۔ باہر کی دنیا چونکہ مرزائیوں کے حالات سے بہت ہی کم باخبر ہے اور ان میں دھوکہ دینے کا موقع (قادیانیوں کو) آسانی مل جاتا ہے۔ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ انگریزی اور فرانسیسی میں لٹریچر زیادہ سے زیادہ شائع کیا جائے اور تقسیم کیا جائے اگر صاحبِ خیر مسلمان اس طرف توجہ فرمائیں اور ان کی طباعت کا انتظام کروادیں اور انہیں مفت تقسیم کروادیں کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ ان کا معاوضہ لوں۔ کوئی بھی انہیں شائع کر کے کسی بھی قیمت پر فروخت کر سکتا ہے۔ میرا مقصد مسلمانوں کو قادیانیوں اور مرزائیوں کے خطرناک عزائم سے آگاہ کرنا ہے۔

سوال: قیام پاکستان سے لے کر ۱۹۷۲ء کے مالی سال تک بیرونی ممالک کے تبلیغی اداروں پر جو رقم خرچ کی گئی اس میں قادیانیوں کا حصہ تھا یا نہیں؟

جواب: حکومت تبلیغی مقاصد کے لئے جو بھی رقم خرچ کرتی رہی ہے وہ اس سلسلے میں بڑی فراخ دلی سے رابطہ مرزا ایم ایم احمد کی معرفت تقسیم کراتی تھی۔ ہر مرزائی مبلغ براہ راست ایم ایم احمد کی اجازت سے اسٹیٹ بینک پہنچتا تھا اور بڑی آسانی سے غیر ملکی زرمبادلہ حاصل کر لیتا تھا اور اس کے اعداد و شمار اسٹیٹ بینک سے حاصل کئے جاسکتے ہیں اور اس کے ساتھ ۱۹۵۴ء سے لے کر ۱۹۶۸ء تک میں نے تبلیغی دورے کئے۔ ایک ایک سال باہر رہا لیکن جب بھی اسٹیٹ بینک سے غیر ملکی زرمبادلہ کا مطالبہ کیا تو مجھے انکار کر دیا گیا اور کوئی زرمبادلہ نہیں دیا گیا میرا پاسپورٹ اس چیز کی وضاحت کرتا ہے۔

حضرت امام نورانی کی مخالفت کرنے والے بد نصیب ہیں

بعض علماء و مشائخ حضرت امام نورانی کی بین الاقوامی شہرت اور خدمات پر داد

حمین دینے کی بجائے بغض و حسد کے مرض میں مبتلا ہو کر آپ کی بلا جواز مخالفت پر اتر آئے ہیں یہ جانتے ہوئے کہ اس مردِ مجاہد نے مختصر عرصہ میں ملک پاکستان، عالم اسلام اور بالخصوص اہل سنت و جماعت کے لئے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں۔ وہ آپ کی خدا داد صلاحیتوں کا حصہ ہیں اور تاریخ کا ایک اہم روشن باب۔ میں پوری ذمہ داری کے ساتھ بجا تک دلیل یہ کہتا ہوں کہ حضرت امام نورانی کی مخالفت برائے مخالفت کرنے والے بد نصیب ہیں بالخصوص غواہوں کا شہزادہ جناب پروفیسر طاہر القادری صاحب اس میں پیش پیش ہیں۔ انہوں نے نوجوانوں کو حقائق سے بے خبر رکھنے کے لئے اپنے تربیتی پروگراموں میں برملا اس بات کا اظہار کیا کہ ”امام نورانی ۱۹۷۰ء سے وادی سیاست میں ہیں انہوں نے بیس سال میں کیا کیا؟ وہ فرماتے ہیں ۱۹۷۰ء میں انہوں نے قومی اسمبلی کی سات نشستیں حاصل کیں جب کہ ۱۹۸۸ء کے انتخابات میں صرف چار نشستیں ہی حاصل کر سکے۔ جس مکاری کے ساتھ یہ اعتراض گھڑا گیا ان شاء اللہ تعالیٰ بڑی آسانی کے ساتھ اس بھوڑے اعتراض کا قلع قمع کیا جائے گا۔ حضرت امام نورانی نے رکن اسمبلی کی حیثیت سے جو خدمات انجام دی ہیں۔ پروفیسر صاحب نے ان کا کوئی ذکر نہیں کیا بلکہ وہ سب قایم کر دیں اس کے جواب میں یہی کہا جاسکتا ہے۔

دیدہ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

میں پروفیسر صاحب سے پوچھتا ہوں کہ جمعیت علماء پاکستان نے تو ۱۹۷۰ء میں پہلی مرتبہ عام انتخابات میں حصہ لیا اور اللہ کے فضل و کرم سے قومی اسمبلی کی سات سیٹوں پر کامیابی حاصل کی جب کہ ان کی نومولود سیاسی جماعت ۱۹۹۰ء کے انتخابات میں نہ صرف سیاسی میدان میں بری طرح مات کھا گئی بلکہ قومی و صوبائی اسمبلی کی کوئی نشست بھی حاصل نہ کر سکی۔ کسی پر اعتراض کرنے سے پہلے اپنے گریبان میں ضرور جھانک لینا چاہئے پاکستان کا کوئی بھی عالم دین ہو یا سیاست دان وہ حضرت امام نورانی کی خدمات جلیلہ سے چشم پٹی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ آپ کی چوتھ سالہ زندگی ہمارے سامنے کھلی کتاب کی طرح ہے نوجوان نسل کو معلومات بہم پہنچاتے ہوئے اختصار آپ کی خدمات جلیلہ کی جھلک پیش کی جاتی ہیں جو آپ نے رکن اسمبلی کی حیثیت سے انجام دیں مرزائیوں کو غیر

مسلم اقلیت قرار دلانے کا مقصدی ذکر ہو چکا اور یہ بھی ذکر ہو چکا کہ آپ کی کوشش سے پاکستان کے آئین میں پہلی مرتبہ مسلمان کی تعریف درج کی گئی۔ علاوہ ازیں آپ نے اہل سنت و جماعت کے اکتیس مدارس کوفوج میں منظور کرایا۔ یاد رہے کہ اس سے قبل کسی بھی سنی مدرسے کے قاری تحصیل عالم کوفوج اور دیگر سرکاری محکموں میں سرکاری ملازم نہیں رکھا جاتا تھا بلکہ سرکاری اداروں میں غیر مقلد وہابی و دیوبندی چھائے ہوئے تھے۔

اس کے بعد آپ نے درس نظامی کی سند کو قومی اسمبلی میں ایم اے کے برابر تسلیم کرایا۔ آئین میں لفظ سوشلسٹ کے اندراج کے بعد اس کو آئین سے نکالنے میں کامیاب ہوئے۔ ۱۹۷۳ء کے آئین میں یہ بات شامل کرائی کہ اسلام پاکستان کا سرکاری مذہب ہوگا۔ اس سے قبل پاکستان کے کسی بھی دستور میں یہ بات شامل نہ تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ امام نورانی نے بیرون پاکستان تبلیغی دورے فرما کر ہزاروں غیر مسلموں کو حلقہ بگوش اسلام کیا۔ آپ کی خدمات جلیلہ کا تفصیلی ذکر آئندہ کتابچہ جو ابھی زیر تحریر ہے میں کر دیا جائے گا ان شاء اللہ۔ خود ساختہ ”مفکر اسلام“ کہلانے کے شوق میں اخلاقی تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے حقائق و استدلال کو چھپانا نہیں چاہئے بلکہ حقائق و استدلال کا چہرہ مسخ کرنے کی بجائے بزرگوں کی خدمات پر وسعت قلبی کے ساتھ سر تسلیم کرنا ہی سعادت مندی ہے۔ حقائق کو جانتے ہوئے یہ کہنا کہ نورانی صاحب نے بیس سال میں کیا کیا؟ حقائق سے چشم پوشی ہے جو دانش مندی نہیں بلکہ تعصب و تنگ نظری ہے۔ ایسا شخص امتوں کی جنت میں رہتا ہے یا پھر دہشتی مرید۔ امام نورانی نے ایسے تاریخی کارنامے انجام دیے ہیں اگر ایک ہزار طاہر القادری بھی پیدا ہو جائیں تو وہ امام نورانی کی گردواہ کو نہیں پہنچ سکتے۔ دعا گو ہوں کہ مولیٰ کریم بغض و حسد کے مرض میں مبتلا افراد کو حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صداقت کے طفیل حق اور سچ کہنے کی ہمت و توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

عراق کی پسپائی میں ایران کا مجرمانہ کردار

۲۸ جولائی ۱۹۹۱ء بروز ہفتہ اتوار جمعیت علمائے پاکستان کے مرکزی مجلس عاملہ و شورائی کے مشترکہ اجلاس سے حضرت امام نورانی نے اپنے صدارتی خطبہ میں ارشاد فرمایا اس وقت عراق کے لئے تمام راستے بند ہیں۔ صرف اردن کے راستے سے بارہ گھنٹے

میں کار کے ذریعے بغداد پہنچا تھا۔ قائد نے فرمایا کہ انہوں نے بغداد شریف میں جامعہ بغداد کے سالانہ اجلاس میں شرکت کی اور ورلڈ مسلم پارلر کونسل کے اجلاس سے بھی خطاب کیا انہوں نے کہا کہ میں نے عراق میں دس دن گزارے اور مختلف علاقوں جن میں کربلا اور نجف اشرف بھی ہیں کا دورہ کیا۔ بغداد شریف سے کربلا معلیٰ ۸۰ اور نجف اشرف ایک سو چالیس میل ہے۔ امام نورانی نے کہا کہ میں نے عراقی حکومت کی باتوں پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ بغداد شریف، کربلا معلیٰ، نجف اشرف، سامرہ اور وحیدہ اور دوسرے شہروں میں محام سے مل کر حالات کی تحقیق کی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ فوج کی حالیہ جگہ نے عراق کی جہاں کے لئے امریکہ کے ساتھ ساتھ بعض مسلم ممالک نے بھی گھناؤنا کردار ادا کیا۔ مسلمان ملکوں نے خاص طور پر ترکی اور سعودی عرب نے کھل کر عراق کی مخالفت کی۔ ترکی نے امریکہ اور سعودی عرب سے ۵۰ کروڑ ڈالر نقد رقم وصول کی۔ جب کہ سعودی عرب نے جو کردار ادا کیا وہ کسی سے مخفی نہیں مگر انتہائی افسوس ناک کردار ایران کا ہے کہ اس نے دوستی کے رنگ میں عراق کی کمر میں نجر گھونپا ہے اور عراق کی جہاں کی پوری کوشش کی کیونکہ عراق کی جہاں ایران کا صدیوں کا خواب ہے کہ صفویوں نے اور اس سے قبل عباسی خلافت کے خاتمہ میں ابن علیؑ عیسے تاتاریوں سے مل کر بغداد پر جہاں نازل کی تھی اور پھر ایرانیوں نے امریکہ سے زیادہ عراق کو نقصان پہنچایا کہ جگہ کے دوران اس نے امدادی سامان کے ساتھ اپنے کماؤ و زبھی بھیجے اور کربلا، نجف اشرف میں جہاں نازل کی۔ سنیوں کے گھروں میں گھس کر لوگوں کو چن چن کر قتل کیا گیا۔ ہزاروں سنی لڑکیوں کی عصمت دری کی سنیوں کے گھروں کا مال لوٹا۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور مولائے کائنات شیر خدا سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حشرات مقدسہ کے گنبدوں پر لگے ہوئے سونے کے پترے اتار کھ لے گئے انہوں نے کہا کہ ایرانیوں نے نہ صرف سنی لڑکیوں کی عصمت دری کی بلکہ ہوس کا نشانہ بنانے کے بعد انہیں قتل بھی کر دیا۔ امام نورانی نے کہا کہ نجف اشرف اور کربلا معلیٰ میں واقع حشرات کے ارد گرد حجروں میں اب بھی گھنٹوں گھنٹوں خون کھڑا تھا اور بے پناہ قحط اور بدبو نے ماحول کو متعفن کر دیا ہے انہوں نے کہا کہ ایرانی تحریک کاروں نے جگہ کے دوران نجف اشرف اور کربلا معلیٰ پر قبضہ کر لیا اور امریکہ نے ترکوں کے ذریعے کروڑوں کو ہتھیار دیے انہوں نے بھی بغاوت کی

ان حالات کے پیش نظر صدر صدام حسین کو کویت سے فوری طور پر ہٹانا پڑا۔ گویا صدام حسین کو امریکہ نے انہیں ایران اور کردوں نے کویت سے ہٹنے پر مجبور کیا۔ امام نورانی نے کہا کہ میں نے عراق کے نائب صدر جناب عزت ابراہیم سے کہا کہ آپ ایرانیوں کی تاریخ سے واقف تھے۔ آپ نے ان لوگوں پر اعتبار کیسے کیا؟ اس پر جناب عزت ابراہیم نے اعتراف کیا کہ انہیں دھوکہ ہوا۔ امام نورانی نے بتایا کہ جنگ نے شدت اختیار کی تو عراق نے حوام کے تحفظ کے لئے ایران سے ملحق سرحد کو اس لئے کھول دیا کہ حوام ایک مسلم ملک میں پناہ حاصل کر سکیں مگر ایرانیوں نے تو اپنی روایتی دھوکہ بازی سے عراق پر ظلم و ستم ڈھائے۔ امام نورانی نے بتایا کہ عراق میں جب سے صدام حسین برسرِ اقتدار آئے ہیں تو انہوں نے عمرم میں گھوڑے اور ماتم وغیرہ کے جلوں پر پابندی لگا دی تھی۔ اس وقت پورے عراق میں کوئی گھوڑا نہیں لٹکا ہزار میں کہیں ماتم نہیں ہوتا۔ عزاداری صرف امام ہاڑوں تک محدود ہے انہوں نے کہا کہ عراق میں ۷۰ فیصد سنی مسلمان ہیں جب کہ شیعہ صرف ۳۰ فیصد ہیں۔ امام نورانی نے بتایا کہ نجف اشرف اور کربلا معلیٰ سے ایرانی قبضہ ختم کروانے کے لئے عراقی فوج نے اہم کردار ادا کیا۔ ایرانی تحریک کار نجف اشرف اور کربلائے معلیٰ کے مجرموں میں اور آس پاس گھس گئے تھے۔ عراق کو مجبوراً انہیں لٹکانے کے لئے کارروائی کرنا پڑی تو ایران نے پوری دنیا میں مقدس مقامات پر بمباری کا شور مچایا۔ امام نورانی نے بتایا کہ عراق کو کھڑے کرنے میں امریکہ کی طرح ایران نے بھی پوری کوشش کی مگر صدام حسین نے پھر قبضہ پالیا۔ آپ نے بتایا کہ ۳۲ دن تک عراق دفاعی جنگ لڑتا رہا جس میں اس کے ۸۰ فیصد کارخانے تباہ ہو گئے گیارہ ہزار بچے قتل ہوئے انہوں نے کہا کہ اس وقت اقوام متحدہ کی تمام قراردادیں منظور کرنے کے باوجود عراق کی ناکہ بندی ختم نہیں ہوئی بچوں کے لئے دوائیں اور دودھ بھی نایاب ہے مگر پورے عالم اسلام میں کوئی حجاج کی آواز نہیں اٹھی۔ (بکثرت پندرہ روزہ دعائے سلامت لاہور۔ ش۔ یکم اگست ۱۹۹۱ء)

(نوٹ: جمعیت علماء پاکستان چوک اعظم ضلع لاہور نے گرامی قدر محمد سلیم مست قادری کا یہ کتابچہ چوک اعظم میں سنی کانفرنس کے موقع پر ۲۳ فروری ۱۹۹۲ء کو شائع کیا جو اس کتابچہ کا چوتھا ایڈیشن تھا۔ اس کتاب پر حضرت علامہ ابو الخیر نظامی شیخ الحدیث جامعہ رضویہ فیصل آباد کی تقریق بھی ہے۔)



اشاعت خاص
کردارِ نورانی زندہ ہے

منظوم و منشور.....منتخبات

- ✽ شیخ الحدیث علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری
- ✽ پاسان مسلک رضا علامہ الحاج ابوداؤد محمد صادق رضوی
- ✽ ملک التحریر علامہ شبیر احمد ہاشمی
- ✽ علامہ صاحبزادہ محمد اسماعیل فقیر الحسنی
- ✽ قمریہ دانی، وقار صدیقی، جای بی اے علیگ

(مرتبہ)

محمد طاہر فاروق نورانی



علامہ شاہ احمد نورانی ریسرچ سنٹر پاکستان

زاویہ قادریہ سیدنا غوث اعظم سرحد (نورنگی نمبر ۱) سرگودھا روڈ جہڑ آباد (41200)
0321/0300/0313-9429027 mahboobqadri787@gmail.com



ہر زمانے کی ضرورت ہے نظامِ مصطفیٰ ﷺ سب سامنے ہیں حقیقت ہے نظامِ مصطفیٰ ﷺ
 سلب کر لیتا ہے ذہن و دل سے تحریکِ فساد امنِ کامل کی ضمانت ہے نظامِ مصطفیٰ ﷺ
 فقر میں اغیار تک سے بھی روا رکھتا نہیں بس محبت ہی محبت ہے نظامِ مصطفیٰ ﷺ
 آج اپنا لو تو آجائیں بہاریں آج ہی آج بھی زعمہ حقیقت ہے نظامِ مصطفیٰ ﷺ
 غیر اہم کوئی کسی عنوان رہ سکتا نہیں اک اساسِ قدر و قیمت ہے نظامِ مصطفیٰ ﷺ
 چاہتا ہے اور کیا فطرت سے صحرائے وجود اک بہارِ رنگ و کھٹ ہے نظامِ مصطفیٰ ﷺ
 دستبردار اپنی عظمت سے نہ ہونا چاہیے باعثِ اعزاز و عظمت ہے نظامِ مصطفیٰ ﷺ
 درمیانِ خلق و خالق، کوئی بت رہتا نہیں ایک عالمگیر وحدت ہے، نظامِ مصطفیٰ ﷺ
 غیر فطری اشتراکیت پنپ سکتی نہیں صحنِ حق ہے صحنِ فطرت ہے، نظامِ مصطفیٰ ﷺ
 کیوں نہ ہو انسانیت کے واسطے وجہ و قار حسبِ فطائے مشیت ہے نظامِ مصطفیٰ ﷺ
 (دکار صدیقی: کتاب شاہ احمد نورانی، حصہ دوم صفحہ ۹۶)

☆☆☆
 ☆☆☆

السلام اے قائدِ فرخندہ غو السلام اے رہبرِ رخشیدہ تو
 از صدائے نعرۂ مستانہ تو شیطنیت لرزیدہ ما دیوانہ تو
 السلام اے بیکرِ علم و عمل بخمہ فیضِ حبیبِ عزوجل



ہمارا ہدف

تحفظِ مقامِ مصطفیٰ ﷺ نفاذِ نظامِ مصطفیٰ ﷺ

اہلسنت کا ووٹ صرف اہل سنت ہی کی امامت ہے

ووٹ بہت بڑی طاقت ہے اس کا درست استعمال آپ کی اجتماعی قوت
 کے اظہار کا بہترین ذریعہ ہے

موجودہ ملکی حالات میں جس طرح اہل سنت کا مسلکی استحصال ہو رہا ہے
 سابقہ ادوار میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔

سُنی بھائیو! وقت بہت ضائع ہو چکا ہے مزید ضائع نہ کریں اپنی سیاسی قوت کو
 اکٹھا کر کے ملک میں اپنی شناخت بنائیے۔

اپنے نمائندے اسمبلیوں میں بھیجئے

تاکہ آپ کے انفرادی اور اجتماعی حقوق کا تحفظ یقینی بن سکے

یاد رکھیے! یہی سی استحکام کے بغیر آپ کے دھارکی برائی ناممکن ہے۔

مولانا دلدار حسین رضوی (خلیب: جامعہ اہلِ حق و عدل، دارالحدیث)

0300-6077287 0454-711287

آمدی و ماند ام آمدی مطہ فی العلم والجم آمدی
السلام اے کاشف رحد و نہاں واقف راز درون خسر وال
ناشر حق ناصر دین شہین حامی دستور قرآن مبین
عبری عصر فجر روزگار کہ استقلال بحر بے کنار
اے شہ روشن ضمیر مومنین یک لکای بر فقیر رہ نشین
نتیجہ فکر: علامہ صاحبزادہ محمد اسماعیل فقیر الحسنی

(بکریہ: ماہنامہ "ترجمان المسند" کراچی نظام مصطفیٰ ﷺ نمبر ۱۹۷۶ء اپریل مئی ۱۹۷۶ء صفحہ ۱۳۳)

☆☆☆

ملو عظمت اسلام کی برحان نورانی بظاہر ایک قاری ہے مگر قرآن نورانی
شرافت کا، صداقت کا، محبت امن عالم کا اغوت، عشق و مستی کا ہے اک بیان نورانی
جلال دین قیم ہے جمال رحمت عالم جناب عشق کے کرب و عمل کی جان نورانی
عدو سرور کونین پر ہے قہر فاروقی جناب حضرت صدیق کی پہچان نورانی
یہ علم و فضل حیدر ہے حیا و علم حثانی وقار دین قیم کا ہے اک عنوان نورانی
نشان قرن اول ہے یہ پرچم ہے صحابہ کا ہے گویا ایک فیض حضرت نعمان نورانی
محمد بن حسن شیبانی عصر رواں سمجھو ابو یوسف و فرقاری کا ہے فیضان نورانی
جناب شیخ اکبر کا نصوص اہکم ہے یارو مجدد الف ثانی کا وجود آن نورانی
جناب غوث اعظم کی کرامت اور شہادت ہے شہد احمد رضا کی ہے عز و شان نورانی
فنائے جبر میں ہے بدر کی لٹکار نورانی فنائے کیف میں ہے عشق کی اک کان نورانی
رسول ہاشمی کے دین قیام کی صداقت ہے جناب سید شہید کی سمجھیں سیادت ہے
(علامہ شہید احمد ہاشمی رحمہ اللہ)

مستار عالم و روحانی پیشوا حضرت علامہ صاحبزادہ محمد اسماعیل فقیر الحسنی کے جذبات عقیدت
و محبت پر مشتمل زیر نظر منتخب ان کے پہلے مجموعہ کلام "شان جمال" کے صفحہ نمبر ۱۱۶ پر شائع
ہوئی یہ مجموعہ ۱۱ صفر المظفر ۱۴۲۰ھ بمطابق ۲۷ مئی ۱۹۹۹ء کو پہلی بار شائع ہوا۔ غالباً یہ
منتخب ۸۲-۱۹۸۳ء میں لکھی گئی۔ (ادارہ)

آپ میر کارواں ہیں قبلہ نورانی میاں قوم کی صبح رہاں ہیں قبلہ نورانی میاں
انکار ملک و ملت آمروئے الہی دیں الحق کے پاساں ہیں قبلہ نورانی میاں
عالم عالم پناہ ہیں حامی ارشاد ہیں رہبر جہد و جہاں ہیں قبلہ نورانی میاں
بلبلین باغ وطن کی گاریں ہیں روز و شب نو بہار بوستاں ہیں قبلہ نورانی میاں
اللہ اللہ چنگی عزم و استقلال میں غیرت کو گمراں ہیں قبلہ نورانی میاں
ایک اک نقش کف پا زندہ و جاوید ہے پائیدار و جاوداں ہیں قبلہ نورانی میاں
باخبر رہتے ہیں ہر دم دہر کے حالات سے واقف سود و زیاں ہیں قبلہ نورانی میاں
الہا ہاٹل سے وفا ہوشیانت سے جنگ ہو کامیاب و کامراں ہیں قبلہ نورانی میاں
آتش سیال بن جاتا ہے خون محمد ﷺ کیا شعلہ میاں ہیں قبلہ نورانی میاں
تشنہ کا مان محبت، مژدہ ہاد و مژدہ ہاد فیض کے بحر رواں ہیں قبلہ نورانی میاں
اک زمانہ معترف ہے آپ کے اوصاف کا رفعتوں کے آساں ہیں قبلہ نورانی میاں
(علامہ صاحبزادہ محمد اسماعیل فقیر الحسنی، سجادہ نشین: شاہ والا شریف)

☆☆☆

نکل آئے ہیں میدان میں نظام مصطفیٰ ﷺ محمد مجتبیٰ ﷺ حبیب کبریا ﷺ والے
پرستارانِ باطل سے خٹکنے کے لئے ہر دم کنن برعکس ہیں لب بھی زمانے میں خدا والے
احد میں، بدر میں، اور کربلا میں ہو گیا ثابت خدا کی راہ میں مرکز بھی زندہ ہیں خدا والے

یہی سارے زمانے میں بہرِ صحت رہے ہیں
جنگی قدموں پہ آکر ان کے غوطہ سلاطین کی
خدا کی راہ میں مرکز کہ غالب آ کے ہاٹل پر
اگرست ہو ہاٹل میں تو اب بھی آئے میدان میں
نہال شان رکھتے ہیں محمد مصطفیٰ ﷺ والے
وہ شانِ فقر رکھتے ہیں زمانے میں حوالے
رہیں گے سرِ رخو آخر محمد مصطفیٰ ﷺ والے
کہ سرِ دینے کو زعمہ ہیں ابھی انورِ خدا والے
(انور علی انور)

☆☆☆

قید و بند کی آزمائش میں بخوبی مہذب ہوا کر آنے پر خیر مقدم

مبارک ہو کہ نورانی میاں تشریف لے آئے
لکالے گا جو گرداب بلا سے قوم کی کشتی
ترقی کی طرف ہے گامزن یہ کارواں اپنا
ہماری قوم جن کے دم سے ہے زعمہ و پایہ
کیا ہے ملتِ خوابیدہ کو بیدار جنہوں نے
جمعیت کی قیادت جن پہ فخر و ناز کرتی ہے
مبارک ہو کہ نورانی میاں تشریف لے آئے
لکالے گا جو گرداب بلا سے قوم کی کشتی
ترقی کی طرف ہے گامزن یہ کارواں اپنا
ہماری قوم جن کے دم سے ہے زعمہ و پایہ
کیا ہے ملتِ خوابیدہ کو بیدار جنہوں نے
جمعیت کی قیادت جن پہ فخر و ناز کرتی ہے
(گزشتہ صفحہ ۲۳)

☆☆☆

نورانی تو ہے دین محمد ﷺ کی آمد
دنیا میں کر دیا ہے جمعیت کو سرِ رخو
تیری ہر اسماں ہوا عدد
لکڑی سن کے تیری ہر اسماں ہوا عدد

ملت کو ہر محاذ پر درسی عمل دیا
فتنوں کو اپنے نعرہ حق سے کھل دیا
دشمن کو جو جواب دیا بھل دیا

زعمہ کیا ہے دینِ رسالت مآب ﷺ کو
روکے اب ارضِ پاک میں اس انقلاب کو
پہ حوصلہ کہاں کسی خانہ خراب کو

اے شاہِ عبدالعظیم کے فرزندِ ارجمند
ہر قول دل نشین سے ہر فعل دل پسند
پہ چم کو مصطفیٰ کے کیا تو نے سربلند

یہ تیرا دہہ ہے تیری شانِ مرجا
یہ تیرا عزمِ راسخ و اچھانِ مرجا
جوشِ جہاد و قوتِ ایمانِ مرجا
تجربہ لب پہ ہاتھ میں قرآنِ مرجا

ہر قلبِ مضطرب کی دعا تیرے ساتھ ہے
سرکارِ دو جہاں کی رضا تیرے ساتھ ہے
تائیدِ شاو کرب و بلا تیرے ساتھ ہے
اے رہنمائے قومِ خدا تیرے ساتھ ہے

تو وارثِ شریعتِ شاو انام ہے
تازاں ہے جس پہ قوم وہ عالی مقام ہے
اعلائے دینِ حق کی گنِ صبح و شام ہے
جاتی کو حیرتِ مدح میں بھر کیا کلام ہے

یہ حیرتِ بختیں تیرے اسلوبِ زعمہ ہاد
تو نے کیا ہے کلر کو مطلوبِ زعمہ ہاد
اے ملک اور قوم کے محبوبِ زعمہ ہاد
(جاتی۔ بی۔ اے۔ ملک)

☆☆☆

ضمین میں سوز ہے جس کے نظم میں دعائی ہے
فدا جس کے بجا رگیں بمانی ہے

طہر دار حق ہے وہ صداقت کی نشانی ہے نہیں کوئی انسان یہ حقیقت کی کہانی ہے
 نظام مصطفیٰ جس کا قرار دہ گائی ہے ہوتا م ہر جگہ یہ دین اکمل کس نے فانی ہے
 اسی کی چار سو ہائیں اسی کی کوبہ کو ہائیں اسی کی غریب ہائیں وہی درد دہانی ہے
 وہی بے جان محفل کی وہی ہے شان محفل کی وہی ہر ایک محفل میں جان خوش بانی ہے
 ہے صورت نور سے ملو ہے سیرت حسن کا پرتو ہے مرد حق وہ نورانی نقیب شادمانی ہے
 شرف یہ اہل سنت کو ہے حاصل ایسے قاصد کا دکھاؤ تو سی آکر جو اس کا کوئی دانی ہے
 نہیں حیرے سا کوئی بھی قاصد اہل سنت کا تری ہی اہل سنت کے دلوں پر عکسائی ہے
 ہے ترا مشعلہ احقاق حق ابطال باطل ہی ترا مسک نظام مصطفیٰ کی پاسہائی ہے
 امام احمد رجا کی تو ہی بے شک عہد حاضر میں سراپا ترجمانی ہے سراسر مہرانی ہے
 رہے انوار کی ہارش شہ میرٹھ کی تربت حلاوت کو جس نے گفتہ اک نشانی ہے
 تری حکمت اسیرت اور تدبیر کے ہیں گن گاتے جنہوں نے کی ہر وقت سیاست میں جہانی ہے
 دین سے بھی کھنٹن تو نے کئے سر سر ملے کئے حلاق نے تجھے کی خاص طرز جالطانی ہے
 بھلا کے لئے تو کوئی لوتے کی ہے یہ چاشا ہا حیرے جسے میں آئی حد سے بڑھ کر دل ستانی ہے
 ہزاروں سینکڑوں کفار کو تخلیق دوروں میں صفا دین مبین کی تو نے اک اک نشانی ہے
 تجھے حق کوئی سے کوئی بھی بھٹکا نہیں سکتا یہ دولت جس کو ملتی ہے تو ملتی جادوانی ہے
 ہوا مجبور بھی شامل ہے حیرے جاں نثاروں میں نہیں پورا مجھے اس کی کہ جاں تو آتی جانی ہے
 (سید عارف محمود مجبور رضوی)

☆☆☆

حق کے حامی دعوہ ہادا دین کے شیدا ہوں دلشاد
 صدیقی سہرے والا نورانی پھرے والا

حق نے ہم کو بخشا ہے قوم کا سچا رکھوالا
 شاہ نورانی دعوہ ہاد بدخواہ سرگوں آباد
 ساتھی آپ کے قادی ہیں ساقی شیر نیادی ہیں
 ہر نظر ام نے فرمایا ان ہی پر ہم راضی ہیں
 خواجہ ملت یک نہاد وائی تونسہ دعوہ ہاد
 پاک نظام مصطفیٰ برکت رحمت خوش بختی ا
 دل کی حسرت ہے مولا دیکھیں ہماری آنکھیں بھی
 سن یہ نکالی کی فریاد پاک دہیں پانچہ ہاد
 (راشد نکالی ایم چشتی)

☆☆☆

اے زیم اہل سنت شاد کام مصطفیٰ ﷺ قریبہ قریبہ کو دیا تو نے پیام مصطفیٰ ﷺ
 حیرتی ہر اک سانس وقف احترام مصطفیٰ ﷺ کاش حیرتی طرح بن جائیں محام مصطفیٰ ﷺ
 حکمران روئے زمین پر ہو قلام مصطفیٰ ﷺ حل زمانہ کے مسائل کا قلام مصطفیٰ ﷺ

حیرے دم سے لرزہ برعام کفر و ارتداد ہو گئی دعوہ حیرتی تخلیف سے رسم جہاد
 عالم اسلام میں پھوکی وہ روبرو اتحاد دے رہا ہے دشمن جاں بھی حیرتی ہمت کی داد
 حیرا چہرہ ہے منہم کلام مصطفیٰ ﷺ حل زمانہ کے مسائل کا قلام مصطفیٰ ﷺ

خوشنما انجام پنہاں ہے حیرے آغاز میں سحر رکھا ہے خدا نے وہ تری آواز میں
 لوگ نفعے گائیں گے جب بھی ترے اہل میں اک ہی سی آئے گی آواز ہر اک ساز میں

کیفیت میں اک سے ہیں صبح و شام مصطفیٰ ﷺ حل زمانہ کے مسائل کا نظام مصطفیٰ ﷺ

غیرتِ اسلامیانِ پاک کو یہ کیا ہوا اہل ایمان پر مسلط آج ہیں اہل ریا شاہِ احمد کی قیادت میں بوجہِ اذکارِ بنائے عشقِ نبی ہوگا نہ طے یہ مرحلہ حاصلِ تنہم و کوثر ایک جامِ مصطفیٰ ﷺ حل زمانہ کے مسائل کا نظام مصطفیٰ ﷺ

ہر کس و ناکس کی محفل میں بھی ہے گنگو باغبان نے لوٹ لی اپنے چمن کی آمد پھر نئے انداز سے مقصد کی کہنے جتو رنگِ کھرے کا جو دیں اہل وطن تازہ لبو سرزمینِ پاک آئی ہے تمام مصطفیٰ ﷺ حل زمانہ کے مسائل کا نظام مصطفیٰ ﷺ

کاش یہ کتبہ سمجھ جائے غلامِ مصطفیٰ ﷺ ہے وہی آزاد جو ہے زیرِ نام مصطفیٰ ﷺ ضامنِ عیشِ دو عالم انتظامِ مصطفیٰ ﷺ آؤ مل جل کر کریں قائم نظامِ مصطفیٰ ﷺ آدمیت کو بہت کافی ہے نامِ مصطفیٰ ﷺ عظمتوں کی حد سے آگے ہے مقامِ مصطفیٰ ﷺ (جیل نظر)

☆☆☆

اشاعتِ خاص
کردارِ نورانی زندہ

انوارِ رضا
نورانی



نفاذِ نظامِ مصطفیٰ ﷺ کی نورانی تحریک

جمہیت علماء پاکستان

..... ایک ولولہ، ایک لاکار.....

(جھلکیوں کے آئینے میں)



تحریک

رشید احمد رضوی: علامہ شبیر احمد ہاشمی

علامہ شاہ احمد نورانی ریسرچ سنٹر پاکستان

زاویۂ قادریہ سیدنا غوث اعظم سریت (۱۰۰ جگہ پر) سرگودھا روڈ جوہر آباد (41200)

0321/0300/0313-9429027 mahboobqadri787@gmail.com



- ☆ جمعیت علماء پاکستان ۲۸ مارچ ۱۹۴۸ء کو مدرسہ انوار العلوم ملتان میں غزالی دوراں امام اہل سنت سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ العزیز کی دعوت پر معرض وجود میں آئی۔
- ☆ عازی کشمیر علامہ سید ابوالحسنات قادری اور ناظم اعلیٰ غزالی ذما علامہ سید احمد سعید کاظمی منتخب ہوئے۔
- ☆ جمعیت علماء پاکستان کے پہلے نائب ناظم اعلیٰ حضرت مولانا قلام محمد ترنم امرتسری اور ناظم اطلاعات حضرت مولانا محمد بخش مسلم بی اے منتخب ہوئے۔
- ☆ جمعیت کی پہلی مجلس شوریٰ میں شیخ الاسلام مولانا خواجہ محمد قمر الدین سیالوی، حضرت عید محمد فضل شاہ جلالپور شریف، حضرت علامہ خواجہ میاں علی محمد خان سی شریف، حضرت علامہ عید محمد اسماعیل شاہ کرناوالہ، حضرت ثانی لاثانی میاں قلام اللہ شریقوری، حضرت سید آل رسول علی خان، حضرت مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش شامل تھے۔
- ☆ جمعیت نے ۱۹۴۸ء میں قیام پاکستان کے باعث آنے والے مہاجرین کی بحالی پر فوراً توجہ دی جائے اور موثر ترین کردار ادا کیا۔
- ☆ ۱۹۴۸ء میں جہاد کشمیر میں جمعیت نے بھرپور کردار ادا کیا۔ لاکھوں روپے مہاجرین کو فراہم کرنے کے ساتھ کشمیری مہاجرین کے کیمپوں میں بھرپور امداد پہنچائی۔
- ☆ ۲۷ مئی ۱۹۴۸ء کو موچی دروازہ لاہور کے باغ میں تین روزہ آل پاکستان سنی کانفرنس کے اعلامیہ میں سب سے پہلے نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کا مطالبہ

دارالعلوم علم و حکمت و بصیرت

درس نظامی عصری علوم

عالم اسلام کے تعلیم و دعائیہ ادارہ جس وقت

قبلہ عالم شہداء حضرت حضرت خواجہ گوہر الدین احمد مدظلہ

دارالعلوم جامعہ اویسیہ گوہریہ

لاہور، پاکستان

دیکھو زیب عبارت

منائی کا اعلیٰ انتظام

اعلیٰ تربیت یافتہ شائق

مرکز تحقیقات اویسیہ کا قیام نیز ملاقات و دعوت کی عملی ترتیب بھی شامل ہے

دارالافتاء کا قیام طلبہ کی روحانی تربیت کیلئے علم و عرفان اور روحانیت و سلوک پر مبنی نشستیں اور خصوصی کچھن

یکم نومبر سے یکم دسمبر تک نئے سال کا داخلہ جاری ہے

تحفیم المدارس مکمل کورس (سہ ماہی) علامہات (۱) تجوید و قرأت (۲) حفظ و ناظرۃ القرآن

ترجمہ القرآن اور حدیث اسلامی معلوماتی کورس سکول تعلیم دورہ حدیث شریف

مدل ثانی۔ اے عتقرب آغاز گوہریہ بنات القرآن

معتمد گوہریہ

علامہ شاہد جمیل اویسی گوہروی

ناظم تعلیمات و صدر مدرس

0333-3322022

- ☆ کیا۔ (۱۹۳۹ء میں قرارداد مقاصد منظور کروانے میں اہم کردار ادا کیا)۔
- ☆ ۱۹۵۲ء میں سب سے پہلے علامہ سید احمد سعید کالمی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا۔ (منیر رپورٹ)
- ☆ فروری ۱۹۵۲ء میں جمعیت علماء پاکستان مغربی پاکستان کے انتخابات میں قائد اہلسنت علامہ امام شاہ احمد نورانی نائب صدر منتخب ہوئے۔ ہفت روزہ رضوان لاہور ۱۰ مارچ ۱۹۵۲ء)
- ☆ مارچ ۱۹۵۲ء میں آرام باغ میں علامہ شاہ احمد نورانی کی صدارت میں منعقدہ سنی کانفرنس میں سندھ میں حضرت سید مصطفیٰ اللہ شہید علیہ الرحمہ کی گدی بحال کرنے اور موجودہ سر صاحب پگارا کی وطن واپسی کا مطالبہ جمعیت نے کیا۔
- ☆ اگست ۱۹۵۲ء میں حضرت علامہ سید ابوالحسنات قادری نے شمس العارفین حضرت علامہ سید محمد اسماعیل بخاری حضرت کرناوالہ رحمۃ اللہ علیہ کی جائیدادوں کی بحالی کروائی۔ جبکہ خود حضرت کرناوالہ نے کسی سے جائیداد کا کوئی مطالبہ کرنے سے انکار کر دیا تھا۔
- ☆ ۱۹۵۳ء میں قادیانیوں کی جارحیت کے خلاف تحریک ختم نبوت کی قیادت جمعیت کے صدر علامہ سید ابوالحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی۔ جبکہ مولانا عبدالحمید بدایونی، مولانا مفتی صاحبزادہ خان، علامہ شاہ احمد نورانی نے تمام مکاتب فکر کی آل پارٹیز میں اہم ترین کردار ادا کیا۔ (منیر رپورٹ ص ۸۰)
- ☆ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں ۱۰ ہزار مسلمانوں نے شہادت کا درجہ پایا۔ فوج کی گولیوں کے سامنے سید کھول کر یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نعرہ لگا کر جان دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر جان قربان کر دی۔ (تحریک ختم نبوت شورشِ کشمیری)
- ☆ ۱۹۵۳ء کی ختم نبوت مومن میں حضرت شمس الاصفیاء سید غلام محی الدین گولڑوی عرف حضرت بابو جی نے خصوصی کردار ادا کیا۔

- ☆ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی اور مولانا صاحبزادہ ظلیل احمد قادری کو سزائے موت کا حکم سنایا گیا۔
- ☆ ۱۹۵۳ء کی جنوری سے جمعیت کے لاہور سے تین اخبار جاری ہوئے۔ روزنامہ مغربی پاکستان (ایڈیٹر مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش)، ہفت روزہ سوادِ اعظم (ایڈیٹر علامہ سید غلام مصطفیٰ الدین کا کاخیل ہفت روزہ الجمعیت) (ایڈیٹر مولانا سید ظلیل احمد قادری)
- ☆ ۱۹۵۶ء میں چوہدری محمد علی نے پہلا آئین بنایا۔ اس میں پاکستان کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان رکھنے، کتاب و سنت کی بالادستی قائم کرنے، کوئی قانون شریعت کے خلاف نہ بننے کے لئے جمعیت نے بھرپور کردار ادا کیا۔
- ☆ ۱۹۵۶ء کے دستور میں کتاب کے ساتھ سنت کا لفظ شامل کرنے پر طلوع اسلام کے چوہدری غلام احمد پرویز نے مخالفت کی مگر علامہ سید احمد سعید کالمی نے ان سے تحریری مناظرہ کیا۔ حکومت کو لفظ "سنت" شامل کرنا پڑا۔
- ☆ ۱۹۵۶ء میں جمعیت نے فقہ حنفی کو پبلک لائبریری کی بھرپور تحریک چلائی۔ مولانا مودودی مخالفت کرتے تھے مگر ملتان پھول ہٹ کی مسجد میں علامہ سید احمد سعید کالمی نے تین دن مودودی صاحب سے مناظرہ کیا۔ علامہ دوج بند مولانا خیر محمد چاندھری، سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مفتی محمود، مولانا محمد علی چاندھری نے علامہ کالمی کو فقہ حنفی کا ترجمان تسلیم کیا بالآخر مولانا مودودی فقہ حنفی کو پبلک لاء بنانے کے قائل ہو گئے اور زندگی بھر اس کے قائل رہے۔
- ☆ اکتوبر ۱۹۵۸ء میں ایوب خان کا مارشل لا آگیا۔ تمام جماعتوں کے ساتھ جمعیت کو حکمت عملی بدلنا پڑی۔
- ☆ جمعیت نے ایوب کے بالواسطہ بی ڈی نظام کو قبول نہ کیا۔ ۱۹۶۲ء کے آئین کو غیر اسلامی اور غیر جمہوری کہا کہ اس میں عورت کی سربراہی کی بھی اجازت تھی۔

☆ محترمہ فاطمہ جناح نے ایوب خان کے خلاف احتجاج لڑا۔ جمہوریت نے عورت کی سربراہی کے عدم جواز کی بناء پر ان کی حمایت نہ کی۔ جبکہ مولانا مودودی نے عورت کی سربراہی کو اس وقت جائز قرار دے دیا۔

☆ جمعیت نے ایوب آمریت میں پیدا شدہ مسئلے مابقی قوانین، مسجد بھگون کی طرف سے پنجابی میں نماز، ڈاکٹر فضل الرحمن کی طرف سے مشنری و غیرہ کی زبردست مخالفت کی۔

☆ ۳ اپریل ۱۹۷۰ء کو لاہور میں حضرت سید احمد شین امام المفسرین علامہ سید ابوالبرکات رحمہ اللہ کی دعوت پر جمعیت کے ۶ گروپوں کا مشترکہ اجلاس ہوا۔ اس کی صدارت حضور سید صاحب کے حکم پر علامہ شاہ احمد نورانی نے کی۔

☆ ۱۳ اپریل ۱۹۷۰ء کو علامہ نورانی کی صدارت میں تمام گروپ توڑ دیے گئے۔ تمام گروپوں نے جمعیت کا نام سنی مجلس عمل جمعیت علماء پاکستان رکھا۔

☆ سنی مجلس عمل جمعیت علماء پاکستان کے کونینئر علامہ سید محمود احمد رضوی رحمہ اللہ مقرر ہوئے۔

☆ سنی مجلس عمل کے اجلاس میں امام نورانی ۱۳ جون ۱۹۷۰ء کو جمعیت علماء پاکستان کے نئے انتخابات بھی ٹوپے ایک سنگھ میں جمعیت علماء پاکستان کے ذمہ اہتمام آل پاکستان سنی کانفرنس منعقد کرنے کا اعلان کیا کیونکہ ٹوپے ایک سنگھ میں کمیونسٹ لیڈر مولانا..... نے ملک میں کمیونسٹ نافذ کرنے کا اعلان کیا تھا۔

☆ ۳۱ جون ۱۹۷۰ء کو جمعیت علماء پاکستان کے نئے انتخابات بھی ٹوپے ایک سنگھ میں ہوئے۔ حضرت شیخ الاسلام خواجہ علامہ حافظ محمد قمر الدین سیالوی صدر، علامہ سید محمود احمد رضوی سیکرٹری جنرل منتخب ہوئے۔

☆ جمعیت نے اسی دن دسمبر ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں حصہ لینے کا اعلان کیا۔

☆ اسی دن پوری مجلس شورشی نے حضرت قائد اہل سنت علامہ امام شاہ احمد نورانی اور

☆ حضرت ضیاء الامت علامہ محمد کرم شاہ رحمہ اللہ کو جمعیت کا نائب صدر منتخب کیا اور سندھ کے پارلیمانی لیڈر کا چیئر مین بھی امام نورانی کو مقرر کر دیا گیا۔

☆ جمعیت نے دسمبر ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں قومی اسمبلی کی سات، پنجاب اسمبلی کی چار، سندھ اسمبلی کی چھ نشستیں جیت لیں اور ۱۰ لاکھ ووٹ حاصل کیا۔

☆ جنوری ۱۹۷۱ء میں سرگودھا اجلاس میں پوری شورشی نے امام نورانی کو پارلیمانی لیڈر (قومی اسمبلی)، ناصر بلوچ (پارلیمانی لیڈر پنجاب)، پروفیسر شاہ فرید الحق (پارلیمانی لیڈر سندھ) منتخب کیا۔

☆ انتخابات کے بعد مشرقی پاکستان سے شیخ مجیب الرحمن اکثریتی پارٹی کے چھ نکات پر بات چیت کے لئے حضرت خواجہ سیالوی نے امام نورانی کی قیادت میں حضرت علامہ محمد کرم شاہ اور ظہور الرحمن بھوپالی مرحوم کا تین رکنی وفد بھیجا۔

☆ شیخ مجیب الرحمن کے سامنے امام نورانی نے چھ نکات کے مقابلہ میں چھ نکات دیے جسے انہوں نے تسلیم کرنے کا عندیہ دیا۔

☆ یحییٰ خان اس وقت صدر پاکستان تھے انہوں نے ایوان صدر ڈھاکہ میں مشرقی پاکستان کے پارلیمانی لیڈروں کا اجلاس بلایا۔ اس میں امام نورانی نے تمام پریشان کن حالات کا ذمہ دار قادیانوں کو قرار دیا۔ اس وقت یحییٰ خان کے پاس شراب پڑی تھی۔ امام نورانی واحد لیڈر تھے جنہوں نے جام دینا کی موجودگی میں صدر پاکستان سے بات کرنے سے انکار کر دیا۔

☆ یحییٰ خان نے ڈھاکہ میں قومی اسمبلی کا اجلاس بلایا تھا۔ بھٹو نے اعلان کیا کہ ادھر تم ادھر ہم جو مغربی پاکستان سے ڈھاکہ جائے گا اس کی ٹانگیں توڑ دیں گے۔ جواب میں نشتر پارک کراچی کے تاریخی جلسے میں امام نورانی نے ڈھاکہ جانے کا اعلان کیا۔

☆ دسمبر ۱۹۷۱ء میں مجاہد ملت حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی جمعیت علماء پاکستان

میں ہا کا عدہ طور پر شامل ہوئے۔

☆ جنوری ۱۹۷۲ء میں حضرت شیخ الاسلام سیالوی نے مجاہد ملت مولانا نیاز کو جمعیت پنجاب کا کنوینر مقرر فرمایا۔

☆ بھٹو نے دسمبر ۱۹۷۱ء میں اقتدار سنبھال لیا تھا۔ اس سے پہلے دن جمعیت نے اپوزیشن میں بیٹھنے کا اعلان کر دیا۔

☆ مارچ ۱۹۷۲ء ملتان میں پنجاب کے انتخابات میں مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیاز کو جمعیت پنجاب کے صدر، شیخ الحدیث مولانا محمد شریف جنرل سیکرٹری اور محمد اکبر ساقی مرحوم سیکرٹری اطلاعات منتخب ہوئے۔

☆ دسمبر ۱۹۷۲ء میں حضرت شیخ الاسلام سیالوی نے صدارت سے استعفیٰ دے دیا۔ اڈاکاڑہ کانفرنس میں امام نورانی کو حضرت عہد کرم شاہ کی تجویز پر قائم مقام صدر جمعیت منتخب کر لیا گیا۔

☆ ۲۷ مئی ۱۹۷۳ء کو خانیوال کے جامعہ عثمانیہ سبزی منڈی کے اجلاس میں ۱۶ گھنٹے کی بحث کے بعد جمعیت کا تنظیمی دستور منظور ہوا۔ یہ دستور مولانا محمد حسین حقانی نے پیش کیا تھا۔ علامہ سید محمود احمد رضوی، حضرت صاحبزادہ محمد فضل رسول بھی شریک تھے۔

☆ ۲۷ مئی ۱۹۷۳ء کے اجلاس خانیوال میں قومی اسمبلی کے اندر مشترکہ جدوجہد کرنے کے لئے پارلیمانی پارٹی کو اجازت دی گئی۔

☆ اسی اجلاس میں امام نورانی صدر، عہد طریقت مولانا حامد علی خان نائب صدر، صاحبزادہ سید محمود شاہ گجراتی نائب صدر اور مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیاز سیکرٹری جنرل منتخب ہوئے۔

☆ اسی اجلاس میں شیخ القرآن مولانا قلام علی اڈاکاڑی صدر پنجاب اور ملک محمد اکبر ساقی جنرل سیکرٹری پنجاب منتخب ہوئے۔

☆ قومی اسمبلی کے اندر حصہ پارلیمانی پارٹی تشکیل دی گئی۔ ولی خان اپوزیشن لیڈر، امام نورانی سیکرٹری جنرل منتخب ہوئے۔

☆ امام نورانی کے ایم این اے ہاسٹل کے کمرہ میں بھٹو کے خلاف حصہ جمہوری محاذ تشکیل دیا گیا۔

☆ ۱۹۷۳ء کا آئین بنانے کے لئے ۲۵ رکنی آئین ساز کمیٹی میں امام نورانی نے دستور سازی میں تاریخ ساز کردار ادا کیا۔ اس میں سوشلزم کا نام شامل نہ ہونے دیا۔ بھٹو صاحب نے جب آئینی معاہدہ سے انحراف کیا تو پاکستان ٹی وی پر امام نورانی نے تاریخی تقریر کی۔

☆ بھٹو صاحب نے اسمبلی کی اکثریت کی بنا پر آئین منظور کروا لیا۔ مگر امام نورانی نے آئین کو اس بنا پر روٹ نہ دیا کہ یہ مکمل اسلامی آئین نہیں ہے۔

☆ اسی موقع پر امام نورانی نے نظام مصطفیٰ ﷺ کی اصطلاح قومی سیاست میں داخل کی۔

☆ آئین کے نفاذ کے بعد قومی اسمبلی کے اندر وزیراعظم کا انتخاب ہوا۔ امام نورانی نے بھٹو کے مقابلہ میں اپوزیشن کی طرف سے وزیراعظم کا انتخاب لڑا۔

☆ امام نورانی کی جدوجہد سے آئین میں اسلام پاکستان کا سرکاری مذہب، پاکستان کا سربراہ مسلمان ہونا قرار پایا اور مسلمان کی تعریف آئین میں شامل ہوئی۔

☆ امام نورانی نے ۳۰ جون ۱۹۷۳ء کو قومی اسمبلی کی تاریخ میں پہلی مرتبہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد پیش کی۔ جو ۷ ستمبر ۱۹۷۳ء کو مکمل اتفاق رائے سے منظور ہو کر آئین کی ترمیم نمبر ۲ قرار پائی۔ اب تک آئین میں ۱۴ ترامیم ہو چکی ہیں۔ یہی ایک ترمیم مکمل قومی اتفاق رائے سے منظور ہوئی۔

☆ ۱۹۷۴ء کی ختم نبوت تحریک میں امام نورانی نے حصہ مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے لئے شارح بخاری علامہ سید محمود احمد رضوی رحمہ اللہ کو سیکرٹری جنرل اور مجاہد ملت

مولانا عبدالستار خان نیازی کو نائب صدر مقرر کروایا۔

☆ امام نورانی نے بھٹو سے شدید اختلاف کے باوجود عظیم المدارس اہل سنت کی سند ایم اے تک منظور کروائی اور جی ایچ کیو G.H.Q میں نئی مدارس منظور کروائے۔

☆ بھٹو نے امام نورانی کو شہید کروانے کی کئی بار کوشش کی۔ آپ فرین میں سفر کر رہے تھے اس پر حملہ ہوا۔ آپ کے مکان پر کئی حملے ہوئے۔

☆ امام نورانی نے بھٹو کے خلاف ۱۹۷۷ء کی تحریک کو تحریکِ نظامِ مصطفیٰ ﷺ کا نام دیا۔

☆ امام نورانی ان سیاستدانوں میں شامل تھے جن کو بھٹو اپنا شدید حریف سمجھتے تھے۔

☆ یہی وجہ ہے کہ امام نورانی کو سندھ میں چیک آباد کے قریب گڑھی خیرہ میں شدید گری میں نظر بند کیا گیا۔ جبکہ دوسرے سیاست دان سہالہ ریسٹ ہاؤس میں نظر بند کئے گئے۔

☆ بھٹو کے خلاف P-N-A کی تشکیل بھی مولانا نورانی کی دعوت پر اس وقت جمعیت کے نائب صدر رفیق باجوہ صاحب کے گھر پر ہوئی۔

☆ بھٹو کے خلاف تحریک کے دوران مساجد میں اذانیں دینے کا تصور بھی امام نورانی نے دیا۔

☆ علامہ شاہ احمد نورانی نے بھٹو کے زوال کے بعد ضیاء الحق کی حکومت کے خلاف ایک سال تک کوئی بات نہ کی۔ کیونکہ نظر بندی کے دوران مری میں ملاقات پر ضیاء الحق نے سال کے اندر اسلام کے نفاذ کا وعدہ کیا تھا اس لئے اس کو موقعہ دیا گیا۔

☆ ضیاء الحق نے جب وعدہ کے مطابق نفاذ اسلام نہ کای تو ایک سال تک اسے وعدہ یاد دلایا گیا۔

☆ ضیاء الحق نے ایک بیان دیا کہ اکتوبر ۱۹۷۹ء میں ہونے والے انتخابات میں نے سیاستدانوں کے کہنے پر ہلتی کئے ہیں۔ اسی اجلاس میں امام نورانی نے سوال کیا کہ ان سیاست دانوں کا نام لو مگر ضیاء الحق کو جرأت نہ ہوئی۔

☆ بھٹو اور ضیاء الحق نے غیہ ایجنسیوں سے امام نورانی کے خلاف پوری تحقیقات کروائیں مگر ایک پھوٹی کوڑی کی کوئی بدعنوانی تلاش نہ کی جاسکی۔

☆ ضیاء الحق نے عہدہ اوقاف سے آرڈر جاری کروایا کہ اذان سے قبل صلوٰۃ و سلام نہ پڑھا جائے۔ اس کے خلاف امام نورانی کی قیادت میں جمعیت نے نعرہ حق بلند کیا۔ مقابلہ کا اعلان کیا حکومت نے اعلان واپس لے لیا۔

☆ ضیاء الحق نے محمد بن عبدالوہاب نجدی کی کتاب التوحید کی سرکاری سرپرستی کی۔ امام نورانی نے اس کو فرقہ واریت قرار دے کر مذمت کی۔

☆ ضیاء الحق کے دور میں سعودی حکومت نے اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کنز الایمان پر پابندی لگائی۔ امام نورانی نے اس کی عالمی سطح پر مذمت کی۔

☆ ضیاء الحق کے دور میں نجدی حکومت نے حرمین طہین میں محفل میلاد پر پابندی لگائی۔ جمعیت علماء پاکستان نے لاہور میں مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی کی قیادت میں تاریخی جلوس نکالا۔ جس پر پولیس نے شدید لاشمی چارج کیا۔

☆ ضیاء الحق نے غیر جماعتی انتخابات کے لئے امام نورانی سے مشورہ طلب کیا۔ آپ نے بھرپور دلائل سے اس کو لا جواب کیا اور غیر جماعتی انتخابات کا بائیکاٹ کیا۔

☆ ۱۹۸۶ء میں جو نیچو مرحوم کے غیر جماعتی منتخب اسمبلی کے دور میں امام نورانی نے فخر پارک کراچی اور موچی دروازہ لاہور میں تاریخی جلسے کئے۔

☆ ضیاء الحق کے پورے دور میں امام نورانی زبردست مارشل لاء دشمن شخصیت کے طور پر ابھرے۔

☆ جو نیچو مرحوم نے وزیراعظم کی حیثیت سے مسئلہ افغانستان پر گول میز کانفرنس منعقد کی۔ امام نورانی نے اس میں ضیاء الحق پر شدید تنقید کی اور مسئلہ افغانستان میں امریکی مفادات کے تحفظ کا الزام لگایا۔ جو نیچو کابینہ کے وزیراعظم تنگ کی امام

نورانی سے جھڑپ ہوئی۔

☆ ضیاء الحق نے جو نیچو اسمبلی کو برخاست کرنے کی تقریر میں مولانا نورانی کی اس تنقید کا بھی ذکر کیا۔

☆ امام نورانی نے اوچڑی کپ میں آتش زدگی کی عدالتی تحقیق کا مطالبہ کیا۔

☆ امام نورانی پہلے سیاست دان ہیں جنہوں نے سیاحتی کلچر پر بھارتی قبضہ کا انکشاف کیا۔

☆ امام نورانی نے ضیاء الحق دور کے کراچی میں پیدا کردہ لسانی دہشت گردوں سے کبھی صلح نہ کی۔

☆ ضیاء الحق نے جو نیچو اسمبلی برخاست کی۔ جو نیچو مرحوم نے مسلم لیگ کا اپنا گروپ تشکیل دیا۔ وہ ضیاء الحق کی نفرت میں بڑا گروپ تھا۔ جو نیچو نے دعوت اتحاد دی۔ امام نورانی نے مولانا نیازی سے مشورہ کے ساتھ جو نیچو سے اتحاد کیا۔

☆ ۱۹۸۸ء کے انتخابات سے قبل مسلم لیگ جمیعت علماء پاکستان اور تحریک استقلال پر مشتمل پاکستان عوامی اتحاد تشکیل پایا۔ جمیعت نے دونوں پارٹیوں سے تحریری ضمانت لی کہ برسر اقتدار آکر کھلم کھلا دشمنی کی روشنی میں نظام مصطفیٰ ﷺ نافذ کریں گے۔

☆ جو نیچو کے بروقت سکریں سے آؤٹ ہونے اور نواز شریف کی شدید دشمنی کے باوجود جمیعت کے چار ارکان قومی اسمبلی منتخب ہوئے۔ ۱۸ لاکھ جمیعت نے ووٹ لیے۔

☆ ضیاء الحق کی موت کے بعد ۱۹۸۸ء کے انتخابات میں بے نظیر بھٹو وزیراعظم اور نواز شریف پنجاب کے وزیراعلیٰ اور حقیقی قائد حزب اختلاف بنے۔ جمیعت نے دونوں کو کھوٹے سے قرار دیا۔

☆ امام نورانی اور جمیعت نے بے نظیر بھٹو کی شدید مخالفت کی۔ بے نظیر کے خلاف عدم

اتحاد کا ووٹ دیا مگر یہ عدم اتحاد نواز شریف کی سازش سے کامیاب نہ ہو سکی کہ نواز شریف کو وزیراعظم بننے کی امید نہیں تھی۔

☆ ۱۹۹۰ء میں نواز شریف جیت گئے۔ جمیعت نے مولانا فضل الرحمن کے ساتھ مل کر اسلامی جمہوری اتحاد بنایا۔

☆ نواز شریف نے امریکہ کی غلامی کرنے کے لئے عراق کے خلاف فوج کو استعمال کیا۔ یہ فوج گمران وزیراعظم غلام مصطفیٰ جتوئی نے کبھی تھی مگر نواز شریف نے اس فیصلہ کو برقرار رکھا۔

☆ امام نورانی نے عراق کے مسلمانوں کی حمایت کے لئے ملک گیر دورے کئے۔ عراقی بھائیوں کی امداد کے لئے رضا کار بھرتی کرنے کا اعلان کیا۔ تین لاکھ مسلمانوں نے جمیعت کا فارم پر کیا۔

☆ نواز شریف کے خلاف سیاسی جماعتوں کے لاکھ مارچ میں جمیعت نے شمولیت کا اعلان کیا۔

☆ نواز شریف کی اسمبلی کو غلام اعلیٰ نے برطرف کیا مگر سپریم کورٹ نے بحال کر دیا۔ لیکن ایک فوجی امریکی چمڑی دیکھ کر نواز شریف نے اسمبلی توڑنے کا اعلان کر دیا۔

☆ ۱۹۹۳ء کے انتخابات میں پھر بے نظیر بھٹو اقتدار میں آ گئیں۔ جمیعت علماء پاکستان واحد قومی سیاسی جماعت ہے۔ جس نے بے نظیر بھٹو کے پہلے بجٹ کو مسترد کرنے کے لئے اسلام آباد میں قومی کانفرنس منعقد کی۔ اس میں نواز شریف، نواب زادہ نصر اللہ، بلخ شیر حزاری، اجمل غنک جیسے اکابر سیاست دانوں نے شرکت کی۔

☆ ۱۹۹۶ء میں نواز شریف جمیعت علماء پاکستان کے دفتر آئے۔ امام نورانی سے گزشتہ تینوں کی محذرت چاہی۔ جمیعت نے ۲۷ جماعتوں کے مشترکہ جلوس میں بے نظیر بھٹو کے خلاف بھرپور مظاہرہ کیا۔ بی بی سی نے اس جلوس کی نمایاں دو جماعتیں قرار دیں ایک مسلم لیگ اور دوسری جمیعت علماء پاکستان۔

☆ بے نظیر بھٹو کے اس دور میں نواز شریف اور شہباز شریف نے امام نورانی سے ملاقاتوں کا تاننا باندھ دیا۔ مگر ۱۹۹۷ء کے انتخابات کے موقع پر پھر بددیانتی کی۔ جمعیت نے مجبوراً انتخابات کا بائیکاٹ کر دیا۔

☆ انتخابات جیسے بھی تھے جمعیت نے تصادم کا راستہ اپنانا مناسب نہ سمجھا کہ اس طرح بے نظیر بھٹو کی سیاست کو فروغ ملتا تھا۔

☆ ۱۹۹۱ء سے جمعیت کے سیکرٹری جنرل کے منصب پر بزرگ سیاست دان، محب وطن لیڈر مجاہد اسلام جناب جنرل کے ایم اعظم خان فائز ہیں۔ انہوں نے ہر موقع پر بالغ نظری اور سیاسی بصیرت کا مظاہرہ کیا۔

☆ نواز شریف نے جمعیت کے غلوں کی ہر موقع پر توہین کی۔ جس کا غیاز وہ بھگت رہے ہیں۔

☆ ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۹ء کو نواز شریف اپنے مکافات عمل کا شکار ہو گئے۔ جنرل پرویز مشرف برسرِ اقتدار آ گئے۔

☆ جنرل پرویز مشرف نے اپنی پہلی تصویر شائع کی اس میں وہ دو چھوٹے چھوٹے پلے (یعنی کتے کے بچے) اٹھائے ہوئے تھے۔ اس پر سب سے پہلے امام نورانی کا بیان آیا کہ اسلام کا جنرل وہ ہوتا ہے جس کے ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے ہاتھ میں قرآن ہو۔

☆ جمعیت اور امام نورانی نے نواز شریف کے دور میں خیر سگالی کے باوجود واجپانی کے دورہ لاہور، اعلان لاہور کی شدید مذمت کی تھی۔ نواز شریف حکومت کی کارگل پالیسی کی ہمیشہ مذمت کی۔ اس لئے فوجی انقلاب کو فلاح نہیں کہا۔

☆ پرویز مشرف نے آئین کو معطل کیا تو اس کی اسلامی دفعات بھی معطل ہو گئیں۔ قادیانی برسرِ عام خنڈہ گردی کرنے لگے۔ اس کا امام نورانی نے سخت نوٹس لیا۔

☆ ۲۷ مارچ ۲۰۰۰ء کو منصورہ میں تمام دینی جماعتوں کے اجلاس کی صدارت امام نورانی نے کی۔ فوجی حکومت کے اس اقدام کی مذمت کی۔

☆ ۸ مئی ۲۰۰۰ء کو جمعیت کی دعوت پر لاہور میں دینی جماعتوں کی تاریخی قومی شمعِ نبوت کانفرنس امام نورانی کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ اس میں پانچ نکاتی مطالبہ پیش کیا گیا۔ جس میں اسلامی دفعات کا فوجی حکومت کے پی سی او میں شمولیت سرفہرست تھا۔ فوجی حکومت نے یہ مطالبہ مان لیا۔

☆ امام نورانی نے جمعیت کی صدارت سے ۱۷ جنوری ۲۰۰۰ء کو اسٹھنی دے دیا۔ یہ اجلاس لاہور میں منعقد ہوا۔ ۲۵ جنوری ۲۰۰۰ء کو عاملہ نے اسٹھنی نامہ طور کر دیا اور مفکر اسلام پروفیسر شاہ فرید الحق قائم مقام صدر جمعیت علماء پاکستان فرائض انجام دینے لگے۔

☆ جمعیت کی یہ جھلکیاں ملاحظہ فرمانے کے بعد یہ بھی ملاحظہ ہو کہ جمعیت پنجاب میں ۱۶ مئی ۱۹۹۹ء اور پھر ۲۹ جولائی ۲۰۰۰ء سے انتہائی صورت حال پیدا ہوئی ہے کہ اس دن سے صوبائی انتخابات میں نوجوان رہنما قاری زوار بہادر صوبائی جنرل سیکرٹری اور پھر سید محمد محفوظ شہیدی پنجاب کے صدر منتخب ہوئے ہیں۔ اس کے بعد پنجاب میں جمعیت کے اندر تحریک، حرکت، دلولہ و جوش پیدا ہوا ہے۔ قاری زوار بہادر نے ہر ضلع کا دورہ کیا۔ کارکنوں سے براہ راست ملے اس پر الگ تفصیل آئے گی ان شاء اللہ۔

☆ جمعیت علماء پاکستان کے اتحاد کے لئے گزشتہ ۵ سال سے کوششیں جاری تھیں۔ یہ کوششیں الحمد للہ ۱۸ اکتوبر ۲۰۰۰ء کو ہار آور ثابت ہوئیں اور جمعیت علماء پاکستان کے دونوں بزرگوں قائد اہل سنت امام شاہ احمد نورانی اور مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیاز نے جمعیت کے اتحاد کا اعلان کر دیا۔ یہ تاریخ ساز اجلاس دارالعلوم جامعہ محمدیہ رضویہ گلبرگ III میں منعقد ہوا۔

☆ ۱۸ اکتوبر ۲۰۰۰ء اتحاد کے بعد قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی چیئر مین، مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیاز صدر، پروفیسر شاہ فرید الحق سیکرٹری جنرل اور پھر سید امیر شاہ گیلانی جمعیت علماء پاکستان کے سینئر نائب صدر منتخب قرار پائے۔



تحریر..... مولانا محمد علی نقشبندی

پچھلے دنوں نوائے وقت میں پاکستان میں سیاسی جماعتوں کا مستقبل کے عنوان سے مسٹر آفتاب علی خاں ایم اے نے مختلف جماعتوں کی حیثیت ترکیبی اور دائرہ اثر و اقتدار پر بحث کی ہے۔ اس میں انہوں نے جماعت اسلامی، پیپلز پارٹی، پیپلز عوامی پارٹی، جمعیت علماء اسلام، جمعیت علماء پاکستان، کونسل مسلم لیگ، پاکستان جمہوری پارٹی، تحریک استقلال پاکستان اتحاد پارٹی، تحریک خاکسار اور دیگر سیاسی، مذہبی گروہ بندیوں کا تذکرہ کیا ہے۔ حرف آخر میں مسٹر آفتاب علی خاں نے یہ رائے قائم کی ہے کہ:

- ۱۔ اکثر جماعتیں حقیقی سیاست چلا رہی ہیں جو کسی طور پر بھی ملک و ملت کے لئے سودمند نہیں۔
- ۲۔ فحش اختلاف جب نظریاتی اختلاف کا روپ دھار لے اور یہ اختلاف اس کتب فکر کو جنم دے جو نظریہ پاکستان سے متصادم ہو تو ایسی حقیقی سیاست قوم و وطن کے لئے زبردست مہلک ہے۔

۳۔ حقیقی سیاست کے یہ رجحانات خود جماعتی قیادتوں کے لئے خطرہ ہیں۔ کیونکہ اعلیٰ قیادت کی بنیاد اثباتیت Positivism پر رکھی جاتی ہے۔

۴۔ ملک میں کسی جماعت کا اقتصادی پروگرام قومی امنگوں کے مطابق نہیں۔ کسی کا بے حد قدامت پسند اور کسی کا نہایت جدید ہے۔

۵۔ اسلام سے انحراف کا تصور بھی پاکستان کے لئے گناہ عظیم ہے۔ اسلام کے اقتصادی پروگرام کی مناسب تشہیر نہ ہو سکی جس کے باعث عوام، اسلام کے اقتصادی

پروگرام کی عظمتوں سے واقف ہی نہ ہو سکے اور پیپلز پارٹی نے میدان خالی دیکھ کر ڈبرہ جھالیا۔

الفرض ان کی اپنی تحقیقات کے مطابق کوئی جماعت معیار حق پر پوری نہیں اترتیت۔ برسر اقتدار پارٹی کے متعلق ان کی رائے یہ ہے کہ اس کی اٹھان لغوہ بازی سے ہوئی تھی جب لوگوں کو نہ سوشلزم نظر آیا اور نہ مساوات محمدی تو ماسوائے مدودے چند، مراحب غور اور احتیالی گروہ کے پارٹی کی اکثریت قیادت سے بیزار ہو کر نئی راہیں تلاش کر رہی ہے۔ ”تحریک استقلال مقالہ نگار کی منظور نظر عظیم ہے اور وہ مستقبل میں ایک مؤثر طاقت کی حیثیت سے اس کے ابھرنے کی توقع رکھتے ہیں۔ بشرطیکہ اصغر خاں عوام کو کوئی واضح جامع اور حقیقت پسندانہ اقتصادی و سیاسی پروگرام دے سکیں۔ دوسری متوقع قیادت ان کی نظر میں جماعت اسلامی کی ہے مگر اس کی بابت بھی وہ لکھتے ہیں کہ جب تک جماعت قیامت کو مزید فعال نہیں بناتی موجودہ حالت میں رہے گی۔

ان کی ساری تحقیق کا لب لباب یہ ہے کہ ملک کی تمام جماعتوں میں سے کسی ایک کی بے پناہ اور فیصلہ کن کامیابی کا دار و مدار حقیقت پسندانہ واضح اور جامع اقتصادی پروگرام پر ہوگا جو اسلام کے منافی بھی ہو اور جدید تقاضوں کا ساتھ دے سکے اور سیاسی توازن پیدا کرنے میں بھی مدد دے۔ گویا مسٹر آفتاب علی خاں کی تو سن فکر کی تنگ و تار موجود پر نہیں بلکہ ممکنات پر ہے۔

اس اعتبار سے جب سیاسی جماعتوں کے مستقبل بلکہ خود پاکستان کی ترقی اور سر بلندی کی بابت جائزہ لیا جائے تو موجودہ مبہم، مستقبل، خدوش اور ممکنات شاعرانہ ہیں جب ترقی کا تمام تر انحصار اور دروداد ممکنات پر ہے تو پھر ایک جماعت کی دم پکڑ کر مصائب اور آلام کے دریائوں کو عبور کرنا حماقت اور کوہ اندیشی ہے اس طرح کسی کی جزوی فضیلت کچھ حیثیت نہیں رکھتی کیونکہ انگریز کی آمد سے قبل برصغیر پاک و ہند میں سواد اعظم اہل سنت ملک کی واحد نمائندہ جماعت تھی جس کا مشترک قانون ”قانونی حاکمیری“ کے ماتحت ہی ملک کے تمام معاملات کو کنٹرول کرتا تھا۔ انگریزی اقتدار کے ابتدائی دس سال تک ہماری

صدائیں ملتی کورت یہاں کا امن و امان قائم رکھتی تھیں۔ انگریز نے آتے ہی جہاں مسلمانوں کی اقتصادی و سیاسی برتری کو کھتا دیا وہاں پر اس نے ہمارے تہذیبی، معاشرتی اور دینی نظام میں خلل ڈالنے کے لئے خوفناک سازشیں کیں کہیں توحید کی آڑ میں منصب رسالت کا استہفافہ کر دیا کہیں مادر پدر آزاد اجتہاد کی آڑ میں ملت کی اجتماعی وحدت و استحکام کو پاش پاش کیا کہیں خاندان ساز خودکاشہ نبوت کے ذریعے اسلامی غیرت کو تباہ کرنا چاہا اور کہیں دین و سیاست میں تفریق پیدا کر کے قدیم و جدید طبقات میں خوفناک اہللوکی میں چھہ با غیرت فرزندانی اسلام اٹھے اور نہایت ہی جرأت و پامردی کے ساتھ ان تمام طوفانوں کا مقابلہ کیا بطلِ حریت مولانا فضل خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ ان عاشقانِ پاک طینت کے سالار و سرخیل تھے۔ انہوں نے ملت کے سوادِ اعظم کو ایک مرکز پر لانے کے لئے ہر مصیبت کو دعوت دی۔ انگریز کی قہر مانی قوتوں کا مقابلہ کرتے ہوئے ان کے خلاف فتویٰ جہاد صادر کیا ان کے شانہ بشانہ کام کرنے والے دوسرے مرادانِ حق حضرت العظام فضل رسول شاہ بدایونی، مجاہدِ اہل سنت مولانا کفایت علی کافی مراد آبادی، مولانا شاہ احمد اللہ مداری، والدِ گرامی اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی، مولانا فیض احمد عثمانی اور شیخ طریقت سید محمد احمد شاہ کچھچھوی، مولانا فضل امام خیر آبادی، مفتی صدر الدین خاں آذرودہ اور قاضی فیض اللہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سرگرم عمل رہے۔ جہاد کے نام پر اور بھی بہت لوگ میدان میں آئے مگر ان کا نقشہ جنگ سکھوں سے جہاد اور انگریزوں سے اتحاد کے گرد گھومتا رہا۔ تاہم روزگار، سراپا عشق و مستیِ ملائمہ فضل خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے یہ فعلیات عطا فرمائی کہ سارے کفر سے جہاد اور صرف اسلام سے وفاداری و اتحاد، ان کی جدوجہد کا نقطہ پرکار تھا بلکہ صاف کہہ دوں کہ ملت کو صرف اس تحریک کی ضرورت تھی جو سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت کو منظم کر کے مسائلِ دینی کا حل پیش کرے۔ میرا مقصد قارئین کو ماضی کی بھول بھلیوں میں الجھانا نہیں بلکہ ماضی سے حال اور حال کے حکم سے مستقبل کے گہرائی کے گہرائی نکال کر خلاصہ رہنمائی کرنا ہے اور وہ یہ کہ ہم جماعتوں، تحریکوں، لگیوں، پارٹیوں اور محاذوں کے گھجگھجوں سے نکال کر ساری ملت کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر دیں۔

قائدِ اعظم کا نسخہ اتحاد

قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اسلام کا دین ہے اس کے مطابق ہمیں زندگی بسر کرنے کا موقع ملا تو دونوں جہانوں میں ہماری بھلائی ہوگی۔ کافروں کے ساتھ ایک سلطنت میں رہ کر ہماری اجتماعی حیثیت، قومی کردار اور سیاسی زندگی اسلام سے محروم ہو جائے گی۔ جب قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقصد کی خاطر ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر ایک جھنڈے تلے اور ایک قیادت کے ماتحت متحد کرنے کا بیڑا اٹھایا تو مسلمان انگریز کے پیدا کردہ مختلف مذہبی فرقوں، سیاسی جماعتوں، صوبائی صوبیتوں، اقتصادی رجحانوں اور قبائلی امتیازات میں الجھے ہوئے تھے۔ قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ان فرقوں کی خدمت میں اپنا زیادہ وقت یا کوشش صرف نہیں کی۔ انہوں نے برصغیر میں بسنے والے مسلمانوں کے نکلنے دارالسلام پاکستان کا مطالبہ کیا اور ہر گروہ کو دعوت دی کہ وقتی طور پر دیگر اختلافات کو ملتوی کرتے ہوئے اس مشترکہ نصب العین کو اپنالیا جائے۔

اب بھی ضرورت ہے کہ ہم اسی نسخہ اتحاد کو پیش نظر رکھ کر ملت کے سوادِ اعظم کو منظم کریں اور نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام اور مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ کی خاطر اسلام کے ہمہ گیر اجتماعی نظام یعنی جمعیتِ علمائے پاکستان سے منسلک ہو جائیں اور مادی اقتدار کی خواہاں جماعتوں میں رہ کر ادھر ادھر ناک ٹوئیاں نہ مارتے رہیں۔

مسٹر آفتاب علی خاں نے جمعیتِ علماء سے پاکستان کے پروگرام، نظام اور تاریخ سے ناواقفیت کے سبب ملت کی اس اجتماعی کوشش کو بالکل غیر اہم قرار دیا ہے اور جسارت کی انتہا کرتے ہوئے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ خود جماعت کے رہنما جماعتی شخص کے بارے میں زیادہ عجیبہ معلوم نہیں ہوتے۔

تحریک پاکستان میں سوادِ اعظم

جمعیتِ العلماء نے پاکستان سوادِ اعظم اہل سنت کی ترجمان ہے۔ ۱۸۵۷ء کے

انتخاب کے طلبہ دارِ سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت کے ہی مقتدا تھے پھر انگریزی دور میں کفر، الحاد، زندقہ اور اسلام کے نام پر گمراہ کن، انحرافی، تحریفی، اعتزالی، خاریجیہ خود ساختہ اسلام کے داعیوں اور نیچری تحریکات کا مقابلہ بھی انہی مردانِ حق نے کیا۔ انگریز نے جب مسلمانوں کو کرستان بنانے کے لئے پادری فخر اور دیگر دشمنانِ حق کے ذریعے ارتداد کی تحریک شروع کی تو اس کا مقابلہ بھی علماء اہل سنت نے کیا حتیٰ کہ ملک کے اندر دورِ زوال میں بھی سوادِ اعظم کا اجتماعی نظام قائم و دائم رہا۔ جمعہ، جماعت، خطبہ، ختم قرآن اور مجلسِ زعمی میں حلال و حرام میں تمیز، خیر و شر کے درمیان امتیاز اور عبادت و معاملات کے لئے انگریزی حکومت کے عدالتی نظام کے باوجود مسلمانوں کے اپنے طہرہ دارالافتاء دارالافتاء قائم رہے۔ پھر ملک میں جنگ طرابلس ہو یا بلقان، مسجد کانپور کے انہدام پر احتجاج ہوا تحریکِ ہجرت و خلافت میں ایثار و قربانی کی فراوانی پیش کش اور تحریکِ عدم تعاون وغیرہ تمام موقعوں پر سوادِ اعظم نے ہی انہیں ہامی بنایا۔ ملک بھر میں ہماری دینی انجمنیں مثلاً ہر شہر میں انجمنِ اسلامیہ، مسجد کبلی، حیدر گاہ کبلی دارالافتاء، اسلامی اسکولز، کالجز، دارالعلوم، مدارس اور مشائخِ عظام کی خانقاہوں میں نقشبندی، قادری، چشتی، سہروردی، ذکر و فکر کے جلسے اور تعلیمی و تبلیغی ادارے سب کی رونق سوادِ اعظم سے تھی۔ مسلم لیگ کی تحریک پاکستان کو بھی سوادِ اعظم نے کامیاب بنایا۔

آل انڈیائی سنی کانفرنس:

۱۲ اپریل ۱۹۳۶ء میں آل انڈیائی سنی کانفرنس میں سوادِ اعظم اہل سنت کے ہزاروں علماء و مشائخ نے جمع ہو کر مطالبہ پاکستان (دارالسلام) کی پر جوش تائید کی بلکہ یہاں تک کہ ایک مفصل قرارداد میں اس قدر زور دیا کہ خدا خواستہ اگر قائدِ اعظم بھی اس مطالبہ کو ترک کر دیں تو ہم اسے نہیں چھوڑیں گے۔ سنی کانفرنس کے شرکاء میں امیر ملت سید جماعتِ ملی شاہ صاحب علی پوریؒ، خواجہ حافظ سید بدر الدین صاحب تونسویؒ، خواجہ حافظ قمر الدین صاحب سیالوی، خواجہ عبد غلام محی الدین صاحب گولڑوی، امین الحسنات عبد آف ماگیؒ، مولانا عبدالحکیم صاحب صدیقی میرٹھی، مولانا مفتی مسعود علی

صاحب میرٹھیؒ، مولانا عبدالبہاری فرنگی محلیؒ، مولانا عبدالغفور ہزارویؒ، مولانا عبدالحامد بدایونیؒ، مولانا ظفر الدین بہاریؒ، مولانا ابوالحسنات محمد احمد صاحب قادریؒ، علامہ ابوالبرکات سید احمد لاہور، مولانا سید احمد سعید کاظمی، مولانا ابوالنور محمد بشیر صاحب مدیر ماہ طیبہ کوٹلی لوہاراں، مولانا محمد یوسف صاحب سیالکوٹی، مولانا محمد ابراہیم صاحب چشتیؒ، قاضی ہند، مولانا نعیم الدین مراد آبادی، صدر الشریعہ مولانا حکیم محمد امجد علی اعظمی وغیرہم کے اسامہ خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔

اس آل انڈیائی سنی کانفرنس بنارس میں پاک و ہند کے دو ہزار علماء و مشائخ نے مندرجہ ذیل قراردادیں پاس کیں۔

- ۱۔ آل انڈیائی سنی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبہ پاکستان کی پر زور حمایت کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ علماء و مشائخ اہل سنت، اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے ہر امکانی قربانی کے لئے تیار ہیں۔ اور یہ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ایک ایسی حکومت قائم کریں جو قرآن اور حدیث نبوی کی روشنی میں فقہی اصولوں کے مطابق ہو۔
- ۲۔ یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ اسلامی حکومت کے لئے مکمل لائحہ عمل مرتب کرنے کے لئے حسب ذیل علماء کرام کی ایک کمیٹی بنائی جاتی ہے۔ (اس سلسلہ میں مقتدر ترین حیرہ حضرات پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی گئی)۔

- ۳۔ علاوہ ازیں فیصلہ کیا گیا کہ اس تحریک کو ہر حال میں جاری رکھا جائے گا اگرچہ قائدِ اعظمؒ اس کو ترک بھی کر دیں اور اس سنی کانفرنس کے دو لاکھ سے زائد حاضرین عوام نے پر زور نعروں کی گونج میں تائید و حمایت کا اعلان کیا۔

الغرض میں یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت صدرِ اول سے لے کر آج تک ایک مستقل اجتماعی نظام رہا ہے جو تحریک یا جماعت اس کی تائید سے محروم رہی وہ ناکام ہو گئی اور جسے اس نے اپنا وہ کامیاب و ہمارا ٹھہری۔ مسلمانوں کی جس قدر سیاسی اور مذہبی جماعتیں برصغیر میں کامیاب رہیں۔ صرف اسے مقبولیت

خاص و عام کی سند ملی جس کی پشت پناہی سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت نے کی۔ ہر قومی، معصیت اور اعتلاء کے موقع پر سوادِ اعظم کے مختلف ادارے متحد ہو گئے۔ اور مسلمانوں کے اجتماعی مفادات کی پاسپانی کرتے رہے۔ قادی علم الدین کی تائید میں ناموس تحفظ رسالت کے لئے سوادِ اعظم نے بھرپور کردار ادا کیا۔ تحریک شہید گنج میں بھی انہیں کی قربانی کام آئی اور تحریک تحفظ ختم نبوت کی قیادت کا سہرا بھی سوادِ اعظم کے محبوب رہنما قادی کشمیر مولانا سید ابوالحسنات محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کے سر رہا۔ اس تحریک کے موقع پر مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی دارورسن کو چم کر آئے پنجاب اسمبلی میں پردہ بل، حرمت سود، مسئلہ کشمیر اور زرعی بل پیش کئے اور مصائب و آلام کی پرواہ کئے بغیر اہل سنت کا جھنڈا بلند رکھا۔

جمعیت علماء پاکستان کا قیام

اپنی بکھری ہوئی قوت کو جمع کرنے اور مختلف سیاسی و مذہبی جماعتوں میں شامل اپنے کارکنوں کو مرکز ملی پر واپس لانے کے لئے اور آئندہ کے لئے اعتزلی اور انحرانی تحریکات کے شر سے ملت کو محفوظ رکھنے کے لئے ۱۹۴۸ء میں باضابطہ طور پر علماء و مشائخ کے ایک عظیم اجتماع میں بنارس سنی کانفرنس کے اجتماعی فیصلوں پر قبیل کی خاطر جمعیت علمائے پاکستان کا قیام عمل میں لایا گیا جمعیت کا نصب العین تائیس خلافت علی منہاج نبوت یعنی قیام نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم قرار دیا گیا۔

جمعیت کی جدوجہد

۱۔ جمعیت العلماء پاکستان ملکی و ملی معاملات میں دلچسپی لیتی رہی۔
مہاجرین اور تحریک آزادی کشمیر میں بھرپور حصہ لیا مگر اس کی اصلی جدوجہد آئین اسلامی کی تدوین تھی۔ اسلامی فقہ کی رو سے اصولی فقہ سے مراد آئین اور احکام فقہ سے مراد ”قانون“ ہے۔ پھر بھی عہد حاضر کی زبان میں مستقل آئین ایک ناگزیر ضرورت تھی اس لئے جمعیت کی تمام سرگرمیاں اسی جانب مرکوز ہیں۔ چنانچہ ہم نے ۱۹۴۹ء کی قرارداد مقاصد ۱۹۵۲ء کی بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی رپورٹ (بی بی سی رپورٹ) ۱۹۵۳ء کے

معموری مسودہ آئین ۱۹۵۶ء کے آئین ۱۹۶۲ء کے ایوبی آئین سب کو نامکمل قرار دیتے ہوئے مثالی آئین کے لئے کوشش جاری رکھی۔ مذکورہ تمام مسودات آئین میں کوتاہی کی وجہ یہ تھی کہ قرآن و سنت کو پاکستان میں اساس حجت تسلیم کر لینے کے باوجود فقہ کو اساس حجت میں شامل نہ کیا گیا اور اس طرح نص کو تفسیر ہار بائے سے منہ کرنے اور تحریف و مطالبہ کے راستے کھلے رکھے گئے۔

۲۔ ۱۹۶۹ء میں جب یحییٰ خاں نے مستقل آئین سازی کے لئے مجلس آئین ساز منتخب کرنے کے لئے عمومی انتخابات کا اعلان کیا تو سوادِ اعظم اہل سنت نے اپنی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے جون ۱۹۷۰ء میں اہل سنت کا ایک آل پاکستان کنونشن دارالسلام ٹوبہ ٹیک سنگھ میں منعقد کیا اس کنونشن میں تقریباً دس ہزار علماء و مشائخ، خطباء و فقہاء اور آئمہ و قانون دان حضرات جمع ہوئے جہاں آئین اسلامی کی خاطر عمومی انتخابات میں حصہ لینے کا تاریخی فیصلہ کیا گیا۔ تقریباً اڑھائی لاکھ سنی عوام کے اجتماع میں اس قرارداد کی توثیق ہوئی، خواجہ حافظ محمد قمر الدین صاحب سجادہ نشین آستانہ سیال شریف کو آل پاکستان جمعیت کا صدر منتخب کیا گیا۔

۳۔ پانچ چھ ماہ کے قلیل عرصہ میں خواجہ صاحب نے ملک بھر میں جمعیت کے پبلک جلسوں سے خطاب کیا۔ اگست میں عمومی انتخابات کے سرکاری اعلان کے بعد خواجہ صاحب نے بے سروسامانی کی حالت میں آئین اسلامی کی تدوین کی خاطر انکیشن کی تیاری شروع کی تین چار ماہ کی جدوجہد میں جمعیت العلماء پاکستان نے آئین ساز اسمبلی کی سات نشستیں حاصل کر لیں۔

۴۔ ۱۹۷۱ء کے پراخوب دور میں جمعیت ملکی دفاع کے لئے سرگرم عمل رہی۔
۵۔ مارچ ۱۹۷۲ء میں جمعیت کی تنظیم کو مستحکم اساس پر قائم کرنے کے لئے حضرت خواجہ صاحب نے مولانا عبدالستار خان نیازی کو صوبہ پنجاب کا گونیز مقرر کیا مولانا نیازی صاحب کی مجاہدات، سرفروشانہ اور اسلامی نقطہ نظر فکر کے مطابق ہمیں رسالہ خدمات ملک و ملت کے ہر کومہ فرزند پر زور روشن کی طرح واضح ہیں کوئی تحریک کوئی لائحہ عمل اور

کوئی میٹنگ و اجلاس ایسا نہیں جس میں آزادی وطن، عظمت اسلام، تحفظ مقام نبوت اور تدوین و تکمیل آئین اسلامی پیش نظر ہو اور اس میں مولانا نیازی صاحب نمایاں اور قابلِ فخر بلکہ لائقِ صدر شک انداز میں پیش کش موجود نہ ہوں۔ مولانا عبدالستار نیازی صاحب نے ستمبر ۱۹۷۲ء تک تمام صوبہ پنجاب کا قریب قریب تحصیل و ضلع اور قصبہ و تھانہ میں طوفانی دورہ کر کے جمعیت کی شاخیں منظم کیں۔ ستمبر ۱۹۷۳ء کے آخر میں ملتان میں صوبائی کنونشن کا انعقاد ہوا۔ جس میں تین روزہ جلسیں مضامین اور پبلک جلسے منعقد ہوتے رہے۔ کنونشن میں کم از کم دو ہزار مندوبین شامل ہوئے اور ہر پبلک جلسے کی حاضری ایک لاکھ سے تجاوز تھی۔ اس کنونشن میں مولانا عبدالستار خاں نیازی مدظلہ کو متفقہ طور پر صوبہ پنجاب کا صدر چنا گیا۔ راقم الحروف کو بھی اسی موقع پر نائب ناظم کی خدمات سونپی گئیں۔

۶۔ مئی ۱۹۷۳ء میں بمقام خانوال جمعیت کا کل پاکستان کنونشن منعقد ہوا جس میں صوبائی مجالس شوریٰ، صوبائی مجالس منتفقہ مرکزی مجلس شوریٰ اور مرکزی مجلس عاملہ کے علاوہ خصوصی دعوت پر مندوبین شامل ہوئے جن کی تعداد ڈیڑھ ہزار سے تجاوز تھی۔ اس کنونشن میں جمعیت کا نیا آئین منظور ہوا اسی خانوال کنونشن میں مولانا شاہ احمد نورانی صدر بنے اور مولانا عبدالستار خاں نیازی کو ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا۔

۷۔ پاکستان کے مستقل آئین کی تدوین کے سلسلہ میں جمعیت نے قابلِ قدر خدمات سر انجام دیں۔ مولانا نورانی صاحب کی خدمات زبانِ زدِ خاص و عام ہیں۔ اسمبلی کے اندر اور باہر آئین کی تدوین کے علاوہ بھگہ دیش کے قند سے قوم کو نجات دلانے کے لئے اکابرین جمعیت نے ملک میں سینکڑوں جلسے کئے صرف مولانا نیازی صاحب نے اس سلسلہ میں بھگہ دیش کے خلاف اسی جلسوں سے خطاب کیا۔ مولانا کے خلاف مقدمات کھڑے کئے گئے اور جیل میں ڈال دیا گیا مولانا کے علاوہ جمعیت کے دیگر اکابرین صوبائی ناظم، اعلیٰ نائب ناظم، ناظم اطلاعات اور صوبہ سندھ کے اکابرین پر مقدمات چلائے گئے۔

الغرض مسٹر آفتاب علی کا خیال کوتاہ اندیشی اور لامٹی پر مبنی ہے کہ جمعیت کی کوئی

عظیم انہیں جمعیت کی آل پاکستانی عظیم موجود ہے کیونکہ عمومی انتخابات میں مجموعی طور پر جمعیت نے باقی جماعتوں کے مقابلہ میں سب سے زیادہ ووٹ لئے تھے۔

جماعتوں کا مستقبل

جماعتوں کے مستقبل کی کامیابی کے لئے مسٹر آفتاب علی نے جو شرائط پیش کی ہیں وہ سب ایک مطالبہ نفاذِ شریعت سے پوری ہو جاتی ہیں۔ کسی جماعت کا اپنی قیادت کو فعال بنا کر یا اپنے منشور میں اسلامی اقتصادی نظام شامل کر کے کامیابی سے ہمکنار ہونا اس وقت تک بے معنی رہے گا جب تک یہ جماعت شریعتِ مطاہرہ کو اذیت پہنچاتا نہیں بناتی اب صرف اس جماعت کا مستقبل باقی ہے جو شریعت کی تعلیم دینی، تبلیغ کرنی، اور شریعت پر عمل کرتی ہے۔

کرل معرقدانی کی مثال آپ کے سامنے ہے۔ انہوں نے کوئی عظیم اقتصادی منشور پیش نہیں کیا اس کا نعرہ تھا۔ لہذا نکلون مالا نکلعون ہم بھی کہتے ہیں کہ اب صرف اسی جماعت کی ضرورت ہے جو اس ملک میں شریعت نافذ کرے۔ اب کسی سیاسی جماعت کی ضرورت باقی نہیں رہی جب کہ آئین میں اسلام کو سرکاری مذہب قرار دیا گیا۔ قرارداد مقاصد کے چھوٹے پیرا گراف میں تمام مسلمانوں کو شریعت کا پابند بنانے کی ذمہ داری قبول کی گئی ہے۔ تمام قوانین کو شریعت کے مطابق ڈھالنے کا اقرار کیا گیا ہے۔ اسلامی کونسل کو شرعی قانون سازی کا گمراہ بنایا گیا ہے۔ اور صدر مملکت اور وزیر اعظم دونوں نے اپنے حلف منصبی میں ایمان باللہ، ایمان بالکتاب، ایمان بالرسالت مشروط باقرارِ ختم نبوت، ایمان بالآخرت اور شریعت کے تمام تقاضوں کو پورا کرنے کا اقرار صراحہ کیا ہے لہذا اب اسلامیہ جمہوریہ پاکستان میں صرف اس جماعت کی ضرورت ہے جو شریعت حقہ کو نافذ کرے اور اس حالات میں تو یہ کہوں گا کہ سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت کے تمام افراد جو مختلف سیاسی جماعتوں میں شامل ہو کر وقت ضائع کر رہے ہیں اپنے مرکزِ ثقل پر واپس آجائیں۔

الوکھا معیار حق

مسٹر آفتاب علی نے دائیں بازو اور بائیں بازو پر مثبت تحریک اور منفی تحریک کی پامالی اصطلاحات بیان کر کے وضاحت کی بجائے غلط بحث کیا ہے۔ دائیں بائیں کی تقسیم جدید ذہن کی پیداوار ہے جس کی رو سے دایاں معتدل یا کسی حد تک رجعت پسند اور بائیں متحرک اور انقلابی ہوتا ہے لیکن اسلام کی رو سے دائیں بازو والے (اصحاب الیمینہ) انسانیت کے سچے خادم، خدا ترس اور انقلابی ہوتا ہے لیکن ہیں اور بائیں بازو والے (اصحاب الشیمہ) جاہل، بے کرد رجعت پسند، تاریک خیال، کج دماغ اور دشمنان انسانیت لوگ ہوتے ہیں یعنی پہلے مومن اور دوسرے کافر۔

علیٰ ہذا التیاس مسٹر آفتاب علی کی مثبت اور منفی کی اصطلاح بھی محل نظر ہے۔ حق زرا مثبت ہے اور نہ محض منفی بلکہ نفی اور اثبات مل کر کلمہ حق ترکیب پاتا ہے۔ لا الہ کی نفی ہے اور الا اللہ اثبات بنا بریں یہ کہنا کہ اکثر جماعتیں منفی سیاست چلا رہی ہیں۔ مبہم اور لائینی ہے یہ کیوں نہیں کہتے کہ اکثر باطل پرست ہیں ان کے مقابلہ میں مثبت سیاست کا تصور بھی اپنی جگہ نامکمل اور ناکافی ہے۔ اعلیٰ قیادت کی بنیاد بقولہ ہمیشہ اثبات پر رکھی جاتی ہے کے بجائے یہ کہنا درست ہوگا کہ اعلیٰ سیاست کی بنیاد ہمیشہ حق و صداقت ازلی پر ہوتی ہے۔ مثبت اور منفی کے پیچھے جب تک الہامی نظریہ حق نہ ہو دونوں لغو ہیں اور پھر آپ کی دوڑ بھی اقتصادی سہولیات اور اقتصادی تحفظ تک محدود ہے حالانکہ اقتصادیات کے ساتھ ساتھ جب تک تہذیبی، تمدنی، اخلاقی، ثقافتی اور دینی انقلاب نہ ہو تو معاملہ محض مساوات حکم تک محدود رہ جاتا ہے اسلام میں اقتصادی پروگرام کی عظمت، علیحدہ کوئی شے نہیں پورے ضابطہ حیات کا ایک پہلو ہے۔

مسٹر آفتاب علی صاحب نے تحریک استقلال کی مقبولیت اور شامدار مستقبل کی وجہ یہ بتائی ہے کہ پیپلز پارٹی سے ٹوٹ ٹوٹ کر لوگ اس میں شامل ہو رہے ہیں۔ دوسرے یہ کہ تحریک کے لوگ ظلم اور جبر کا مردانہ وار مقابلہ کر رہے ہیں۔ ۶۹-۱۹۶۸ء میں بھی

کیفیت پیپلز پارٹی میں شامل ہوئے تھے اور آج..... اقتدار سے ہم کنار ہونے کے لئے مختصر راستہ (شارٹ کٹ) کے حلاشی تھے۔ آج بھی اقتدار کی خاطر لوگ بے طالع آزماؤں کے پیچھے لگنا چاہتے ہیں۔ ہماری قوم تلخ عاجلہ کی خواہاں ہے اور اقتدار کی حرص ہو گئی ہے جمہوریت کا راستہ مہر آزما انتظار بے لوث ایثار اور اعلیٰ روایات پر چلنے کا راستہ ہے اس لئے مقصد حصول اقتدار کی بجائے شریعت کی فرمانروائی اور قانون کی بالادستی ہونی چاہیے۔

ظلم کا مقابلہ کرنا اور مار کھانا، صبر و استقامت کا مظاہرہ ہے مگر جب تک اس کے پیچھے کوئی جامع اور منضبط فلسفہ حیات نہ ہو یہ محض اقتدار کی جنگ رہ جاتی ہے بقول حضرت علامہ اقبال **حکومت**:

زمام کار اگر مزدور کے ہاتھوں میں ہو پھر کیا طریق کوہ کن میں بھی دی جیلے میں پردی کل کے ظالم مظلوم ہیں تو آج کے مظلوم برسر اقتدار آنے کے بعد کل پھر وہ خود ظالم بن جائیں گے پھر ظلم کا مقابلہ اور صبر و استقامت صرف تحریک استقلال کی اجاری داری نہیں۔ حالیہ سول نافرمانی میں متحدہ جمہوری محاذ کے کارکنوں نے زیادہ ایثار و استقامت کا ثبوت دیا ہے۔

مقصد سے فرار

جماعتوں کا مستقبل متعین کرنے سے پہلے مقاصد متعین کرنے ضروری ہیں اور یہ بتانا ضروری ہے کہ پاکستان کا قیام دو قومی نظریات کی بنیاد پر عمل میں لایا گیا تھا۔ اور دو قومی نظریہ کی بنیاد سوائے اسلام کے کچھ نہ تھی اور نہ ہے۔ لہذا جس قدر اسلام کو پاکستان کا ضابطہ حیات بنانے میں تاخیر ہو رہی ہے۔ اسی قدر پاکستان کی سالمیت، اتحاد و استحکام میں خلل پیدا ہو رہا ہے جب قوم کی توجہ اسلامی شریعت کے نفاذ سے ہٹا کی جاتی ہے تو سوائے صوبہ پرستی، زبان پرستی، علاقائیت، ذاتیات، پارٹی بازی، اشتراکیت، اشتعالیت، لامرکزیت اور تحریمی تصادم کے دوسرا کوئی نصب العین سامنے نہیں رہتا۔ غرض اسلامی

شریعت سے جدا ہو کر انتشار و فساد پیدا ہوتا ہے اور اس کے اپنے دوستوں کے کام آنے کی استعداد بھی کم ہو جاتی ہے۔

منافقت، سازش اور انتشار

قیام پاکستان کے فوراً بعد اس ملک میں اسلامی شریعت کا نفاذ عمل میں آنا چاہئے اسلامی حدود اور تعزیرات کو فی الفور نافذ کیا جاتا۔ حلال و حرام کی حدود متعین کی جائیں اور کلی خزانے کو بیت المال المسلمین سمجھ کر اس امانت کی حفاظت کی جاتی۔ مگر افسوس ہے کہ ہر برسرِ اقتدار طبقے نے منافقانہ طرزِ عمل اختیار کرتے ہوئے اسلام کی آڑ میں اسلام دشمنی کی۔ اس کلی منافقت نے دشمنانِ دین کے لئے سازش کا راستہ کھولا اور نتیجتاً سارا ملک خوفناک انتشار اور انحلال کی نذر ہو گیا۔ مسٹر آفتاب علی کو سب سے پہلے قوم کو ان خطرات سے آگاہ کرنا چاہئے تھا۔ اور تمام سیاسی و مذہبی جماعتوں کو ملانی، ناقات کی راہ دکھانی چاہئے تھی مگر انہوں نے اس بنیادی اساس سے ہٹ کر وقتی اور ہنگامی تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے اپنی حکمت و فلسفہ کا دفتر کھول دیا ہے۔

صرف ایک آواز شریعت کا نفاذ

مسٹر آفتاب علی خاں کو چاہئے تھا کہ وہ تمام سیاسی و مذہبی جماعتوں کو اس بحرِ مانہ کو تباہی پر ٹوکے۔ ان کا محاسبہ کرتے اور اصلاح احوال کا راستہ دکھاتے۔ ہمارے سامنے گزشتہ چھ مہینوں سالہ منافقت، سازش اور انتشار کا علاج یقیناً، محکمِ نظم اور عسکریت ہے جو اسلامی شریعت کی پابندی سے حاصل ہوتی ہے۔ جمعیت علماء پاکستان بفضلِ تعالیٰ اسی پروگرام پر گامِ حزن ہے۔ ہم نے غیب، آخرت، توحید، رسالت، سنت اور خلافت کے بنیادی اصولوں کی روشنی میں انسان کی اجتماعی زندگی کا جو نقشہ مرتب کیا ہے اس میں حاکم و محکوم اور سلطان یا رعایا کے متعلق تصورات کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی۔ حکومت کا رعایا سے جدا کوئی وجود نہیں۔

ہمارا نصب العین خلافت علیٰ منہاج نبوت

خلافت کے نظامِ حکومت کے ماتحت خود ساری امت ہی اپنے آپ کو ایک اخوت کی صورت میں منظم کر کے امارت اور امامت کے فرائض ادا کرتی ہے امیر صرف اس لئے امیر ہے کہ وہ خدا اور رسول ﷺ کے احکام یا اوامرِ نواہی کو نافذ العمل کرواتا ہے امام اس لئے امام ہے کہ وہ شریعت نافذ کرانے کا فریضہ ادا کرتا ہے۔ اسلامی تاریخ میں سلاطین اور بادشاہوں کا ذکر اس لحاظ سے گمراہ کن ہے کہ مسلمان سلاطین کو کبھی فرنگی اور روسی سلاطین کی طرح حرام اور حلال یا نص تبدیل کرنے کا حق حاصل نہیں رہا۔

اسلامی ریاست کے دو پہلو قابلِ توجہ ہیں۔ داخلی طور پر اسلامی ریاست کسی ایک طبقہ یا گروہ کی نمائندہ نہیں ہوتی بلکہ المخلوق عیالِ اللہ کے اصول کے ماتحت عمرانِ گروہ اگر کسی خاص نسل یا خاندان سے تعلق رکھتا ہے تو کم از کم اصولاً اسے یہ اقرار ضرور کرنا پڑتا ہے کہ حکومت رعایا کے تمام طبقات کی یکساں خبر گیری اور بہتری کے لئے قائم ہے یہ صورت تمام غیر اسلامی نظام ہائے حکومت کو اصولاً جائز، قاهر اور صاحبِ تسلط تسلیم کیا جاتا ہے۔ مغرب میں ریاست کا یہی قہرانہ تصور تھا جس نے مارکس کو اس نتیجے پر پہنچنے کی جانب مائل کیا کہ حکومت چونکہ اللہ جبر Weapon of Cossion ہے اس لئے یہ آلہ جبر سرمایہ دار کے ہاتھ سے چھین کر مزدور کے ہاتھ میں دینا چاہئے تاکہ مزدور اور باقی تمام معاشرتی طبقات پر جبر کر سکے۔ جمہوری نظام حکومت میں اقتصادی مسابقت اور مقابلہ کا اصول تسلیم کیا جاتا ہے کہا جاتا ہے کہ امیر چونکہ کمانے کی دوڑ میں آگے بڑھ گیا ہے اور غریب پیچھے رہ گیا ہے اس لئے سرمایہ دار کو حق ہے کہ وہ دادِ پیش دے اور غریب مستحق ہے کہ وہ محروم رہے۔ برعکس اس کے اسلامی ریاست میں انسانیت کا بلور ایک کنبے کے تصور یہ سکھاتا ہے کہ جس طرح کوئی خاندان اپنے نافرمان اور سرکش بچوں کو بھی ضروریاتِ زندگی اور تعلیم و

ہدایت سے کبھی محروم نہیں کرتا اسی طرح گنہگار بلکہ کفار پر بھی ظلم اور محرومی مسلط نہیں کی جاسکتی۔ نہ ہی اسلامی شریعت کسی حاکم کی ذاتی برتری کی خاطر اس کے رقیبوں کو اس طرح قتل کر دینے یا تلخیر کی دسی مثالیں مہیا کرنے کی اجازت دیتی ہے جس طرح بعض کیونسٹ ممالک کے واقعات منظر عام پر آتے رہتے ہیں۔ جمہوری ممالک میں سیاسی رقیبوں کو رسوا کرنے اور ان پر بہتان تراشی کی ہم چلانے کی جیسی مثالیں سینئر میکارتھی ہام پریڈنٹ روز ویلٹ یا فرانس اور برطانیہ کی بعض سیاسی پارٹیاں پیش کرتی ہیں۔ انہیں اسلامی اخلاق کی رو سے جائز تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ غرض داخلی طور پر اسلامی ریاست ایمان، عرفان، تقویٰ، حیا، مساوات، اخوت، حریت اور آخرت کے بنیادی اصولوں پر چلتی ہے خارجی طور پر اسلامی ریاست ملکوں اور قوموں کی تقسیم کو اصولاً تسلیم نہیں کرتی اسلامی ریاست اپنا دائرہ کار اعتقاد و اعمال کی حدود سے متعین کرتی ہے جغرافیائی کوائف کو اسلامی ریاست اپنا دائرہ کار کی حیثیت سے مد نظر رکھتی ہے۔ وہ ان کی کوئی اصولی حیثیت نہیں مانتی۔ اس طرح اسلامی ریاست کا وہ عالمگیر تصور شہد اعلیٰ الناس پیدا ہوتا ہے جو مغرب میں زوال روما کے بعد تاجید ہو چکا ہے اور جسے کیونز نے فرانسیسی کے ساتھ ہی دفن کر دیا۔ ہم بلا خوف و تردد لائحہ اعلان کرتے ہیں کہ پاکستان میں لادینی پارلیمانی جمہوریت اشتراکیت اور ملوکیت کے نظریات کو ہمیشہ کے لئے رد کرتے ہوئے خلاف علی منہاج نبوت کے قیام کے لئے اپنی جدوجہد جاری رکھیں گے۔ ان شاء اللہ العزیز۔

آخر میں ہم مسٹر آفتاب علی سے سوال کرتے ہیں کہ کیا ہمارا طرز استدلال جس میں نصب العین کو معیار حق قرار دیا گیا ہے اور اسی پر ملکی تمام سیاسی اور مذہبی جماعتوں کا محاسبہ کرنا چاہئے یا ان کی روش ٹھیک ہے جہاں ان سب جماعتوں کو مسترد کرتے ہوئے اپنی منظور نظر صرف رد جماعتوں کو نمایاں کر کے ایک کی قیادت کو مزید فعال بنانے کا مشورہ دیا گیا ہے اور دوسری کو اقتصادی پروگرام پیش کر کے مستقبل کی ایک مؤثر طاقت کی حیثیت سے ابھرنے کی نوید جانفزا سنائی ہے حالانکہ ان دونوں جماعتوں سمیت تمام جماعتوں کو

اسلام کے مکمل ضابطہ حیات کو اپنانے کا مشورہ دیا جانا ضروری تھا۔

جمعیت علماء پاکستان تحریک نفاذ شریعت کے لئے انتہائی پروگرام پیش کرتی ہے اس کی رو سے شریعت کے راستے میں رکاوٹ ڈالنے کا فائدہ کر دیا جائے گا اور خود ہم سب (کارکنان جمعیت و خادین ملک و ملت) شریعت کی خاطر فائدے کے گھاٹ اتر جانے کو حیات جاوداں تصور کریں گے۔ (اخبار میں شائع شدہ مقالہ یہاں تک ہے)

وقت کا تقاضہ

جمعیت علماء پاکستان جس نصب العین، نظام مصطفیٰ ﷺ کے قیام اور مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کے لئے معروف عمل ہے۔ یہ سواد اعظم اہل سنت کے لئے طرہ امتیاز اور سرمایہ افکار ہے۔ سواد اعظم اہل سنت کے سالاران و سرخیلان اولیاء کرام اور مشائخ عظام ہیں۔ جس طرح برصغیر پاک و ہند میں اسلام لانے اور پھیلانے اور حصول پاکستان کی جدوجہد میں مشائخ عظام اور علماء کرام نے عظیم کردار سرانجام دیا تھا اور جس طرح ماضی قریب میں ختم نبوت کا مسئلہ عالم اسلام اور اسلامیان پاکستان (سواد اعظم کچہ بین عقائد اور اسلام کے مطابق حل ہوا ہے اس میں بھی اولیاء کرام، ان کے مریدین و متوسلین اور علماء کرام کی بے پناہ قربانیاں اور صعوبتیں شامل ہیں۔ اسی طرح آئندہ بھی۔ عظمت اسلام اشاعت اسلام، تحفظ ملک و ملت اور نظریہ پاکستان کو بروئے کار ملانے کے لئے یہی نفوس قدسیا و ران کے ہیرو کار حضرات عظیم کردار سرانجام دے سکتے ہیں۔

حصول مقصد کی راہ

- 1۔ دور حاضر میں تمام مشائخ عظام و اولیائے کرام اپنے اپنے دامنوں سے وابستہ علماء و عظام، مفکرین و عمائدین، وکلاء و دانشور، صنعت کاران و مزدوران، زمینداران و حزار خان۔
- ب۔ خانقاہوں کے متولیان و راہنمایان اپنے اپنے عقیدت مندان اور ذکر و فکر میں

اہل حلقہ۔

ج۔ درسگاہوں کے اساتذہ، محدثین و مفسرین کرام اپنے اپنے حلقوں کے ناظمین، معلمین و محصلین۔

د۔ اہل علم قلم اپنے حلقہ کے اداء، شعرا اور مظلومہ بلکہ بلا تفریق پوری ملت کے سب خواص و عوام کو صحیح اسلامی تعلیم و تربیت سے آراستہ اور مجاہدانہ خدمات سے بھرپور کریں تاکہ ہر کروہ صمیم قلب، غلوں، نیت اور مخلصانہ راہ اپنا اختیار کر کے ملک و ملت کی خدمت کے لئے کمر بستہ ہو لیکن اس کے لئے ضروری ہے (معذرت کے ساتھ) کہ یہ بزرگان دین اور راہنمایان ملک و ملت خود بھی اپنی ذمہ داری اور فرض منصبی کے مطابق تقویٰ، پرہیزگاری، فقر و خفا اور سادگی و انکساری میں سنت نبوی ﷺ، مکتبہ فی الدین میں حضرت امام اعظم رحمہ اللہ، نور و عرفان میں حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ، دین و ایمان میں حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ اور علم و بصیرت میں اعلیٰ حضرت بریلوی رحمہ اللہ کے خصائل و مثال کا عملی نمونہ ہوں اور اسی پیمانہ پر رشد و ہدایت کے فریضہ کو جاری ساری رکھیں۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے۔

سرکاری و غیر سرکاری اور ادنیٰ یا اعلیٰ ملازمین ہوں۔ زمیندار یا صنعت کار ہوں، مزدور یا دکاندار ہوں سب حضرات اپنے اپنے حلقہ کار اور دائرہ اختیار میں شرافت، دیانت، ایثار و ہمدردی اور غلوں محبت سے کام لیں۔

ایک تجویز، ایک اپیل

اس مقصد کے حصول کے لئے ملک بھر میں ایک اجتماعی نظام قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے سواد اعظم کے سب احباب خصوصاً اولیائے عظام و علماء کرام اپنے اپنے علاقوں میں جمیعت علماء پاکستان کی شاخیں قائم کریں۔ جمیعت کے دستور کے مطابق رکن اور خادم بنائیں۔ والسلام مع الأکرام۔

اشاعت خاص
کوارنٹینی زبده

النورانی رحمہ اللہ



مظلوم قوموں کی آواز

قائد اہل سنت حضرت علامہ

امام شاہ احمد نورانی صدیقی

تصنیف

محمد جہانگیر خان صدیقی

علامہ شاہ احمد نورانی ریسرچ سنٹر پاکستان

زاویہ قادریہ سیدنا غوث اعظم سریت (دوبہا گریٹر) سرگودھا روڈ جہا آباد (41200)

0321/0300/0313-9429027 mahboobqadri787@gmail.com



انسانیت کی فلاح اور کامرانی میں جہاں کتاب ہدایت رہنمائی کرتی ہے اور ایک بہترین دستور حیات ثابت ہوتی ہے۔ وہاں اس لاریب کتاب کے عالموں کا بھی بڑا کردار ہے جنہوں نے علم نبوت کی روشنی میں لوگوں کو اطاعتِ خداوندی اور اتباعِ رسول ﷺ پر کمر بستہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ دین (اسلام) کی نورانی کرنوں سے بنی نوع انسان کو باطلِ خداؤں کی پرستش کی محسوس دور کر کے ایمان کی دولت عطا کی۔ قرآن عظیم کی تعلیمات جہاد کی ترفیب دے کر اسلام اور ایمان کی جہاد و سلامتی اور غلبے کا درس دیا۔ مسلمان مجاہدین اسی فکر کو لے کر میدانِ کارزار میں اترتے رہے اور باطلِ قوتوں کا ایمانی جذبے سے کبھی جہادِ باللسان اور کبھی جہادِ بالسیف کے ساتھ مقابلہ کرتے رہے۔

قرآن و سنت کے ایسے ہی باعمل ہا کردار علماء و مشائخ میں ایک نام قائد ملت اسلامیہ علامہ شاہ احمد نورانی کا ہے۔ جن کی زندگی کا مقصد مسلم قوم کے افراد کو عزت و وقار سے جینے اور غلبہ دین کے لئے جہد مسلسل اور محکوم اور مظلوم قوموں کی حمایت کرنا اور غلامی سے آزاد کرنا رہا ہے۔ علامہ شاہ احمد نورانی اس جمعیت کا نام ہے جس نے مسلم قوم کو فرقہ پرستی سے باز رکھ کر مختلف اخیال لوگوں کو اتحادِ بین المسلمین کے پرچم تلے جمع کیا۔

اس پرچم کو انہوں نے دنیا کے طول و عرض میں لڑایا۔ یہود اور ہنود کے پروردہ انہیں اپنی راہ کا کاٹنا سمجھتے تھے۔ ان کے راستے میں ہمیشہ رکاوٹ کھڑی کرتے رہے لیکن مولانا نے حق و صداقت جرات اور بے باقی کا علم بلند کرتے ہوئے اپنی منزل کی جانب سفر جاری رکھا۔ کہیں محاذوں پر جتنے لڑتے رہے۔ خواہ لسانی، علاقائی، صہبت، فرقہ واریت، ہو اسلام و ملک دشمن قوتوں کو ہمیشہ چیلنج کیا۔ مولانا نورانی مسلمانوں کی دلوں میں حالی کا ذمہ دار

PINDI COACHES



پنڈی کوچز

حاجی عبدالعزیز اینڈ حاجی رہنواز



راولپنڈی تا کراچی
0303-5306786, 0303-5887586

راولپنڈی تا کوئٹہ
بلک آفس نمبر: 0300-5340876

راولپنڈی تا ڈیرہ اسماعیل خان
بلک آفس نمبر: 0306-5094786

راولپنڈی تا علی پور / صادق آباد
بلک آفس نمبر: 0306-5094786

ناظم ٹیکسٹائل کراچی کیلئے
صبح 10:00 دن 2:00 بجے شام 6:00 بجے

ناظم ٹیکسٹائل کوئٹہ کیلئے
روزانہ دن 3:00 بجے

ناظم ٹیکسٹائل صادق آباد کیلئے
شام 4:00 بجے اور 6:00 بجے

ناظم ٹیکسٹائل علی پور کیلئے
رات 8:00 بجے

ڈیرہ اسماعیل خان
صبح 6:00 سے رات 11:30 تک
ہر گھنٹے بعد سروس

0300-5099786
0300-9100786

0300-9100786
سٹینڈ نمبر 35 جنرل بس سٹینڈ پیرودھائی راولپنڈی



نشر پارک کراچی کے تاریخی جلسہ عام سے
حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ کا تاریخی خطاب

بزدل اور بے حس مسلم حکمرانوں کو ظہر اٹاتے تھے۔ آپ کی جدوجہد اور مسائی جیلہ کو دیکھ کر یہ کہنا مبالغہ نہیں ہے کہ آپ لاعوف علیہم ولاحد یحدون کی تفسیر ہے۔

آپ بیوہ، نصاریٰ، ہندو اور دیگر مسلم دشمن طاقتوں کے ہاتھوں اپنے والے محکوم اور مظلوم مسلمانوں کی آواز میں آواز ملا کر باطل قوتوں کے خلاف بولتے رہے۔ آپ نے بظاہر کبھی تیر و تلواریں چلائے لیکن جہاد باللسان کے ذریعے ثابت کیا کہ مسلمان بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی ا حالانکہ وہ پوری دنیا کا تبلیغی سفر کرتے تھے۔ پابندی کے خطرات موجود ہونے کے باوجود معروف جہد رہے۔ تاریخ میں ایسے بے خوف لوگوں کی تعداد گھیل ہے لیکن ایسے ہی لوگوں کے کردار سے تاریخ حسین ہوتی ہے۔ اللہ رب العزت نے شاید ایسے لوگوں ہی کے لئے فرمایا۔

انما یخشى الله من عباده العلماء

مظلوم افغان

مولانا نورانی ایک صاحب بصیرت اور وسیع النظر سیاسی و سماجی و مذہبی رہنما تھے۔ روس دنیا کی مادی طور پر ایک سپر پاور کی حیثیت رکھتا تھا، نوآبادیاتی نظام کا خالق تھا جس کے پیش نظر اس نے کئی ریاستوں کو مرے تک غلام بنائے رکھا۔ اسی طرح افغانستان کے راستے پاکستان میں بھی داخلے کا خواہش مند تھا۔ جب وہ افغانستان میں داخل ہوا تو دوسری طرف سے امریکہ بھی کود گیا۔ مسلمان سر زمین پر دو بڑی مادی طاقتیں پنجہ آزمائی کرنے لگیں اس کا تمام تر نقصان مسلمانوں کو ہو رہا تھا۔ مسلمان کی زمین خون مسلم سے رنگین ہو رہی تھی۔ آپ نے روس و امریکہ دونوں کو مجرم جان کر افغان قوم کی حمایت میں آواز بلند کیا۔ امریکی اور روسی گماشتوں کو مسلم ممالک میں مفادات کی جگہ لڑنے سے باز رکھے اور مسلمانوں کو ہوشیار کرنے کی غرض سے عالم دنیا میں احتجاج بلند کیا۔

گو آپ نے افغانستان میں اپنے لوگوں کو جمعیت کی صورت میں داخل نہیں کیا۔ لیکن مظلوم اور محکوم افغانوں کے سیاسی، سفارتی، اخلاقی، مادی مدد کے لئے اہم

..... ایک صوتی اور شیخ طریقت کا دلکش انداز



شیخ الاسلام حضرت قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ حیدرآباد سندھ میں
ارادت مندوں کو سلسلہ طریقت سے وابستہ کرتے ہوئے

فقیر العصر مولانا پار محمد بند یالوی رحمہ اللہ کا سالانہ عرس مبارک

16 اپریل 2002ء



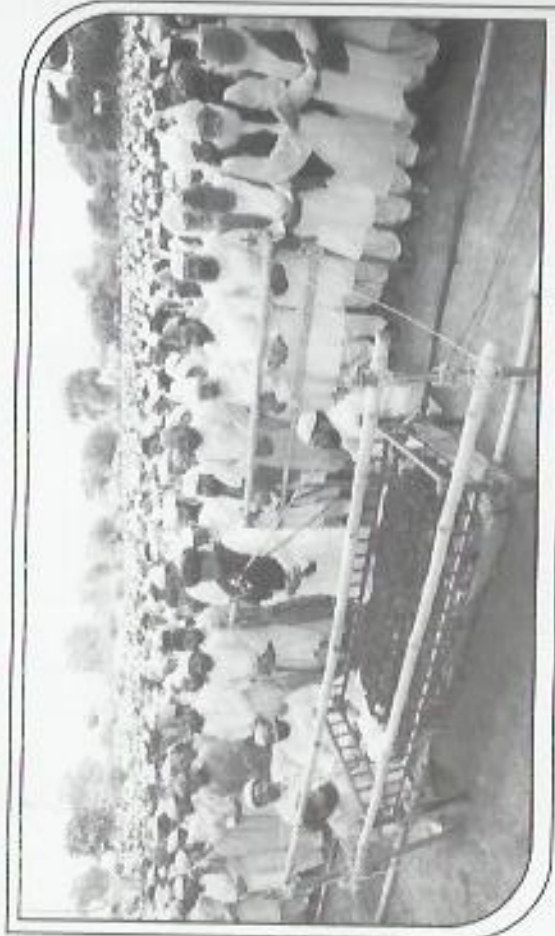
قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی جامعہ مظہریہ یاداویہ بند یال شریف میں
استاذ العلماء مولانا عبدالحق بند یالوی سے ملاقات کر رہے ہیں ملک محبوب الرسول قادری
بھی موجود ہیں۔ پس مظہر میں محمد زمان بند یالوی کھڑے ہیں

کردارِ ادا کیا۔ اسی طرح (۹/۱۱/۱۱ تا ۱۱/۱۱/۱۱ کے بعد) جب امریکہ نے اتحادی فوجیوں کے ساتھ افغانستان پر حملہ کیا۔ تو آپ نے دوسرے مکتب فکر کے علماء کے ساتھ مل کر دفاع افغانستان کونسل تشکیل دی۔ افغانستان کے تحفظ، امن اور تعمیر کے لئے قائدانہ کردار ادا کیا۔ اور مظلوم افغانوں کی ہر قسم کی حمایت کی۔

علامہ شاہ احمد نورانی نے افغانستان میں مسلمانوں کے ہاتھوں مسلمانوں کے قتل کی شدید مذمت کی اور اسے بڑا انسانی اور اسلامی جرم قرار دیا۔ حکمرانوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بے ہاکانہ اعزاز میں منتجبہ کیا کہ اس کا انجام بہت بُرا اور بھیانک ہوگا۔ مقامی مفت روزہ کو اترو دیو دیتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ افغانستان میں امریکی جارحیت کے دوران جو کچھ ہوا۔ اس کی سزا ہم کو آخرت میں ملے گی۔ مسلمان کے ہاتھوں مسلمان کے قتل عام کا نتیجہ دنیا نے افغانستان میں دیکھ لیا۔ جنرل ضیاء الحق نے اپنے حادثے سے پہلے یہ کہا تھا کہ ہم نے کوئٹے کی دلالی میں ہاتھ کالے کئے۔ افغانستان میں ایک لاکھ مسلمان مارے گئے، دس لاکھ بے گھر ہوئے، ہزاروں اپالچ اور معذور ہو گئے اور ہم اس کا ذریعہ بنے۔ جبکہ آباد و دیگر مقامات پر ہمارے ہوائی اڈے استعمال ہوئے۔ افغانستان میں امریکی جارحیت کی حمایت ہمارا جرم تھا اور ہے اور آج بھی عراق پر حملے کے حوالے سے امریکہ کی حمایت کی باتیں ہو رہی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے حکمرانوں کو معذرت خواہانہ رویہ ترک کر دینا چاہیے۔ امریکن جو پاکستان میں آئیں ان تمام امریکیوں کی رجسٹریشن ہونی چاہیے۔ مولانا نورانی نے بہت عرصہ پہلے موجودہ دور کے پیش آنے والے حالات کا پتہ دے دیا تھا۔ آج امریکی اور مغربی ایجنسیاں پاکستان میں بڑا خطرناک کھیل کھیل رہی ہیں۔ پرویز مشرف کے دور میں بڑی تعداد میں لوگوں کا قاتل ہو جاتا۔ خود کش حملے اور دہشت گردی کے پیچھے امریکہ، بھارت اور اسرائیل کی ایجنسیوں کا ہاتھ ہے۔ اگر ان ممالک کے لوگوں کی رجسٹریشن ہوتی۔ آنے جانے پر نظر رکھی جاتی تو آج یہ حالات پیدا نہ ہوتے۔

ایران عراق جنگ

ایران عراق کے درمیان طویل عرصہ تک جنگ جاری رہی۔ جس سے دونوں



حادثہ کا منظر: عراقی فوجیوں نے شیعہ مسلمانوں کو قتل کیا اور ان کے گھر کو آگ لگا دی۔ عراقی فوجیوں نے شیعہ مسلمانوں کو قتل کیا اور ان کے گھر کو آگ لگا دی۔

طرف سے شدید نقصان ہوا۔ آپ نے جنگ کے خاتمے کے لئے مخلصانہ کوششیں کی۔ آپ اس مصالحتی کمپنی کے رکن تھے۔ جس نے ان دونوں ممالک کے درمیان جنگ کے خاتمے میں اہم کردار ادا کیا۔

عراق اور کویت

عراق نے جب کویت پر حملہ کیا تو امریکہ نے برطانیہ، فرانس، آسٹریلیا اور دیگر گماشتوں کو ملا کر اتحادی فوج بنائی اور چھتیس ۳۶ ممالک پر مشتمل اس فوج نے عراق پر حملہ کر دیا اور یہ کہا کہ عراق غاصب ہے۔ امریکہ کو کویت کی حمایت مقصود نہیں تھی اسے تیل کی تلاش تھی یہی وجہ ہے کہ اس نے عرب کے بعض ملکوں سے سو سالہ فوجی معاہدہ کر دیا۔ صدام حسین اور عراقی فوج سے عربوں بالخصوص سعودی عرب وغیرہ کو بھی خوف زدہ کر دیا کہ صدام حسین سعودی عرب پر قبضہ کر لے گا اور اپنی فوجوں وک سعودی عرب میں اتار دیا۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے ان حالات میں اتحادیوں کی سازشوں کو بھانپتے ہوئے مسلم قوم کی بیداری کے لئے عراق کا بھرپور ساتھ دیا۔ ملک پاکستان اور بیرون ملک میں مظلوم اور محکوم عراقی مسلمانوں کے حق میں آواز بلند کی۔ آپ کا موقف تھا کہ مسلمان ممالک عراق کے خلاف او۔ آئی۔ سی کے پلیٹ فارم سے کارروائی کریں۔ اور حرمین شریفین کی حفاظت مسلمان فوج کرے۔

آپ نے عراق کی حمایت کے لئے جیلے جلوس کے علاوہ جنرل کے ایم اے ایم ایچ انصاری کی قیادت میں رضا کاروں کو بھرتی کیا۔ (جس کو حکومت نے جانے کی اجازت نہ دی) اور لاکھوں روپے کی امداد عراق بھیجی۔ اسی طرح چھینیا، یوسنیا، الجزائر اور مشرق وسطیٰ کی روس سے آزاد ہونے والی ریاستوں کے حق میں ووٹز اسلامک مشن جمعیت علماء پاکستان اور حمہ مجلس عمل کے پلیٹ فارم سے جاندار کردار ادا کیا۔

افغانستان کو تباہ اور برباد کرنے کے بعد امریکہ پر جنگی جنون طاری تھا کہ مسلسل جنگ رکھنا چاہتا تھا۔ دراصل امریکہ اسلحہ اور ہارود کے تلے بڑے پر ساری دنیا کی چودراہٹ

کے خواب دیکھ رہا ہے۔ بش سینئر نے نیو ورلڈ آرڈر پیش کیا اور اس کی تکمیل کے لئے بش جونیئر نے کوششیں تیز کر دیں۔ صدر بش نے کہا کہ عراق کے پاس تباہ کن ہتھیار موجود ہیں اپنے ہتھیاروں کی تیاری بند کرنے سے متعلق عراق سے اپنے وعدے پورے نہیں کئے۔ بش سے وفاداری کا اظہار کرتے ہوئے برطانوی وزیراعظم ٹونی بلیر نے عراق کے خلاف دوبارہ کارروائی کرنے کے لئے عالمی طاقتوں کی حمایت حاصل کرنے کی سرکردہ کوششیں کیں۔ جیسے کوسووا اور افغانستان میں کارروائی کے لیے عالمی برادری کی حمایت حاصل کی گئی۔ امریکہ اور اس کے حواریوں کا عراق پر ایک بھونڈا الزام تھا جو حاکمیت نہ ہو سکا لیکن پھر بھی امریکہ نے عراقی عوام پر مظالم کے پہاڑ توڑ دیئے اور صدام حسین اور اس کے رفقاء کو مہر عام سے ہٹا دیا۔ امریکہ اور خوف زدہ مغرب کسی بھی مسلمان مملکت اور بے خوف مسلمان سربراہ کو اپنی راہ میں کاٹنا سمجھ کر ہٹا دینے کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتا ہے۔ صدام حسین بھی مسلمان ملک کے بے خوف بادشاہ تھے۔ عراق کا کویت پر حملے کرنے سے متعلق مولانا نورانی کا موقف یہ تھا کہ کویت عراق کا حصہ ہے۔

۱۹۹۰ء کا اٹلس اٹھا کر دیکھیں۔ کویت نام کی کوئی ریاست یا خطہ موجود نہیں ہے۔ بلکہ یہ عراق کی تحصیل تھی۔ خود عراق سلطنت عثمانیہ کا حصہ تھا۔ ۱۹۱۸ء میں سلطنت عثمانیہ ختم ہو گئی اور اقتدار کی بندر بانٹ ہوئی لہذا یہ کہنا کہ کویت پر عراق نے جارحیت کی تھی، صحیح نہیں۔ اس بات پر اسلامی ممالک عراق کی حمایت کیوں کریں۔ تو دیکھیں کہ اگر عالم اسلام امریکی ورلڈ آرڈر کے مقابلے میں متحد نہ ہوا تو پھر امریکہ امت مسلمہ کو برباد کرنے کے لئے تمام حربے استعمال کرے گا۔

اگر آج تمام اسلامی ممالک امریکہ سے اپنے سفارتی تعلقات محدود کر دیں اور اقتصادی طور پر امریکہ اور یورپ کا بائیکاٹ کریں تو انہیں مظلوم ہو جائے گا کہ یہ کہاں کھڑے ہیں۔ مولانا نورانی کی پالیسی جذباتیت پر مبنی نہ تھی بلکہ فہم و فراست پر مبنی تھی۔ آپ کی باتیں بظاہر سادہ اور عام سی لگتی لیکن حقیقت میں ان میں امت مسلمہ کے مسائل کا حل موجود تھا۔ جیسے جیسے وقت گزرتا جاتا ان کی باتیں، فکر اور فلسفہ بن کر سامنے آتی۔ بہت

سے لوگوں نے عراق کے کویت پر حملے کو جارحیت سے تعبیر کیا لیکن آپ نے تاریخی حیثیت سامنے رکھتے ہوئے عالمی گماشتوں کے سامنے مضبوط معاشی اور اقتصادی قوت بننے کے لئے عراق کی حمایت کی۔ کویت اور عراق کا جغرافیائی مسئلہ ایسے ہی ہے جیسے بنگلہ دیش اور پاکستان یا یوں سمجھیں کہ گلگت بلتستان کشمیر کا حصہ ہیں عارضی طور پر پاکستان کی نگرانی میں ہیں کچھ حصہ کشمیر کا چین کے پاس ہے اگر کشمیر مکمل آزاد ہو جاتا ہے تو ۸۴۷۰۰ مربع میل کشمیر کا جغرافیہ پورا کرنا ان کا حق ہے۔ کویت اور عرب کے بہت سے ممالک محض عربوں کی عیاشی کے اڈے ہیں۔ کویت کے بادشاہ کے ہارے میں مولانا نے انکشاف کیا تھا کہ اس کی ستر بیویاں تھیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پورا کویت شیخ کے خاندانوں اور اولاد پر مشتمل ہے۔ کویت اور دیگر عرب ممالک نے امریکہ سے سو سال کا فوجی معاہدہ کے تحت مفت تیل دینے کو تیار ہیں۔ لیکن مسلم ممالک کی غربت بے روزگاری کے خاتمے اور معاشی اور اقتصادی مضبوطی کے لئے کچھ نہیں دے سکتے حتیٰ کہ عرب ممالک سعودی عرب، یو اے ای، قطر وغیرہ میں ملازمت کرنے والوں کی اکثریت بھارت کی ہے جبکہ مسلم ممالک میں غربت اور بے روزگاری دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔ مولانا نورانی امت مسلمہ کا درد رکھنے والے عظیم رہنما تھے اور اجتماعیت کے حامی تھے، باطل قوتوں کے مقابلے میں مسلم ممالک کے مضبوط طاقت ور دیکھنا چاہتے تھے۔

مظلوم فلسطینی

فلسطینی مسلمان ایک عرصے سے یہودیوں کے ظلم کا شکار ہیں۔ اسرائیل، یہودیت کی نظریاتی فکری ریاست اور صیہونی طاقت ہے دنیا میں سب سے بڑی دہشت گرد ہے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں اسرائیل کے درالحکومت تل ابیب میں تیار ہوتی ہیں۔ یہ بات ریکارڈ پر موجود ہے کہ قادیانیت اسلام اور مسلمانوں کے خلاف زہر قائل ہے۔ دنیا کے اسلام میں بالعموم اسلامی جمہوریہ پاکستان میں بالخصوص ہا ہی انتشار اور تفرقہ بازی کے پیچھے قادیانیت سازش کا فرما ہے اور اس کا مرکزی دفتر تل

لہب میں ہے۔ علامہ شاہ احمد نورانی نے اس کا انکشاف ۱۹۷۳ء میں اسمبلی کے فورم پر کیا تھا۔ اسرائیل صیہونی قوتیں، عراق، افغانستان، فلسطین اور کشمیر میں صلیبی جنگوں کی شکست و ریخت کا بدلہ لے رہی ہیں۔ آپ نے مفتی اعظم فلسطین کی دعوت پر فلسطین کے دورے فرمائے۔ فلسطین پر ہونے والے مظالم اور بیت المقدس کی آزادی کی جدوجہد فرمائی۔ فلسطینی عوام کی بھرپور حمایت کی۔ آپ نے فرمایا تھا اقوام متحدہ جو امریکی اشاروں پر ناچتی ہے۔ امریکہ اُسے اسرائیل مقاصد کے لئے استعمال کرتا ہے، فلسطینیوں کو بولی پاپ دے کر آج تک فرخا رہا ہے۔ جب بھی فلسطینی اسرائیلی جارحیت کے خلاف بھرپور جدوجہد کا آغاز کرتے ہیں تو امریکہ امن کا روڈ میپ لے کر پہنچ جاتا ہے ہمارے اکثر مسلمان حکمران کفار اور باطل قوتوں کے نقش قدم پر چلنے کو اپنی سلامتی سمجھتے ہیں جہاد اور مجاہد انہیں خوف اور دہشت میں مبتلا کئے ہوئے ہیں۔ امریکہ سے خوف زدہ ہو کر جہاد کو دہشت گردی سے تعبیر کرتے ہیں۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے ہمیشہ فلسطین کی آزادی یہودی اور صیہونی قوتوں کی بڑھتی ہوئی ریشہ دوانیوں پر مسلم امہ اور مسلمان ممالک کے حکمرانوں میں جہاد کا جذبہ اور شوق شہادت اسلامی غیرت و جمعیت کو زندہ اور بیدار کرتے رہے ہیں۔

خادمین کے ایک اجتماع میں لاہور میں خطاب کرتے ہوئے امریکی مستعار اور سامراج کی طرف سے شروع کی گئی صلیبی جنگ کے چیلنج کو قبول کرتے ہوئے عالم اسلام سے امریکہ کے خلاف نفیر عام کے اعلان کا مطالبہ کیا اور اس یقین کا اظہار کیا کہ امریکی استبداد کا وقت مولانا نورانی جب بھی دُعا کرتے۔ مظلوم مسلمانوں کی آزادی کے لئے دُعا ضرور کرتے اور اپنی تقریروں میں اکثر صلاح الدین ایوبی، محمد خان غوری، محمود غزنوی، محمد بن قاسم جیسے عظیم سپہ سالاروں کا ذکر کرتے۔ قوم کے نوجوانوں میں ان کی جرأت و بہادری کی فکر دے کر جذبہ جہاد اور شوق بیدار کرتے۔ حالانکہ کچھ علماء و مشائخ ایسی دُعا کو سیاست جان کر احتراز کرتے ہیں۔

تحریک آزادی کشمیر اور مولانا نورانی

علامہ شاہ احمد نورانی جب دنیا میں بسنے والے مظلوم مسلمانوں کی حمایت کرتے رہے تو کشمیر ان کا اپنا گھر تھا اور کشمیر کا پاکستان کے ساتھ روحانی رشتہ بھی ہے۔ کشمیری عوام کے دلوں میں پاکستان کا نقشہ ثبت ہے۔ مولانا شاہ احمد نورانی جغرافیہ کشمیر اور کشمیری عوام کے زبردست حامی تھے۔ آپ کے خطابات سے ایسا لگتا تھا کہ آپ کشمیر ہی میں پیدا ہوئے۔ آپ تقسیم کشمیر کے سخت مخالف اور حق خود ارادیت کے زبردست حامی تھے۔ کشمیری عوام کی بھی خواہش وقتاً ہے کہ پورے کا پورے کشمیر بھارت سے آزاد ہو۔ پاکستان کا حصہ ہے۔

ہر عزم جان کامل تو قیر ہے گا

بہت جلد کشمیر ہماری جاگیر ہے گا

کشمیر میں ذیلی تنظیمیں

پاکستان کی کچھ جماعتوں کی ذیلی تنظیمیں آزاد کشمیر میں کام کرتی ہیں جن میں پیپلز پارٹی، مسلم لیگ، جماعت اسلامی، تحریک انصاف نمایاں ہیں۔ ہر ایک جماعت الحاق پاکستان کی دعویدار ہے لیکن الحاق کی سوچ مختلف ہے۔ پیپلز پارٹی چاہتی تھی کہ آزاد کشمیر پاکستان کا صوبہ بن جائے۔ ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کے دور حکومت میں اس پر بڑا زور دیا گیا اور قریب تھا کہ آزاد کشمیر پاکستان کا صوبہ بن جاتا۔ علامہ شاہ احمد نورانی نے اس کے خلاف تھے، آپ نے کشمیری علماء کو جمع کیا اور اس سازش کا مقابلہ کیا۔ آپ کا موقف تھا کہ آزاد کشمیر پاکستان کا صوبہ بن جانے کی صورت میں کشمیر مسئلہ نہیں رہے گا۔ اقوام متحدہ جس نے ۱۹۴۸ء اور ۱۹۴۹ء کی قراردادوں میں حق خود ارادیت کو تسلیم کیا اور استعجاب رائے کرانے کا حکم جاری کیا۔ اقوام عالم یہ کہیں گی کہ کشمیر کا مسئلہ ختم ہو گیا۔ جس طرح پاکستان نے آزاد کشمیر کو سنبھال لیا اور مقبوضہ کشمیر خود بخود بھارت کو حاصل ہو جائے گا۔ وہ اس بات کے مخالف تھے کہ پاکستان کی سیاسی جماعتیں آزاد کشمیر میں اپنی ذیلی تنظیمیں

بنائیں۔ چنانچہ جمیعت علماء جموں و کشمیر ریاستی تنظیم ہے۔ جمیعت علماء پاکستان کے ساتھ عقائد کی بنیاد پر نظریاتی تعلق اور وابستگی رکھتی ہے۔ گہری ہم آہنگی کی بنا پر علامہ شاہ احمد نورانی اکثر جمیعت اور علماء اہل سنت کی دعوت پر آزاد کشمیر کے دورے کرتے رہے حتیٰ کہ مجاہدین کشمیر اور مجاہدین کشمیر سے ملاقات کے لئے سرحدوں تک گئے۔ جہاں اٹھایا اور پاکستان کی فوجیں آنے سے سانسے ہیں۔ آپ نے بیرونی ممالک میں بھی کشمیر کی آزادی کے لئے انٹرنیشنل جہاد کا نظریہ منعقد کیں اور عالمی برادری کو مسئلہ کشمیر سے آگاہ کرنے اور مظلوم کشمیری عوام کی حمایت پر آمادہ کرنے کے لئے کئی ممالک میں دورے کئے۔ جن میں کشمیری علماء اور دانشور بھی ہمراہ رہے۔

ایک مرتبہ آزاد کشمیر کے دورے کے دوران راولا کوٹ پوسٹ گریجویٹ کالج میں اساتذہ اور طلبہ اور عوام کے شہر سے خطاب کرتے ہوئے انہیں مسئلہ کشمیر کی حقیقی فکر سے آگاہ کیا اور اساتذہ سے کہا کہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ نوجوان نسل کو تحریک کشمیر کو منطقی انجام تک پہنچانے کے لئے تیار کریں۔ انہوں نے کہا کہ کشمیر کے اندر سے اٹھنے والی آواز عالمی ضمیر کو جھنجھوڑنے میں صحیح مددگار ثابت ہوگی اور سچی طالب علم مستقبل میں کشمیر کی آزادی اور اس کی تعمیر میں بہترین کردار ادا کر سکتے ہیں۔

مولانا نورانی کشمیر کو پاکستان کے لئے زندگی اور موت کا مسئلہ سمجھتے تھے۔ آپ نے کئی مرتبہ اپنے خطاب میں کہا کہ کشمیر کے بغیر پاکستان نامکمل ہے اور پاکستان کی حقیقی آزادی کا جشن اسی وقت بہتر منایا جائے گا جب کشمیر بھارت کے چنگل سے آزاد ہوگا۔ خریدہ کہا کہ پاکستان کی معیشت کا بڑا حصہ زراعت اور صنعت پر مشتمل ہے اور اس کے لئے پانی بہت ضروری ہے پاکستان میں پہنے والے دریاؤں کا منبع کشمیر ہے، بھارت چاہے تو پاکستان کو صحرا میں تبدیل کر سکتا ہے اور یہ حقیقت بھی ہے کہ بھارت ایسے عزائم رکھتا ہے۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے بھارتی پارلیمنٹ میں خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ ہم پاکستان کو صحرا بنا کر رکھ دیں گے۔

سیاحن گلشیر

سیاحن گلشیر کا حصہ ہے اور ہائیں ہزار فٹ کی بلندی پر ہے۔ فیاض الحق کے عہد اقتدار میں بھارت نے سیاحن گلشیر پر قبضہ کر لیا۔ اس رسوائی کو انہوں نے بہت دنوں تک چھپائے رکھا۔ بالآخر مولانا شاہ احمد نورانی نے اس راز کو فاش کر دیا، فیاض الحق چلا کر بولے: سیاحن گلشیر کی کوئی اہمیت نہیں ہے، نہ یہاں گھاس اگتی ہے، نہ قیل لکھا ہے، نہ ہی پانی ملتا ہے۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے فیاض الحق کو باور کرایا کہ آپ نے ملک کی سرحدوں کی حفاظت کا حلف اٹھایا ہے اور اس کی پاسداری نہ کر سکے۔

شملہ معاہدہ

۱۹۷۱ء میں جب بھارت میں شملہ معاہدہ ہوا تو مولانا نورانی نے اس کی شدید مخالفت کی اور خدشات کا اظہار کیا کہ شملہ معاہدہ کنٹرول لائن کو مستقل سرحد میں تبدیل کر دے گا۔ کشمیری خاندان مزید منقسم ہو جائیں گے۔ آزاد کشمیر اور مقبوضہ کشمیر کے عوام ایک دوسرے سے دور ہو جائیں گے۔ عہد فیض الرحمن فیض پوری صاحب کے بقول کہ آزاد کشمیر کے اس وقت کے حکمرانوں نے مولانا سے بعد میں کہا کہ آپ کا موقف صحیح تھا۔

مولانا کے اس موقف کو موجودہ حالات کے پیش نظر دیکھا جائے تو یہ بات سب کے سامنے عیاں ہے کہ کنٹرول لائن مستقل سرحد بنانے پر کام ہو رہا ہے۔ کنٹرول لائن سے چند راستوں کا کھول دینا مسئلہ کشمیر کے حل کی طرف پیش رفت نہیں بلکہ تحریک آزادی کی بڑھتی ہوئی تیزی کو روکنے کا حربہ ہے۔ بھارت سے مسئلہ کشمیر کو حل کئے بغیر تجارتی معاہدہ کرنا کشمیری شہداء کے خون سے غداری ہے اور مسئلہ کشمیر کو سرد خانے ڈالنے کے مترادف ہے۔ کشمیری عوام ایسے کسی حل کو قبول نہیں کریں گے جس میں وہ شامل نہ ہوں یا ان کی امتگوں کے خلاف ہو۔ کشمیری عوام یہ سمجھتے ہیں کہ تجارتی معاہدہ اور بھارت سے دوستی کے لئے ہاتھ بڑھانا کشمیری عوام دونوں کے مفادات کی سمیٹ چڑھ جائیں گے۔

ریاست جموں و کشمیر پاکستان کے لئے بہت سی وجوہات کی بنا پر اہمیت رکھتی ہے۔ آپ نے ہمیشہ حکمرانوں کی کشمیر پالیسی کا بنیادی موقف کشمیری عوام کی امتگوں کے مطابق مسئلہ کشمیر کے حل کی حمایت اور ہر اس پالیسی کی مخالفت کی، اسے مسترد کیا جس سے آزادی کشمیر اور پاکستان کے وجود کے لئے خطرہ ثابت ہو۔ بھارت میں آنے والے ہر حکمران (نہرو سے لے کر من موہن تک) کا ایک موقف رہا ہے لیکن بد قسمتی سے بھارت، حکمران پالیسیاں بدلتے رہے۔

بے نظیر کے پہلے دور حکومت میں راجیو گاندھی کی آمد پر راولپنڈی میں کشمیر کے نام کے سائن بورڈ رات سے ہٹا دیئے گئے اور کشمیر سے حلقہ واضح دونوں موقف اختیار نہیں کیا گیا۔ میاں نواز شریف کے دور میں واجپائی پاکستان آئے تو لوگوں کو بڑی امیدیں تھیں کہ مسئلہ کشمیر پر کوئی پیش رفت ہوگی، کشمیری عوام پر بھارتی مظالم میں کمی کی لیکن یہ ملاقات بھی کشمیری عوام کے لئے کوئی اچھا پیغام نہ دے سکی۔ (ر) جنرل پرویز مشرف جنہوں نے بحیثیت چیف آف آرمی اسٹاف کارگل پر مکمل کنٹرول سنبھالنے کے بعد استدر کی سازشوں کا شکار ہو کر کوئی حوصلہ افزا پیغام کشمیری عوام کو نہ دے سکے۔ تقریباً ۲۰۰۰ء کے قریب فوجی جوانوں نے جام شہادت نوش کیا۔ دنیا کے سامنے رسوائی کے سوا کچھ نہ ملا اور آج تک عوام صحیح صورتحال سے آگاہ نہ ہو سکی اور کشمیری عوام پر بھارتی ظلم و ستم میں مزید اضافہ ہو گیا۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے ان تمام مواقع پر کشمیری عوام کے حق میں آواز بلند کی اور حکمرانوں کی دوقطبی پالیسی کی مذمت کی۔ کشمیر میں ہندوستان کی سات لاکھ قابض فوج کے مظالم کی مذمت کرتے ہوئے مولانا نے کہا کہ ہماری نظر میں تحریک آزادی کشمیر کو ختم کرنے کے لئے بھارت، اسرائیل اور امریکہ اور پاکستان کے موجودہ حکمران (پرویز مشرف حکومت) برابر کے شریک ہیں۔ پاکستان کے موجودہ حکمران جہاد ختم کرنے کا اعلان کر کے تحریک آزادی کشمیر کو ناقابل حل لسانی نقصان پہنچا چکے ہیں۔ ہم پاکستان کے حکمرانوں کو خبردار کرتے ہیں کہ تحریک آزادی کشمیر کے اس واحد آپشن کی حمایت کرے۔ جس میں اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق کشمیریوں کو استعواب رائے کا حق دیا گیا

ہے۔ کشمیری مجاہدین نے ایک لاکھ جانوں کی قربانی بے شمار مصیبتوں کے نذرانے صرف حصول آزادی کے لئے پیش کئے ہیں۔ ان کی ہر طرح کی اخلاقی، سیاسی اور عملی مدد کی جائے۔ یہ امر حقیقت پر مبنی ہے کہ مولانا نورانی تحریک آزادی کشمیر کی کامیابی کے لئے محض کوششیں کرتے رہے۔

ایک مرتبہ جماعت اہل سنت کے کاروان جہاد کشمیر سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے کہا ماسوائے استعصاف رائے کے مسئلہ کشمیر کا کوئی حل نہیں ہے۔ برطانیہ نے جس قدر کشمیر کو نقصان پہنچایا اتنا کسی اور وجہ سے نہیں پہنچا۔ یہ برطانیہ ہی تھا جس نے ریاست گورداس پور کو تقسیم کر کے بھارت کا مقبوضہ کشمیر جانے کا راستہ بنایا۔ مولانا نے بابائیک محل کہا کہ یورپی ممالک میں پاکستانی سفارت خانے عشرت کدے ہیں۔ صرف حرام خوریاں کرتے ہیں، کوئی بھی پاکستانی سفارت خانہ مسجد کی طرح سے مسئلہ کشمیر پر کام نہیں کرتا۔ وزارت خارجہ والے بیرون ملک جا کر کشمیریوں کو بھول جاتے ہیں اور کشمیر کے حوالے سے بیرون ممالک جانے والے وفد زہانی جمع خرچ کے سوا کچھ نہیں کرتے۔ پاکستان کی خارجہ پالیسی کے ہر دور کے بدلتے تیور نے مسئلہ کشمیر کو سرد خانوں میں ڈال دیا یہ باتیں مولانا شاہ احمد نورانی نے ۱۹۹۵ء میں کہیں تھیں۔ مولانا نورانی کی وسعت نظری اور دور اندیشی کو ملاحظہ کیجئے کہ کچھ ماہ قبل یہ خبر اخبارات میں پڑھنے کو ملی کہ سلامتی کونسل نے مسئلہ کشمیر کو اپنے ایجنڈے سے نکال دیا۔ وجہ یہ بتائی گئی کہ تیس (۳۰) سال سے مسئلہ کشمیر پر سلامتی کونسل میں کوئی بات ہی نہیں کی گئی۔ مولانا نورانی نے بہت عرصہ قبل قوم کو خبردار کر دیا تھا کہ حکمرانوں نے کشمیر پر سودے بازی کر لی ہے۔ علامہ شاہ احمد نورانی اور ان کی جماعت نے مقبوضہ کشمیر میں لڑنے والی قوتوں کی بھرپور حمایت کی۔ پاکستان سے کسی تنظیم کو لاؤنج نہیں کیا البتہ مقبوضہ کشمیر کی نای گرامی تنظیم البرق مجاہدین سے تعاون کرتے رہے۔

وہ کشمیری عوام کی آزادی چاہتے تھے۔ ذاتی شہرت کے لئے جہاد اور چندے جمع کرنے کے حامی نہیں تھے اور نہ ہی بے گناہ انسانوں کی جانوں سے کھیل کر اس کی

سیاست کرنے کے قائل تھے۔ ایک مرتبہ امیر جماعت اسلامی آزاد کشمیر عبدالرشید ترائی ایک وفد لے کر مولانا سے ملنے آئے۔ جہاد کشمیر کے بارے میں اپنی سرگرمیوں سے آگاہ کرنے لگے۔ مولانا نے بڑے محل سے تمام گفتگو کو سنا اور پھر آپ نے فرمایا۔ جماعت اسلامی اس فتویٰ کا کفارہ ادا کر رہی ہے۔ جو اہل اہل مودودی نے ۱۹۴۸ء میں کشمیر کے جہاد کے حوالے سے دیا تھا۔

قد بلان اللہ کہتے تھے جو رخصت ہوئے

خافہوں میں مجاور رہ گئے یا گورکن

حیرانگی کی بات ہے جب جہاد فرض تھا اور قوم ساری کی ساری آزادی کی جنگ لڑ رہی تھی تو مولانا مودودی نے اس کے خلاف فتویٰ دیا اور جب جہاد فرض کفارہ ہوا تو جماعت اسلامی نے اپنی تمام تر توجہ کشمیر پر لگا دی اور قوم کے نوجوانوں کو جہاد کی طرف ترغیب دینے لگے۔ قوم مقبوضہ کشمیر میں جماعت اسلامی کے کردار سے واقف ہے اور اہل فکر و نظر پر راضی نہیں۔ میجر مست گل کی صورت میں جماعت کا کردار بڑا دھندلہ ہے۔ جنہوں نے درگاہ حضرت بل کے نقوش کو پامال کیا اور اس میں آگ لگائی۔ مولانا شاہ احمد نورانی قائد اعظم کے اس قول کو (کشمیر پاکستان کی شہرگ ہے) بڑی اہمیت دیتے تھے۔ پاکستان کی سلامتی و ترقی میں کشمیر بنیادی ستون کی حیثیت رکھتا ہے۔ کشمیر میں پیدا ہونے والی بہت سی اشیاء آج بھی پاکستان کی معیشت کے لئے فائدہ بخش ہیں۔ فروٹ، مکڑی، پانی، بجلی، جڑی بوٹیاں اور سیاحت وغیرہ شامل ہیں۔ پاکستان کے سیاستدانوں، مذہبی رہنماؤں میں تحریک آزادی کے لئے سب سے زیادہ موثر آواز انگریجیل فورم پر ہونے والی کوششوں میں زیادہ حصہ مولانا شاہ احمد نورانی کا ہے۔

اکابرین اہل سنت نے ۱۹۴۷ء میں جہاد کشمیر کے فرض ہونے کا فتویٰ دیا اور پاکستان میں آنے والے مہاجرین کشمیر کی آبادکاری میں حصہ لیا۔ امیر اہل سنت ابو الحسنات مدظلہ کی قیادت میں مجاہدین کشمیر کی لاکھوں روپے مدد کی۔ مولانا شاہ احمد

نورانی کی کشمیر کے حوالے سے خدمات و مقبول یاد رکھی جائیں گی۔ موجودہ حکومت کو بھارت کے ساتھ کشمیر کا سودا کر کے دوستی جھگی پڑے گی۔ موجودہ حکمرانوں کی بدلتی پالیسی سے کشمیری عوام بڑی مایوسی کا شکار ہیں۔ پاکستان کی حکومت ہر دور میں یہ کہتی رہی کہ ہم کشمیریوں کی سیاسی، اخلاقی اور سفارتی حمایت کرتے رہیں گے لیکن موجودہ حکومت نے اس کے برخلاف کشمیریوں کو کشمیر میں لڑنے والے مجاہدین کو دہشت گرد قرار دے دیا۔ کشمیر کی آزادی کے لئے ایک ہزار سالہ جنگ لڑنے والے آج ان ساری باتوں کو بھول کر بھارت سے دوستی کے لئے ہاتھ بڑھا رہے ہیں۔ قائد اعظم نے کہا تھا کہ ہندو کبھی کسی کا دوست نہیں ہو سکتا۔ یہ بات انہوں نے کشمیر کے لیڈر شیخ عبداللہ مرحوم سے کہی تھی کہ میں آپ کے باپ کی مانند ہوں اور میں نے سیاست میں اپنے ہال سفید کئے میرا تجربہ ہے ہندو پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا میں نے دہلی بھران کو اپنانے کی کوشش کی لیکن میں ان کا اعتماد حاصل کرنے میں ناکام رہا۔ ایک وقت آئے گا کہ آپ کو میری بات یاد آئے گی اور آپ افسوس کریں گے۔

حکمرانوں کو قائد اعظم کے اس قول کو سامنے رکھ کر بھارت سے بات کرنی چاہیے۔ اہل سنت کے وہ رہنما جو گلے پھاڑ پھاڑ کر کشمیر کی آزادی اور کشمیری مجاہدین کی حمایت پر لوگوں کو تیار کرتے رہے۔ لیکن آج جب انہیں حکومتی فورم پر موقف بیان کرنے کا موقع ملا تو ان کی زبان کو چپ لگ گئی۔ تحریک آزادی کشمیر بڑے زور و شور سے جاری ہے۔ بھارتی ظلم بھی حد سے بڑھ چکا ہے یہاں تک کہ اس عظیم لیڈر کو بھی شہید کر دیا۔ جس نے لاہور میں آکر پاکستان کی سر زمین کو چوما۔ حیف ہے حکمرانوں پر کہ اس شخص کے ان جذبات کا بھی خیال نہ رکھا۔ اس سے بڑھ کر کشمیری عوام پاکستان سے محبت کا ثبوت کیا دیا جاسکتا ہے۔ مسئلہ کشمیر کو حل کئے بغیر پاکستان کا بھارت کے ساتھ کسی قسم کا تجارتی معاہدہ کشمیریوں کے خون سے غداری کے مترادف ہوگا۔

اہل سیاست نے دربارِ غلامی کو سجا رکھا ہے
زبانِ حریت پر پتھروں کو بٹھا رکھا ہے

۲۰۰۵ء میں آزاد کشمیر اور مقبوضہ کشمیر میں قیامت خیز زلزلہ آیا۔ بڑی بڑی عمارات زمین یوں ہو گئی۔ لاکھوں انسان بے گھر ہو گئے اور ہزاروں افراد شہید ہو گئے۔ اس مشکل ترین گھڑی میں پاکستان کی بہت سی سیاسی، مذہبی اور سماجی جماعتوں اور عوام نے بھرپور مدد کی۔ ۱۹۶۵ء کے بعد پہلی مرتبہ پاکستانی عوام نے اس قدر جوش و جذبہ سے کشمیری عوام سے ہمدردی اور تعاون کا اظہار کیا ایسا محسوس ہوا کہ پاکستانی عوام کے دل کشمیریوں کے ساتھ دھڑک رہے ہیں۔

علامہ شاہ احمد نورانی کی قائم کردہ عظیم ورلڈ اسلامک مشن کے تعاون سے آپ کے صاحبزادے شاہ محمد انس نورانی لاکھوں روپے کی امداد لے کر خود کشمیر میں گئے۔ اس کے علاوہ اہل سنت و جماعت کی متعدد تنظیموں نے بڑا اہم اور مثالی کردار ادا کیا۔ کشمیری عوام روتی دنیا تک پاکستانی عوام کے تعاون کو یاد رکھیں گے۔ لیکن حکمرانوں نے متاثرین زلزلہ کی آباد کاری تعمیر نو اور بے سہارا ہونے والوں کے لئے کوئی خاص تعاون نہیں کیا۔ ۸ اکتوبر کو تین سال ہو چکے ہیں۔ آج بھی سینکڑوں دنیا شیلٹر زمین زندگی گزار رہے ہیں۔ بے سہارا افراد کسی سہارے کی تلاش میں ہیں۔ بیرونی ممالک سے جو امداد ملی وہ صحیح معنوں میں متاثرین زلزلہ پر خرچ ہوتی تو آزاد کشمیر اور سرحد کے وہ شہر دنیا کے مشہور ترین شہر بن جاتے اور ان علاقوں کی پس ماندگی دور ہو جاتی۔

کشمیر جھیلیں، چشموں، دریاؤں، آبشاروں، کھساروں اور باغوں کا دیس ہے۔ کئی مشہور جھیلیں، چشمے اور باغات دنیا کے سیاحوں کو اپنی طرف کھینچے جا رہے ہیں۔ زلزلے میں بہت ساری جنگیں تباہ ہو گئیں اور کئی جگہوں سے نئی جھیلیں اور چشمے پیدا ہو گئے۔ یہ تو کارساز حقیقی خالق کل کے کن کہنے سے فیکون سب کچھ ہو گیا۔ لیکن جو کام انسانوں کے سپرد تھا۔ تین سال گزر جانے کے باوجود ویسا ہی ہے۔

مولانا کا اسلوب سیاست

علامہ شاہ احمد نورانی کا اسلوب سیاست، بے پلک موقف اور اصولوں پر سمجھوتہ

نہ کرنا ان کی شخصیت کا طرہ امتیاز تھا۔ انہوں نے مفادات کے لئے کبھی مفاہمت اختیار نہیں کی۔ عسکروں سے مفاہمت بھی کی تو قومی اور ملی مفادات کو پیش نظر رکھا اسی لئے مجبوتوں کی سیاست کرنے والے اور اقتدار کی محبت میں گرفتار لوگوں نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا۔ کچھ لوگ کہا کرتے تھے کہ اہل سنت و جماعت کے اتحاد اور ترقی میں مولانا رکاوٹ ہیں۔ پانچ سال گزر چکے ہیں، اتحاد اہل سنت کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا اور نہ ہی سیاسی اعتبار سے کوئی کامیابی مل سکی۔ البتہ یہ ضرور ہوا ہے کہ مختلف ٹولیوں میں متقسم مفاد پرستوں نے اپنی اپنی نوکریاں پکی کر لی۔ اپنے آہاد اجداد کی عزت و وقار روحانی علی اور فکری میراث کے وارث نظام مصطفیٰ ﷺ کے لئے اپنی دھواں دار تقریروں اور تحریروں میں سیکرٹوٹوں کو چیلنج کرنے والے اہل سنت و جماعت قیادت کے دعویدار اپنے دور کے رازی و غزالی کی انقلابی فکر کے امین اور پاکیزہ نسبت رکھنے والے، جن کی قدم پوسی کو لوگ شرف و سعادت سمجھتے تھے، وہ اچانک سیکرٹوٹ جماعت کے ٹکٹ کے حصول کی قطار میں کھڑے نظر آئے اور لوٹا نہ بننے کی شرط پر ٹکٹ جاری ہو گئے۔ جن لوگوں کو تکلیف یہ تھا کہ مستقبل میں اہل سنت کے قائد ہوں گے اور ان کی قیادت میں نظام مصطفیٰ ﷺ کا مقدر ثابت ہوگا، انہوں نے سیکرٹوٹوں کے لئے خود کسی اور کی قیادت قبول کر لی۔ آج ہر زبان سوال کرتی ہے۔

ادھر نہ ادھر کی باتیں کر یہ بتا کہ قافلہ کیوں لوٹا؟

مجھے رہزموں سے غرض نہیں تیری رہبری کا سوال ہے

علامہ شاہ احمد نورانی سیاسی ذمہ داریوں اور قیادت کے تقاضوں کو نہ صرف سمجھتے تھے بلکہ پورے بھی کرتے تھے۔ اطراف عالم میں پھیلی بے چینی نت نئے پیدا ہونے والے مسائل پر نظر رکھتے رہتے تھے۔ آپ کی شخصیت اللہ کی تائید و نصرت سے ایک مکمل سیاسی اور مذہبی رہنما کی حالت تھی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
سلامل تصوف و روحانیات کا ترجمان

ماہنامہ السیف الصارم

یہ ایک انقلابی ہے، کہ اسے ان کا عین محبوب ہو جائے، آپ کی ایمان قلب کے لیے ذرا ہی کی طرف رجوع کریں

شیخ محمد باقر الدین

شیخ الدین الدین

شیخ عبدالقادر

امام احمد رضا خان

امام احمد رضا خان

امام احمد رضا خان

حضرت پیر طریقت ڈاکٹر محمد سرفراز محمد سیفی مدظلہ

ہر طرح کی دینی، روحانی راہنمائی کے لیے اس کا مطالعہ کریں

خصوصاً

عقائد اسلامیہ، صوفیہ کے طرز معاشرت، اتحاد اہل سنت روحانی بالیدگی،

کے حوالے سے اس رسالہ کا مطالعہ نفع اور خیر کا باعث ہے

خود خریدار بنیں دوستوں کو خریدار بنائیں

آپ کا یہ عمل کار خیر میں تعاون کے مترادف ہوگا

آپ کا اپنا..... ماہنامہ السیف الصارم

پوسٹ بکس نمبر 147۔ جی پی اور اولڈنڈی

آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ (ترول) اسلام آباد 0313-4777147

نہ کرنا ان کی
نہیں کی۔ حکم
سمجھوتوں کی
دیا۔ کچھ لوگ
ہیں۔ پانچ۔
اقتدار سے کو
نے اپنی اپنی
میراث کے
سیکرل قوتور
رازی وغیرہ
شرف و س
کھڑے تھے
مستقبل یہ
مقدر ثابت
زبان سوا

تھے بلکہ
والے م
سیاسی ا

ہمارا مقصد حیات

معاشرے میں صحت منداقدار کا فروغ

ہم صحت مند دینی علمی اور تحقیقی لٹریچر کے ذریعے ایسے رجال کار
تیار کرنا چاہتے ہیں جو ملک و ملت کے لیے مفید اثاثہ ثابت ہوں
ہم! اس دھرتی پر نفاذ نظام مصطفیٰ کے لیے مصروف عمل ہیں
آئیے! معاشرتی اصلاح و فلاح کے لیے ہمارا ساتھ دیں

ذمہ داری و سیاست

سید فیض الحسن شاہ بخاری
مفت
علیہ السلام
ساجزادہ
ہوئے تھے ہادی شریف کراچی

قائمین و کارکنان

انجمن محبان محمد

مرکز دفتر: خانقاہ عالیہ، ہادی شریف، تحصیل ڈالہ، ضلع میرپور، آزاد کشمیر

0300-5169745



آؤہد ید شریف علیہ

وہ ہے یاد رکھو ہر زمین طہر
ہوئی کہ وہ ہے انوارِ گلشن

آؤہد ید شریف علیہ
وہ ہے یاد رکھو ہر زمین طہر

جے جے و خدمات میں و جے جے و کا حال انا کا

کاروان محمدیہ سیفیہ

جے عمرہ سرو سز
انٹرنیشنل پرائیویٹ لمیٹڈ

علاؤہ کراؤش جے نظام کی زیر نگرانی 2012 ہمارا 9 واں کامیاب سال

ہمارے جے عمرہ کے قافے سونے حرمین شریفین روانہ ہوتے ہیں

جے عمرہ قافے میں شامل ہونے کے لئے ایڈوانس بکنگ کے لیے رابطہ فرمائیں

رہاست اہل

چہا اکر کیو

الحاج چوہدری خالد حسین محمدی سیفی

Mob: 0345-8484472

الحاج صوفی غلام قمری محمدی سیفی

Mob: 0321-6202022



آفس بالمقابل عثمان پلازہ رحمان شہید روڈ گجرات

Ph: 053-3621002, 053-3600293

آفس بالمقابل نادرا آفس سرو سز موڑ گجرات

Ph: 053-3610008, 053-3610004

E-mail: saifiahajgroup@yahoo.com, E-mail: kms@pakwing.com